

اردو

بال بھارتی



چھٹی جماعت

بھارت کا آئین

حصہ 4 الف

بنیادی فرائض

حصہ 51 الف

بنیادی فرائض - بھارت کے ہر شہری کا یہ فرض ہو گا کہ وہ ...

- (الف) آئین پر کار بند رہے اور اس کے نصب اعین اور اداروں، قومی پرچم اور قومی ترانے کا احترام کرے۔
- (ب) ان اعلیٰ نصب اعین کو عزیز رکھے اور ان کی تقليد کرے جو آزادی کی تحریک میں قوم کی رہنمائی کرتے رہے ہیں۔
- (ج) بھارت کے اقتدار اعلیٰ، اتحاد اور سالمیت کو مٹھام بنیادوں پر استوار کر کے ان کا تحفظ کرے۔
- (د) ملک کی حفاظت کرے اور جب ضرورت پڑے قومی خدمت انجام دے۔
- (ه) مذہبی، لسانی اور علاقائی و طبقائی تفرقیات سے قطع نظر بھارت کے عوام انسان کے ماہین یک جہتی اور عام بھائی چارے کے جذبے کو فروغ دے نیز ایسی حرکات سے باز رہے جن سے خواتین کے وقار کو ٹھیک پہنچتی ہو۔
- (و) ملک کی ملی جلی ثقافت کی قدر کرے اور اُسے برقرار رکھے۔
- (ز) قدرتی ماحول کو جس میں جنگلات، جھیلیں، دریا اور جنگلی جانور شامل ہیں محفوظ رکھے اور بہتر بنائے اور جانداروں کے تینیں محبت و شفقت کا جذبہ رکھے۔
- (ح) دانشورانہ رویے سے کام لے کر انسان دوستی اور تحقیقی و اصلاحی شعور کو فروغ دے۔
- (ط) قومی جائداد کا تحفظ کرے اور تشدد سے گریز کرے۔
- (ی) تمام افرادی اور اجتماعی شعبوں کی بہتر کار کردگی کے لیے کوشش رہے تاکہ قوم متواتر ترقی و کامیابی کی منازل طے کرنے میں سرگرم عمل رہے۔
- (ک) اگر ماں باپ یا ولی ہے، چھے سال سے چودہ سال تک کی عمر کے اپنے بچے یا وارث، جیسی بھی صورت ہو، کے لیے تعلیم کے موقع فراہم کرے۔

م-ر-ش-س-پ/آ-وی-وی-ش-پ/۱۶۷۳ء/۲۰۱۵/۱۶/موئزہ/۶/اپریل ۲۰۱۶ء
محکمہ تعلیمات سے منظور شدہ تحت نمبر

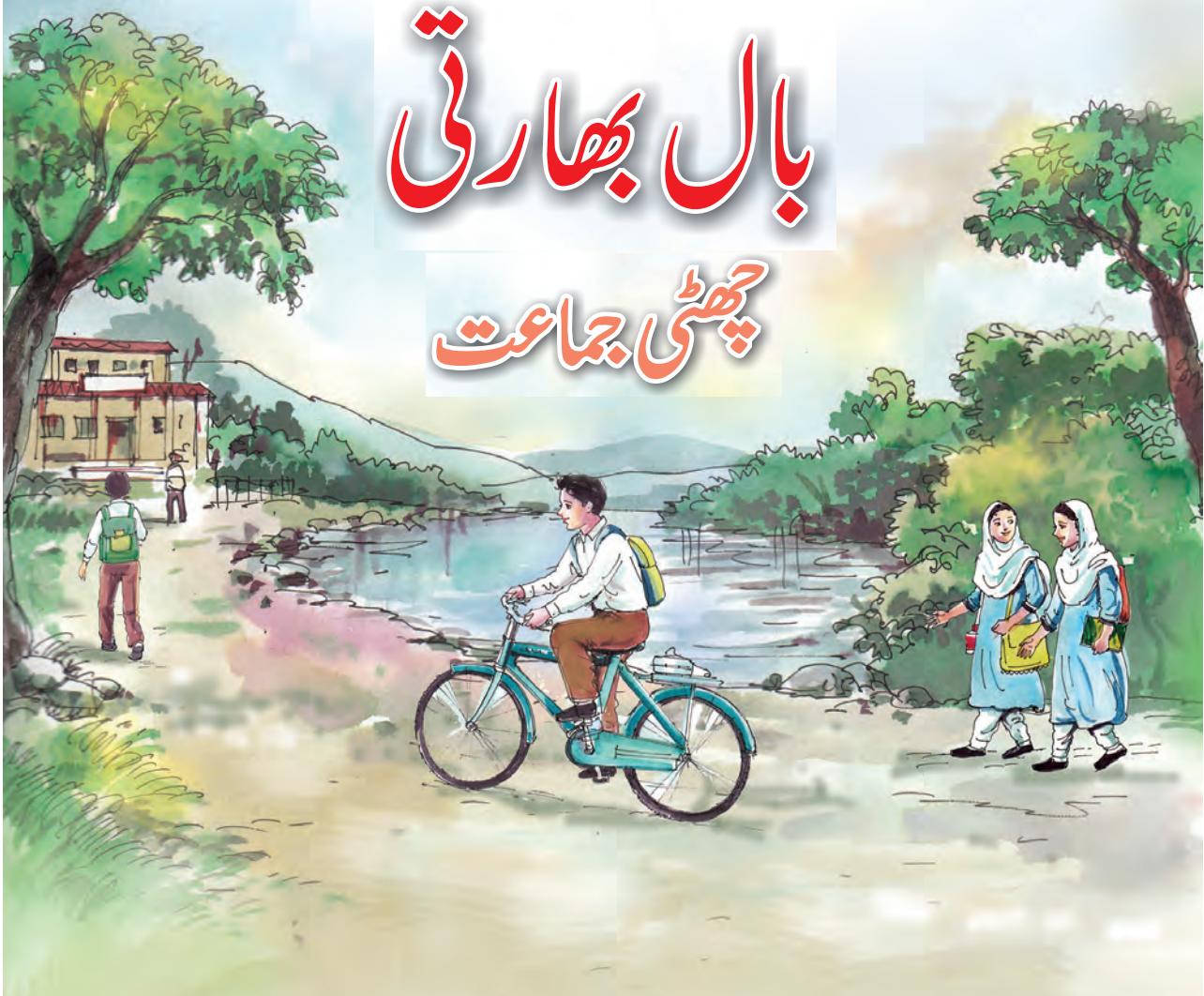
اپنے اسارت فون میں انسٹال کردہ Diksha App کے ذریعے درسی کتاب
کے پہلے صفحے پر درج Q.R. code اسکن کرنے سے ڈیجیٹل درسی کتاب اور
ہر سبق میں درج Q.R. code کے ذریعے متعلقہ سبق کی درس و تدریس کے
لیے مفید سمعی و بصری ذرائع دستیاب ہوں گے۔



اردو

بال بھارتی

چھٹی جماعت



مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پیٹک زمتشی وابھیاس کرم منشو دھن منڈل، پونہ

پہلا ایڈیشن: ۲۰۱۶ء
(2016)
چھٹا اصلاح شدہ ایڈیشن:
۲۰۲۲ء
(2022)

© مہاراشٹر راجہیہ پاٹھیہ پتک زمتوں وابھیاس کرم سنشوڈھن منڈل، پونہ-۳۱۰۰۴۳

نئے نصاب کے مطابق مجلس ادارت اور مجلس مشاورت نے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے۔ اس کتاب کے جملہ حقوق مہاراشٹر راجہیہ پاٹھیہ پتک زمتوں وابھیاس کرم سنشوڈھن منڈل، پونہ کے حق میں محفوظ ہیں۔ کتاب کا کوئی بھی حصہ ڈائرکٹر، مہاراشٹر راجہیہ پاٹھیہ پتک زمتوں وابھیاس کرم سنشوڈھن منڈل کی تحریری اجازت کے بغیر شائع نہ کیا جائے۔

پیش لفظ

”درسیات کا قومی خاکہ ۲۰۰۵ء“ اور ”بچوں کے لیے مفت اور لازمی تعلیم کے حق کا قانون-۲۰۰۹ء“ کو مذکور کردہ کریاست مہاراشٹر میں ”پا عمیری تعلیم کا نصانہ ۲۰۱۲ء“ تیار کیا گیا۔ تاریخ ۲۰۱۳ء سے حکومت کے مذکور کردہ اس نصاب پکارروائی کا بتترنخ آغاز ہوا۔ حکومت کے مذکور کردہ اس نصاب پر میں چھٹی جماعت کی درسی کتاب ”اردو بال بھارتی“ ترتیب کی گئی ہے جسے آپ کے سامنے پیش کرتے ہوئے ہمیں بڑی مسرت محسوس ہو رہی ہے۔

درس و تدریس کا عالم طالب علم کو زادہ مسافت بخش ہونیز خود آموزی پر زور دیا جائے ایسے وسیع مقاصد کے مذکور کردہ کتاب ترتیب دی گئی ہے۔ ابتدائی تعلیم کے مختلف مرحلوں میں طلبہ میں کوئی مخصوص صلاحیت پرداں چڑھے، درس و تدریس کرتے وقت یہ واضح ہونا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے اس درسی کتاب میں زباندانی سے متعلق موقع صلاحیتوں کا تینیں کیا گیا ہے۔

درسی کتاب میں عمر کے اس گروہ سے تعلق رکھنے والے بچوں کی جذباتی، دنیا سے ہم آہنگ نہ اور انہوں کو شامل کیا گیا ہے۔ زباندانی کی صلاحیتوں کے فروغ کے لیے جدید طرز کی مشقیں اور سرگرمیاں دی گئی ہیں۔ خلاش و جتنی، وسعت میرے بیان کی، کیا ہم یہ کر سکتے ہیں؟، خور کر کے بتائیے، زور قلم، درج بندی، ترتیب دیجیے، انہوں کا کھلیل، نظم خوبی، خود آموزی، بات سے بات پڑھنے، نقل و نسی، سیرہ بنی، اپنی ارادہ کی وجہ غیرہ خواہات کے تحت محتوں کے ذریعے طلبہ کی قوت مشاہدہ، قوت تخلیق اور قوت عمل پر زور دیا گیا ہے۔ عومنا آئیے زبان یکیں کے تحت خوشیوں کے اچانک آسان زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ زبان کی افہام و تفہیم، نئے الفاظ برداشت، روزمرہ اور مجاہوروں کا استعمال کرننا اور قواعد کے بارے میں اگنی پیدا کرنا ان مقاصد کے تحت مسافت بخش اور آسان زبان میں درسی کتاب میں معاویہ شامل کیا گیا ہے۔ ماحولیات کے تینی ذمہ داری، اخلاقی اقدار، قومی یکجہتی اور جب الٹھی جیسے جذبات کو پرداں چڑھانے کے لیے کافی مواد دیا گیا ہے۔ تصویریوں کا مشاہدہ، ان پر بات چیت اور ان کے بارے میں خود کے خیالات کا انہصار کرنے سے طلبہ میں علمی شعور بیدار ہو گا۔ طلبہ اور خود مضمون نویسی کریں، ذاتی خیالات کا انہصار کریں اس مقصد کے تحت متنوع سوالات اور سرگرمیاں درسی کتاب میں شامل کی گئی ہیں۔

زینظر درسی کتاب میں ماحولیات سے متعلق متن بھی شامل ہے۔ درس و تدریس کے دوران استاذہ اس امر کو مطلع رکھیں کہ جماعت میں جو کچھ سکھایا جائے، وہ اسکو سے باہر کی دنیا اور روزمرہ زندگی کے معاملات سے لازم طور پر مربوط ہو۔

کتاب کوچی الامکان معیاری اور بے عیب بنانے کے لیے اس کا مسودہ مہاراشٹر کے مختلف علاقوں کے منتخب اساتذہ، ماہرین تعلیم اور ماہرین زبان کی خدمت میں تبدیل کے لیے پیش کیا گیا تھا۔ ان کے پیش کردہ مشوروں اور متجاویز کی روشنی میں مسودے میں ضروری ترمیم کر کے اسے قطعی شکل دی گئی ہے۔ اس موقع پر ادارہ اردو سالانی کمپنی کے ان تمام اراکین کا شکریہ ادا کرنا پناہ فرض سمجھتا ہے جو اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں خلوص و تندی سے مصروف رہے اور کتاب کی تیاری کے ہر پہلو سے ولی طور پر دوست رہے۔ اسی طرح ان تمام ماہرین تعلیم، اساتذہ، مصوروں، مجلس ادارت اور مجلس مشاورت کا بھی ادارہ تدوین سے شکرگزار ہے جن کے تعاون سے یہ کتاب پایۂ تخلیق کو پہنچی ہے۔ موقع ہے کہ طلبہ، اساتذہ اور سرپرست اس کتاب کا خیر مقدم کریں گے۔

(ڈاکٹر سینیل مگر)

ڈائرکٹر

مہاراشٹر راجہیہ پاٹھیہ پتک زمتوں وابھیاس کرم سنشوڈھن منڈل، پونہ-۳

پونہ-
تاریخ: ۱۹ مئی ۲۰۱۶ء
بھارتی سور: ۱۹/رویش کھ، ۱۹۳۸ء

- | | |
|--|--|
| (صدر) | ڈاکٹر سید حبیب نیشیط |
| (مہمان رکن) | محمد حسن فاروقی |
| (رکن) | سلیم شہزاد |
| (رکن) | سلام بن رزاق |
| (رکن) | احمد اقبال |
| (رکن) | ڈاکٹر قمر شریف |
| (رکن) | مشتاق بوجکر |
| (رکن) | ڈاکٹر محمد اسد اللہ |
| (رکن) | نیگم ریحانہ احمد |
| (رکن) | فارقوق سید |
| خان نوید الحق انعام الحق (رکن سکریٹری) | خان نوید الحق انعام الحق (رکن سکریٹری) |

Co-ordinator :

Khan Navedul Haque Inamul Haque
Special Officer for Urdu, Balbharati

D.T.P. & Layout

Sayyed Asif Nisar,
Yusra Graphics,
Shop No. 5, Anamay Building,
305, Somwar Peth, Pune - 411 011

Artist:

Shri Rajendra Girdhari

Cover:

Smt. Reshma Barve

Production:

Shri Sachitanand Aphale,
Chief Production Officer
Shri Sachin Mehta, Prod. Officer
Shri Nitin Wani, Assistant Prod. Officer

Paper:

70 GSM Maplitho

Print Order :

N/PB/2021-22/5,000

Printer :

M/S. SOHAIL ENTERPRISES,
THANE

Publisher :

Shri Vivek Uttam Gosavi

Controller

M.S. Bureau of Textbook Production,

Prabhadevi, Mumbai - 400 025

بھارت کا آئین

تمہید

ہم بھارت کے عوام متأنٰت و سنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بھارت کو
ایک مقدار سماج وادیٰ غیر مددی عوامی جمہوریہ بنائیں
اور اس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں:
النصاف، سماجی، معاشی اور سیاسی؛
آزادی خیال، اظہار، عقیدہ، دین اور عبادت؛
مساوات بے اعتبارِ حیثیت اور موقع،
اور ان سب میں
اُنخوت کو ترقی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور
سامیکشیت کا تیلّن ہو؛
اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھپیں نومبر ۱۹۴۹ء کو یہ آئین
ذریعہ ہذا اختیار کرتے ہیں،
وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

راشٹر گپت

جن گن من - ادھ نایک جیہے ہے
بھارت - بھاگیہ و دھاتا۔

پنجاب، سندھ، گجرات، مراٹھا
در اوڑ، اُتکل، بندگ،

وِندھیہ، ہماچل، یمنا، گنگا،
اُچھل جل دھ تر نگ،

تو شہنامے جاگے، تو شہنامہ شس ماگے،
گا ہے تو جیہے گا تھا،

جن گن منگل دایک جیہے ہے،
بھارت - بھاگیہ و دھاتا۔

جیہے ہے، جیہے ہے، جیہے ہے،
جیہے جیہے جیہے، جیہے ہے۔

عہد

بھارت میرا ملک ہے۔ سب بھارتی میرے بھائی اور بھینیں ہیں۔

محھے اپنے وطن سے پیار ہے اور میں اس کے عظیم و گوناگوں ورثے پر
فخر محسوس کرتا ہوں۔ میں ہمیشہ اس ورثے کے قابل بننے کی کوشش کروں گا۔

میں اپنے والدین، استادوں اور بزرگوں کی عزت کروں گا اور ہر ایک
سے خوش اخلاقی کا برداشت کروں گا۔

میں اپنے ملک اور اپنے لوگوں کے لیے خود کو وقف کرنے کی قسم کھاتا
ہوں۔ اُن کی بہتری اور خوش حالی ہی میں میری خوشی ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ

- * تعلیمی سال کے آغاز پر ابتدائی جانچ کے ذریعے بچوں کی ذہنی سطح کا تعین کریں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے حسب ضرورت تمام بچوں کی اس طرح تربیت کریں کہ ان میں مطلوبہ استعداد پیدا ہو جائے۔
- * درسی کتاب کا ایک اہم مقصد زباندانی ہے۔ اسبق کی تدریس سے قبل اس سے واقفیت حاصل کریں۔ کتاب کی ابتداء میں دیے ہوئے نصاب میں آموزش کے حاصل / مطلوبہ استعداد کی نشاندہی کی گئی ہے۔
- * اس کتاب کے اسبق کو چار اکائیوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر اکائی میں نظم اور نثر کے اسبق شامل کیے گئے ہیں۔ کون سے ماہ کس اکائی کی تکمیل کی جائے گی، اسے واضح کیا گیا ہے۔ اساتذہ اپنی سہولت کے مطابق اسبق کی مہانہ تقسیم میں تبدیلی کرنے کے مجاز ہیں۔
- * اسبق کی تکمیل سے مراد بچوں میں مطلوبہ استعداد کا حصول ہے۔ بچوں میں ہر استعداد کا حصول زیادہ سے زیادہ ہو، اس کے بعد ہی دوسرا سبق شروع کرنا یہتر ہو گا۔
- * بچوں میں غور و فکر کی عادت ڈالنے اور سبق کی جانب رغبت دلانے کے لیے بعض اسبق سے پہلے مفہوم و موضوع سے متعلق کچھ مواد اور تصویریں تمہید کے طور پر شامل کی گئی ہیں۔ ان کے تعلق سے سوالات دیے گئے ہیں۔ ان سوالات کا مقصد بچوں میں زبان کی تفہیم اور گفتگو کرنے کی صلاحیتوں کو فروغ دینا ہے۔ اس تمہید کو "پہلی بات" کی ذیلی سرخی دی گئی ہے۔ "جان پچان" کی سرفی کے تحت شاعر یادیب کا تعارف کرایا گیا ہے۔
- * جن الفاظ کے معنی بچے نہیں جانتے، وہ انھیں دوسروں سے معلوم کریں یا اساتذہ خود انھیں لغت کے ذریعے معنی تلاش کرنے کی ترغیب دیں۔ درسی کتاب کے ہر سبق کے بعد سبق میں آنے والے مشکل الفاظ کے معنی و اشارات کی فہماش کردی گئی ہے۔ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ بچے ہر صورت انفرادی طور پر سبق کا مطالعہ کریں۔
- * سبق کی نوعیت کے مطابق اساتذہ تدریسی حکمت عملی کا انتخاب کریں۔ تدریسی طریقہ کوئی بھی ہو مگر بچوں کو سوال کرنے کا موقع فراہم کرنا اور سبق میں تمام بچوں کی شرکت کو ممکن بنانا اہم ہے۔
- * درسی کتاب کی کہانیوں کی تدریس کے وقت کہانی کا کچھ حصہ اس طرح بیان کیا جائے کہ باقی حصہ بچے اپنے طور پر سمجھنے کی کوشش کریں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے اور ان میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے ان سے کہانی کا مطالعہ کروایا جائے۔
- * اساتذہ بچوں کو ایسا موقع فراہم کریں کہ وہ اسبق کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں۔ ان کے اظہار خیال کو رد نہ کیا جائے، نیز ان کی بیان کی ہوئی خوبیوں اور خامیوں کا صبر و تحمل کے ساتھ تجزیہ کریں۔ مختلف زاویوں سے بچوں کو سوچنے کا موقع دین مثلًا سبق میں بیان کردہ حالات میں اگر وہ ہوتے تو کیا کرتے؟
- * تدریسی و اکتسابی سرگرمیوں کے بعد مشقتوں کا اہتمام حسب ذیل طریقے پر کرنا مناسب ہے:
- .i. ایک جملے والے جواب پورے جملے میں بولے اور لکھوائے جائیں۔ اسی طرح دیگر سوالوں کے جواب بھی پورے جملوں میں

لکھوائیں۔

.ii پہلی بار مشتوں کے لیے الگ الگ عنوانات کے تحت ذیلی سرخیاں قائم کی گئی ہیں جن کا مقصد بچوں کی ڈنی صلاحیتوں کو فروغ دے کر ان کے لسانی اور جمالياتی ذوق کو پروان چڑھانا ہے۔ ان کے علاوہ ذیلی سرخیوں کا مقصد متعلقہ مشتوں کی وضاحت بھی ہے۔

.iii مشق کا اہتمام اجتماعی سرگرمی کے طور پر کیا جائے۔

.iv اجتماعی بحث کے بعد مشقیں انفرادی طور پر حل کروائیں۔

.v سوالوں کے جوابات تمام بچوں سے اخذ کیے جائیں، غلطیوں کی صحیح کو انفرادی طور پر لکھوائیں۔

.vi تعلیمی سرگرمیوں / منصوبوں کے بارے میں بچوں کو آگاہ کریں اور عملی طور پر گروپ میں ان کی تکمیل کروائیں۔ مشتوں میں ”تلاش و جستجو“ اور ”خود آموزی“ کے تحت سرگرمیاں ہی شامل کی گئی ہیں۔ اس بات کو ذہن نشین رکھ کر منصوبوں اور سرگرمیوں کے لیے مدرسے کی لائبریری کا زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جائے۔ منصوبوں کی نمائش کا اہتمام ضروری ہے۔ منصوبوں کو مدرسے کی لائبریری میں محفوظ رکھیں۔

.vii آئیے زبان یا صحیح، کے تحت قواعد کے بعض تصورات کو آسان تر زبان میں سمجھایا گیا ہے۔ ان پر دی گئی مشقیں حل کرنے سے قبل بچوں کو سمجھانے کے لیے زیادہ سے زیادہ مثالیں دیں۔ اس کے بعد طلبہ کو اس بات کی ترغیب دی جائے کہ وہ انفرادی طور پر زبان کے ایسے ہی دوسرے جملے بنائیں۔

* اساتذہ مختلف تعلیمی، علمی، سیاحتی، سائنسی، معلوماتی وغیرہ اردو / انگریزی ویب سائٹس کے بارے میں طلبہ کو معلومات فراہم کرتے رہیں۔ انگریزی / مراثی کے دو تین آسان اقوال کا اردو میں ترجمہ کروائیں۔ اقدار کی تعلیم کے تحت اس باق کی مناسبت سے اقدار کی نشاندہی کریں۔

* بعض اس باق کے اختتام پر ”کیا ہم یہ کر سکتے ہیں؟“ عنوان کے تحت جانچ کے لیے سوالات دیے ہوئے ہیں۔ یہ سوالات بچوں کے لیے ہیں تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں کا اندازہ لگا سکیں اور انھیں اپنے لفظوں میں واضح کر سکیں۔ اس کے بعد جس مطلوبہ تعلیمی استعداد میں بچے زیادہ کمزور ہوں، اسے دور کر کے مطلوبہ معیار تک لانے کی کوشش کی جائے۔

* جس سبق کی تدریس کی جا رہی ہو، اس کی مناسبت سے درج ذیل تعلیمی قدروں پر مباحثہ کروائیں مثلاً انسانی و اخلاقی اقدار، تہذیب و تمدن، وطن دوستی، مساوات، انسانیت، سائنسی نقطہ نظر، ماحول کا تحفظ، خصوصی توجہ کے مستحق بچوں سے ہمدردی وغیرہ کے لیے طلبہ کے بر塔اؤ میں تبدیلی کی کوشش کریں۔

* مسلسل اور ہمہ جہت جانچ کے تحت استعداد کے مطابق بچوں کی ترقی درج کرتے رہیں۔ اکتوبر اور اپریل کے مہینوں میں میقاتی جانچ منعقد کریں۔

* بچوں سے روزانہ ڈائری لکھوائیں، اس کے لیے ان کے پاس ایک بیاض ہونی چاہیے۔ مطالعہ کی گئی کتابوں، سننے ہوئے اس باق، تعلیمی سرگرمیوں اور منصوبوں کی بنیاد پر ڈائری لکھنے کا بچوں کو پابند نہیں۔ ان کو اپنے خیالات و احساسات کا اظہار تحریری طور پر کرنے کی خصوصی ترغیب دیں۔ حسب موقع طلبہ کو مختلف موضوعات دے کرنی البدیہہ تقریر کے موقع بھی فراہم کریں۔

چھٹی جماعت کی درسی کتاب کا خاکہ

چھٹی جماعت کے لیے اردو زبان کے نصاب اور صلاحیتوں کی بنیاد پر یہ درسی کتاب تیار کی گئی ہے۔ اس میں زبان کی بنیادی صلاحیتوں اور ماحول سے متعلق عوامل کی تعلیم کے لیے زبان و ادب سے نتھی اور منظوم اصناف شامل کی گئی ہیں۔ ان اصناف میں کہانیاں، مضامین، نظمیں اور ڈراما وغیرہ شامل ہیں جن کی لسانی تدریس میں بعض ایسے موضوعات کا خیال رکھا گیا ہے جو قوی، تہذیبی، انسانی اور تعلیمی مقاصد کی تکمیل کرنے والے ہیں۔ ان موضوعات میں انسانی سماجی زندگی کی بہت سی اقدار کا احاطہ بھی کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ طلبہ کی زندگی کے بعض عملی، طبعی اور ذاتی عوامل کی تکمیل و ترقی بھی اس نصاب کا خاص مقصد ہے۔ اس باقی کی تدریس سے پہلے نصاب کا بغور مطالعہ کر لینا ضروری ہے تاکہ مقصد اور حاصل مقصد میں مطابقت ہو سکے۔

درسی کتاب کی نتھی و منظوم مشمولات میں زبان دانی کے ساتھ درج ذیل موضوعات کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔

۱۔ گاؤں کی زندگی

۲۔ سماجی اور اخلاقی قدروں کا فروغ

۳۔ حب الوطنی کے جذبے کو پروان چڑھانا اور قومی شخصیات کی معلومات

۴۔ موسمیات اور ماحولیات

۵۔ تفریح اور سائنسی معلومات

۶۔ عزم اور خود اعتمادی کی ترغیب

۷۔ طنز و مزاح

درج بالا موضوعات کے ذریعہ ایمانداری، سچائی، تعاون، عزت، معدودروں کے ساتھ برابری کا سلوک، مساوات، مردوزن، وقت کی پاپندی، بھائی چارہ، ہمدردی وغیرہ اقدار کی تعلیم بھی دی جاسکتی ہے۔

قدر پیاری:

درسی کتاب میں طلبہ کی صلاحیتوں کی جانچ کے لیے زبانی، تحریری اور تقویضی طریقے استعمال کیے جائیں۔

طلبہ کی معلومات اور صلاحیتوں میں اضافے کے لیے مستقل جانچ پر زور دیا جائے۔

کمزور طلبہ کی قدر پیاری کے لیے معالجاتی طریقے اپنائے جائیں۔

قدر پیاری میں والدین اور سرپرستوں کی شرکت کو ضروری قرار دیا جائے تاکہ ان کے ذریعے کی گئی جانچ کے نتائج کو استاد اپنے اندر اچانکہ بنا سکے۔

قدر پیاری کے روایتی طریقوں کے ساتھ ہی ان میں تنوع کا بھی خیال رکھا جائے۔

آموزشی ماحصل - جماعت ششم (اردو زبان)

آموزشی ماحصل

و رس میں تجویز کردہ تعلیمی ملک

<p>● ڈی / ڈی وی ڈی کے ذریعے منابع کو سنبھالتے ہے۔ خدا کی صفات سے واقعہ ہوتا ہے۔ مناجات کو تحریت اور ترمیم سے پڑھتا اور سنتا ہے۔</p> <p>● پسندیدہ مدعا بحث، دعا تلاش کے پڑھنا۔</p>	<p>● 06.04.01</p> <p>● ڈی وی ڈی کے ذریعے منابع کو سنبھالتے ہے اور بیان کرتا ہے۔</p>
<p>● عظیم شخصیتوں کی سیرت کا مطالعہ کرنا۔ بیان اور گفتگو میں سچے زبان کا استعمال کرنا۔ پسندیدہ شخصیت سے متعلق مضمون تحریک رکنا۔</p> <p>● تعلیم کا خالصہ تحریر کرنا۔ سچے اتفاق اور اوان کے استعمال پر فوجو کرتا ہے۔</p>	<p>● 06.04.02</p> <p>● عظیم شخصیتوں کے معنی و مطلب پر بحث ہے۔ حضرت عمر بن سعید، شیخ حنفی ایسا سائنسی معلومات حاصل کرتا ہے۔ معلومات سے متعلق انہیں</p>
<p>● مخصوصیاتی تعلیم سے لطف انداز ہوتا ہے۔ تعلیم کی مدد سے پھر فرمائی و سائنسی معلومات حاصل کرتا ہے۔ معلومات سے متعلق انہیں</p> <p>● خیال کرتا ہے۔ تحریر کرتا ہے۔ شعر کا طلب بیان کرتا ہے۔ فخر کر کے وجہ تھا ہے۔ منظر کرتا ہے۔ مصروف کو شر میں لکھتا ہے۔</p>	<p>● 06.04.03</p> <p>● تحریک آزادی کی لڑائی میں ماں اہم بیویوں کی شمولیت سے واقعہ ہوتا ہے۔ جنر جب الوظی سے تحریر کیا ہے۔ خلافت تحریک کی سرگرمیوں کو جانتا ہے۔ کہانی سے شخصیت کا خاکہ بھرتا ہے۔ جو بہبیں آزادی کی کوششوں کا جائزہ لیتا ہے۔</p>
<p>● چاند اول سے محبت کا جہاں پر بیان پڑھتا ہے۔ تعلیم کے ہم صورت الفاظ سے لطف اٹھاتا ہے۔ تلمذ کو ترمیم سے پڑھتا اور سنتا ہے۔</p> <p>● کاملا حصہ بینا کرتا ہے۔ اشاعت کو تحریر میں تجویں کرتا ہے۔ فطرت کے نظاروں پر مشتمون لکھتا ہے۔</p>	<p>● 06.04.04</p> <p>● چاند اول سے محبت کا جہاں پر بیان پڑھتا ہے۔ تلمذ کے ہم صورت الفاظ کی جو بیان ہاتا ہے۔ ایک بیوی کو اپنے تحریر میں تجویں کرتا ہے۔</p>
<p>● ادب کی صفت طنز و مجاز سے تعارف ہوتا ہے۔ بر سات کی پیشانیوں کو پڑھ کر لطف انداز ہوتا ہے۔</p> <p>● موسیمات کی اطلاع پر گفتگو کرنا۔ امیریت / ای وی سے موسیم کا خاموش مطلاع / بلند خوانی کرنا۔ موسم میں متعلق بجروں / الحکم</p>	<p>● 06.04.05</p> <p>● بیان / رحمت ہے یا زحمت، پیشمنون پڑھ کر کرنا۔ دری میں کھانے کا خاموش مطلاع / بلند خوانی کرنا۔ موسم میں متعلق بجروں / الحکم</p>
<p>● موسیمات کی اطلاع پر گفتگو کرنا۔ امیریت / ای وی سے موسیم سے متعلق معلومات حاصل کرتا ہے۔</p> <p>● میں افلاط کے معنی تلاش کر کے لکھتا ہے۔ یہ میں موسم کے موقع پتھر پر پریش کرنا۔ موسم کی ظہر پر مضمون لکھتا ہے۔</p>	<p>● 06.04.06</p> <p>● میں افلاط کے معنی تلاش کر کے لکھتا ہے۔ خواہیں کی ادائیگی پر یہی تحریر کی ایامت و عظمت سے متاثر ہوتا ہے۔</p>
<p>● میں افلاط کے معنی تلاش کر کے لکھتا ہے۔ خیالات کو تحریر کرتا ہے۔ خواہیں کی ادائیگی پر یہی تحریر کی ایامت و عظمت سے متاثر ہوتا ہے۔</p> <p>● میں افلاط کے معنی تلاش کر کے لکھتا ہے۔ خیالات کو تحریر کرتا ہے۔ خواہیں کی ادائیگی پر یہی تحریر کی ایامت و عظمت سے متاثر ہوتا ہے۔</p>	<p>● 06.04.07</p> <p>● میں افلاط کے معنی تلاش کر کے لکھتا ہے۔ خیالات کو تحریر کرتا ہے۔ خواہیں کی ادائیگی پر یہی تحریر کی ایامت و عظمت سے متاثر ہوتا ہے۔</p>
<p>● میں افلاط کے معنی تلاش کر کے لکھتا ہے۔ خیالات کو تحریر کرتا ہے۔ خواہیں کی ادائیگی پر یہی تحریر کی ایامت و عظمت سے متاثر ہوتا ہے۔</p> <p>● میں افلاط کے معنی تلاش کر کے لکھتا ہے۔ خیالات کو تحریر کرتا ہے۔ خواہیں کی ادائیگی پر یہی تحریر کی ایامت و عظمت سے متاثر ہوتا ہے۔</p>	<p>● 06.04.08</p> <p>● میں افلاط کے معنی تلاش کر کے لکھتا ہے۔ خیالات کو تحریر کرتا ہے۔ خواہیں کی ادائیگی پر یہی تحریر کی ایامت و عظمت سے متاثر ہوتا ہے۔</p>
<p>● میں افلاط کے معنی تلاش کر کے لکھتا ہے۔ خیالات کو تحریر کرتا ہے۔ خواہیں کی ادائیگی پر یہی تحریر کی ایامت و عظمت سے متاثر ہوتا ہے۔</p> <p>● میں افلاط کے معنی تلاش کر کے لکھتا ہے۔ خیالات کو تحریر کرتا ہے۔ خواہیں کی ادائیگی پر یہی تحریر کی ایامت و عظمت سے متاثر ہوتا ہے۔</p>	<p>● 06.04.09</p> <p>● میں افلاط کے معنی تلاش کر کے لکھتا ہے۔ خیالات کو تحریر کرتا ہے۔ خواہیں کی ادائیگی پر یہی تحریر کی ایامت و عظمت سے متاثر ہوتا ہے۔</p>
<p>● میں افلاط کے معنی تلاش کر کے لکھتا ہے۔ خیالات کو تحریر کرتا ہے۔ خواہیں کی ادائیگی پر یہی تحریر کی ایامت و عظمت سے متاثر ہوتا ہے۔</p> <p>● میں افلاط کے معنی تلاش کر کے لکھتا ہے۔ خیالات کو تحریر کرتا ہے۔ خواہیں کی ادائیگی پر یہی تحریر کی ایامت و عظمت سے متاثر ہوتا ہے۔</p>	<p>● 06.04.10</p> <p>● میں افلاط کے معنی تلاش کر کے لکھتا ہے۔ سبق کا حسل منہ مہرج کریں کرتا ہے۔ گفتگو میں تحقیق شمیر کا انتہا کرتا ہے۔</p>
<p>● میں افلاط کے معنی تلاش کر کے لکھتا ہے۔ سبق کا حسل منہ مہرج کریں کرتا ہے۔ گفتگو میں تحقیق شمیر کا انتہا کرتا ہے۔</p> <p>● وقت کی پیش کے لیے گھر کی ضرورت پر گفتگو کرنا۔ امیریت سے قدر ہر طرز کی گھریوں سے متعلق معلومات اور تصویریں</p>	<p>● 06.04.11</p> <p>● میں افلاط کے معنی تلاش کر کے لکھتا ہے۔ خیالات سے متعلق تہارے خیال کرننا۔ آم اور اس کی قسموں کو جملے میں شاشت کرنا۔</p>
<p>● میں افلاط کے معنی تلاش کر کے لکھتا ہے۔ خیالات سے متعلق تہارے خیال کرننا۔ آم اور اس کی قسموں کو جملے میں شاشت کرنا۔</p> <p>● تلمذ کو تمہارے بھائیوں کے جواب لکھنا۔ گھر کی کی پیشیت کو ظلم اور تحریر کی روشنی میں بیان کرننا۔ مصروفوں میں روزمرہ کی شاندی</p>	<p>● 06.04.12</p> <p>● میں افلاط کے معنی تلاش کر کے لکھتا ہے۔ خیالات سے متعلق تہارے خیال کرننا۔ میں فوجیوں اور اسٹریپوں میں فوجیوں بیان کرتا ہے۔</p> <p>● تلمذ کو ترمیم اور تحریر کرنے کے لفظوں کے معنی و مرادی معنی لکھنا۔ فوجیوں اور اسٹریپوں پر گفتگو کرنا۔ مونہار پہلوں سے متعلق</p>

اموزشی ملک

۱۰۷

فہرست



نمبر شمار						
اسباق						
صفحہ نمبر						
پہلی اکائی						
۱	جون	خواجہ لطیف احمد جرجیخ	دعا	نظم	مناجات	-۱
۳	جو لوائی	ڈاکٹر شرف الدین ساحل	اخلاق و سیرت	سوانح	حضرت عمر فاروقؓ	-۲
۸	جو لوائی	محمد حسین آزاد	ماحولیات	نظم	سورج کے فائدے	-۳
۱۱	جو لوائی	خواجہ احمد عباس	تحریک آزادی	کہانی	کھدر کا کافن	-۴
۱۶	اگست	جوش ملیح آبادی	حیوانات سے محبت	نظم	مری پیاری چڑیو	-۵
۱۸	اگست	محبتوں حسین	طزرو مزراح	مضمون	لو، آگئی برسات	-۶
دوسری اکائی						
۲۳	اگست	مولانا الطاف حسین حائل	سماجی شعور	نظم	اے ماو، بہنو، بیٹیو!	-۷
۲۶	ستمبر	ادارہ	قومی شخصیت	سوانح	ڈاکٹر ڈاکر حسین	-۸
۳۱	اکتوبر	جمال ناصر	علم کی اہمیت	نظم	کتاب	-۹
۳۲	نومبر	آصف فرنگی	معلومات	مضمون	گھڑی	-۱۰
۳۹	نومبر	علامہ محبوبی صدیقی	موسیقات	نظم	گرمی	-۱۱
۴۲	دسمبر	کرشن چندر	طزرو مزراح	کہانی	جادو گروں کا ایکشن	-۱۲
تیسرا اکائی						
۴۸	دسمبر	اکبرالله آبادی	اخلاقی رشتے	نظم	ہونہار بیٹا	-۱۳
۵۰	دسمبر	ادارہ	سیاحت	سفرنامہ	اوٹی کی سیر	-۱۴
۵۵	دسمبر	مسعود اختر جمال	محبت کی عظمت	نظم	یہ سنسار ہمارا ہے	-۱۵
۵۷	جنوری	خلیل الرحمن فرقہ	قومی تہذیب، عدل و انصاف	ڈراما	انصاف	-۱۶
۶۲	جنوری	ڈاکٹر محمد اقبال	حوالہ مندرجی	نظم	ایک بوند کی ہمت	-۱۷
۶۶	جنوری	پنڈت سدھن	قومی تہذیب، اخلاقیات	کہانی	اعتبار	-۱۸
چوتھی اکائی						
۷۱	جنوری	روش صدیقی	قدرتی منظر	نظم	شبشم	-۱۹
۷۳	فروری	ادارہ	عزم و خود اعتمادی	سوانح	ہیلین کیلر	-۲۰
۷۸	فروری	امتیاز علی تاج	مزاح	مضمون	چچا چھکلن نے تیار داری کی	-۲۱
۸۲	فروری	اسد اللہ خاں غالبہ	انشا	مکتبہ نگاری	خطوط	-۲۲
۸۹	ماਰچ	حفیظ جالندھری	حبُّ الوطن	نظم	ہندوستان ہمارا	-۲۳
۹۲	ماრچ	واجہہ تمیم	آزادی کی اہمیت	کہانی	بندرووازے	-۲۴
۹۸	ماრچ	ادارہ	خلائی سفر	مہم جوئی	ہندوستانی خلا باز خاتون	-۲۵

پہلی بات

حمد، مناجات اور دعا کی شاعری کا تعلق اللہ اور اس کے بندوں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان رکھنے والے اسی کو اپنا پروگرام
مانتے اور اسی کے سامنے اپنی حاجتوں کو پیش کرتے ہیں۔ اللہ نے بندوں سے خود کہا ہے کہ تم مجھے پکارو، میں تمھاری دعاؤں کو مستتا
ہوں۔ دعا ایک عبادت ہے اور بندے کا حق بھی کہ ضرورت اور مصیبت میں بندہ اللہ سے مدد مانگے۔ دعائیگے کا ایک سلیقہ ہے۔ اس میں بندہ اللہ
کے حضور اپنی عاجزی اور بے لیکی کو بیان کرتے ہوئے اور اپنی ضرورت منوانے کے لیے وہ اللہ کی تعریف و توصیف کرتا ہے، جو اللہ کا حق ہے۔
ذیل کی مناجاتی نظم میں شاعر نے بندے اور اللہ کے رشتے کو اسی سلیقے سے پیش کیا ہے۔

جان پہچان

اس مناجات کو خواجہ لطیف احمد جرجیح نے لکھا ہے۔ وہ ۱۸۸۵ء کو پانی پت میں پیدا ہوئے۔ پیالہ میں انہوں نے اعلیٰ تعلیم
حاصل کی۔ پھر روزگار کی تلاش میں وہ مہاراشٹر کے شہر امراویتی آئے اور محمدان اردو ہائی اسکول میں ملازمت کرنے لگے۔ ان کی
تعلیمی خدمات کی وجہ سے انھیں برار کا سرسیدہ کہا جاتا ہے۔ ان کی نصابی اور تدریسی کتابیں کافی مشہور ہوئیں۔ خواجہ لطیف احمد جرجیح کا انتقال
امراویتی میں ۱۹۳۱ء میں ہوا۔

پروردگارِ عالم ! سب سے بزرگ و برتر
دونوں جہاں میں تیرا کوئی نہیں ہے ہم سر
حاجت روا ہے تو ہی ، ربِ کریم سب کا
کم زور یا قوی ہوں ، سب کو ترا سہارا
بندے سبھی ہیں تیرے ، اعلیٰ ہوں یا کہ ادنی
ہر ذرے پر رواں ہے دنیا میں حکم تیرا
بندے سبھی ہیں تیرے ، اعلیٰ ہوں یا کہ ادنی
دے جس کو چاہے عزّت ، دے جس کو چاہے ذلت
آرذل کو کر دے افضل ، تیرا ہی دستِ قدرت
کم زور کو توانا تو چاہے تو جلا دے
ارذل کو کر دے افضل ، تیرا ہی دستِ قدرت
مُردوں کو ایک دم میں تو چاہے تو جلا دے
مایوسیوں کو دل سے تو ہی مٹانے والا
کم زور کو توانا تو چاہے تو بنا دے
اُفتادہ کو اٹھا کر تو نے کھڑا کیا ہے
پژمردہ کھیتیوں کو تو نے ہرا کیا ہے
اُفتادہ کو اٹھا کر تو نے کھڑا کیا ہے
آفت نمیں سکے جو ، وہ تو نے ٹال دی ہے
گرداب میں سے کشتنے کا نکال دی ہے
عزمت جو کھو چکے ہیں پھر دے ، جناب باری
گنبدت کو دُور کر دے ، ربِ علیٰ ہماری
فضل و کرم ہے تیرا دنیا میں عام سب پر
تو مجھ غریب پر بھی اک لطف کی نظر کر

خلاصہ کلام

اس نظم میں شاعر پہلے اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات اور خوبیاں بیان کرتا ہے۔ پھر انھیں کے حوالے سے کہتا ہے کہ اے اللہ! جس طرح تو اپنے بندوں کو مصیبتوں سے نکالتا اور ان پر اپنا فضل و کرم کرتا ہے اسی طرح میری بھی مناجات کو سن اور میری دعا قبول فرم۔

سہنما عزیز سے مزید یہ کہتا ہے کہ تو کم زور کو تو انابناتا ہے اور مردے کو زندگی عطا کرتا ہے۔ مایوسیوں سے نکال کر امید دلاتا ہے۔ فصلوں کو ہر بھرا کرتا ہے۔ شاعر یہاں اللہ تعالیٰ سے یہ بھی انجام کرتا ہے کہ اے اللہ! تو ہمیں ذلت سے نکال اور ہمارا شاندار ماضی لوٹادے۔ اے اللہ! تو بے انہصار حم کرنے والا ہے کہ بندے کی مناجات سن کر اس کی دعا ضرور قبول کرتا ہے۔

معنی و اشارات

مناجات	- ایسے کلمات جن میں انسان اپنی تکلیفیں بیان کر کے انھیں دور کرنے کی اللہ سے دعا مانگتا ہے
پروردگارِ عالم	- دنیا کو پالنے والا، مراد اللہ تعالیٰ
ہم سر	- برابری والا
حاجت روا	- ضرورتیں پوری کرنے والا، مراد اللہ تعالیٰ
ربِ کریم	- کرم کرنے والا رب
آرذل	- ذلیل، کم درجے کا
دستِ قدرت	- طاقت رکھنے والا ہاتھ، مراد اللہ تعالیٰ کی قدرت

مشق



کہ ایک جملے میں جواب لکھیے:

- ۱۔ اس نظم 'مناجات' کے شاعر کب اور کہاں پیدا ہوئے؟
- ۲۔ پہلے شعر میں شاعر نے اللہ کی کون سی خوبیاں بیان کی ہیں؟
- ۳۔ اللہ کن لوگوں کا سہارا ہے؟
- ۴۔ اللہ کا حکم کہاں کہاں چلتا ہے؟
- ۵۔ اللہ کا دستِ قدرت کیا کر سکتا ہے؟
- ۶۔ مردے کو جلانا سے کیا مراد ہے؟ نظم میں ایسا ہی ایک مصروع اور ہے، اسے تلاش کر کے اپنی جماعت میں سنائیے۔



ذیل میں دیے ہوئے الفاظ کے ہم معنی الفاظ لفظ گرداب میں ڈھونڈیے۔

- | |
|----------------------------|
| ۱۔ خدا (دوحمنی) |
| ۲۔ دھول (تین حرمنی) |
| ۳۔ دوسرا (تین حرمنی) |
| ۴۔ اس وقت (دوحمنی) |

وسعت میرے بیان کی



لطم سے ایسے مصرع لکھیے جن میں ذیل کا مفہوم ہو:

- ۱۔ تو سمجھی کی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔
- ۲۔ غریب امیر سمجھی تیرے بندے ہیں۔
- ۳۔ تو ٹوٹے ہوئے دلوں کی ہمت بندھاتا ہے۔
- ۴۔ تو پوری دنیا پر مہربان ہے۔



کیا ہم یہ کر سکتے ہیں؟



- | |
|---|
| ۱۔ میں مناجات کے کوئی چار اشعار سناسکتا / سکتی ہوں۔ |
| ۲۔ میں مناجات کے دواشعار کی تشریح کر سکتا / سکتی ہوں۔ |
| ۳۔ میں اللہ تعالیٰ کے کچھ نام بتا سکتا / سکتی ہوں۔ |

سرگرمی / منصوبہ:

- ۱۔ اپنے استاد / سرپرست سے معلوم کیجیے کہ گرداب کیسے بنتے ہیں۔
- ۲۔ اپنے استاد / سرپرست سے معلوم کیجیے کہ 'کھوئی ہوئی عظمت' سے شاعر کی کیا مراد ہے؟



پہلی بات

پانچوں جماعت میں آپ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی زندگی کے کچھ حالات سے واقف ہو چکے ہیں۔ آپ لفظ خلیفہ کے معنی بھی جانتے ہیں۔ اسلام کے ابتدائی زمانے میں جب مسلمانوں کی تعداد بڑھ رہی تھی اور اسلام مکہ عرب سے انکل کر ایران، مصر اور اسپین جیسے دور دراز ملکوں میں پھیل چکا تھا، ایسے حالات میں اسلامی حکومت کو مسلمانوں کے قبضے والے تمام علاقوں میں سنبھالے رکھنا بہت ضروری تھا۔ حکومت کا یہ نظام حضرت محمدؐ کے بعد حضرت ابو بکرؓ سے قائم ہوا۔ اسلامی حکومت کے اس نظام کو خلافت کہتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے صرف ڈھائی سال خلافت کی۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کو خلیفہ بنایا گیا۔ یہاں ان کے اخلاق و عادات اور زندگی کے کچھ واقعات بتائے جارہے ہیں۔

جان پچان

اس سبق کے مصنف ڈاکٹر محمد شرف الدین ساحل ۱۹۳۹ء کو ناگپور میں پیدا ہوئے۔ اردو، فارسی اور عربی میں انہوں نے ایم۔ اے۔ کرنے کے بعد دو مرتبہ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ مختلف تعلیمی اداروں میں انہوں نے تدریس کی۔ تحقیق، تنقید، شاعری جیسی اصناف اور زبان و ادب کی تاریخ میں بھی انہوں نے بہت کام کیا ہے۔ ان موضوعات پر ان کی متعدد تصانیف شائع ہو چکی ہیں جنھیں کئی اعزازات بھی ملے ہیں۔ تازگی بجھوں کے لیے لکھی گئی ان کی نظموں کا مجموعہ ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ تھے۔ ان کے والد کا نام خطاب تھا۔ حضرت عمرؓ میں ملے میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے پہلوانی اور شہسواری کے فنون میں مہارت حاصل کی اور پڑھنا لکھنا بھی سیکھا۔ حضرت عمرؓ تجارت کرتے تھے۔ تجارت کے سلسلے میں انہوں نے دوڑ دراز کے سفر کیے اور دولت کمانے کے علاوہ علم اور تجربہ بھی حاصل کیا۔

حضرت عمرؓ کا شمار عرب کے سرداروں میں ہوتا تھا۔ شروع میں عرب کے دوسرے سرداروں کی طرح انہوں نے بھی اسلام کی دعوت کو قبول نہیں کیا بلکہ اس کی شدید مخالفت کی لیکن اللہ نے حضرت عمرؓ کے دل کو پھیر دیا۔ چنانچہ حضرت محمدؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ جب دشمنوں کا ظلم و ستم حد سے بڑھ گیا تو اللہ کے رسولؐ نے بھرت کا حکم دیا۔ حضرت عمرؓ نے علانیہ ملے سے مدینہ بھرت کی۔

حضرت عمر فاروقؓ نے مدینے میں بھی حضرت محمدؐ کا ہر موقع پر ساتھ دیا اور اسلام کی حفاظت کے لیے تن من وہن کی بازی لگادی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کی مدت دس برس، پچھے مہینے اور چار دن ہے۔ ان کی خلافت کے دور میں اسلامی حکومت بہت وسیع ہو گئی تھی۔ اتنی بڑی حکومت کو سنبھالنے کے لیے انہوں نے ایک باقاعدہ نظام قائم کیا۔ مفتوحہ ملکوں کو صوبوں میں تقسیم کر کے ہر صوبے کے انتظام اور نگرانی کے لیے ایک عامل مقرر کیا۔ بیت المال، عدالت، آپاشی، فوج اور پولس کے ملکے قائم کیے۔ شہر آباد کروائے، نہریں لہدوائیں، مہماں خانے تعمیر کروائے، فوجی چھاؤنیاں بنوائیں، جیل خانے بنوائے، مردم شماری کروائی اور مکاتب قائم کیے۔ حضرت عمرؓ کی ہدایت پر صلاح و مشورے کے بعد بھرت کے واقعہ کو بنیاد بنا کر بھری کیلئہ رکی ابتداء کی گئی۔

حضرت عمرؓ کی خلافت میں اتنی آزادی تھی کہ عام لوگ بھی بے خوف ہو کر ان سے گفتگو کرتے اور اپنی ضرورتیں بیان کرتے تھے۔ حاجت مندوں کے لیے ان کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ مجاهدین کے گھروں پر جا کر خیریت معلوم کرتے، عورتوں کو بازار سے سودا سلف منگوانا ہوتا تو لادیتے، میدان جنگ سے ان کے نام خطوط آتے تو خود گھر جراحتیں پہنچاتے اور ان کو جواب بھجوانا ہوتا تو خود لکھ دیتے۔ وہ ناپینا، بیمار اور معذور لوگوں کے گھروں پر جا کر ان کے کام کر دیتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ لوگوں کو کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا ہے۔ حضرت عمرؓ اس کے پاس گئے اور آہستہ سے کہا کہ داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔ اس شخص نے رنجیدہ ہو کر کہا کہ ایک جنگ میں میرا دایاں ہاتھ جاتا رہا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کا دل بھر آیا۔ وہ اس کے برابر بیٹھ گئے اور کہنے لگے ”اسوس! تم کو خصوں کر رہا تھا ہو گا، تمھارا سر کون دھلاتا ہو گا، کپڑے کون پہناتا ہو گا؟“ پھر حضرت عمرؓ نے اس معذور شخص کے لیے ایک نوکر مقرر کر دیا اور معذور شخص کو تمام ضروری چیزیں مہیا کر دیں۔ انہوں نے نوکر کو ہدایت دی کہ تم اس شخص کی تمام ضرورتوں کا خیال رکھنا۔ اسے کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے۔

حضرت عمرؓ راتوں کو گشت کر کے لوگوں کا حال چال معلوم کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ گشت کرتے ہوئے مدینے سے تین میل دور پہنچے۔ دیکھا کہ ایک عورت کچھ پکاری ہے اور دو تین بچے بلکہ کر رور ہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے سب پوچھا تو عورت نے بتایا ”ان کو کئی وقت سے کھانا نہیں ملا ہے، انھیں بہلانے کے لیے میں نے پانی میں کنکر ڈال کر ہانڈی چوٹھے پر چڑھا دی ہے۔“ حضرت عمرؓ فوراً مدینہ آئے۔ بیت المال سے کھانے پکانے کی چیزیں لیں اور اپنے غلام اسلام سے کہا، ”اسے میری پیٹھ پر رکھ دو۔“ اسلام نے کہا، ”یہ سامان میں لیے چلتا ہوں۔“

حضرت عمرؓ نے فرمایا، ”کیا قیامت میں بھی میرا بوجھ تم اٹھاؤ گے؟“ چنانچہ خود ہی سب سامان لے کر پہنچے۔ اب اس عورت نے پکانے کی تیاری کی۔ حضرت عمرؓ نے خود چوٹھا پھونکا۔ کھانا تیار ہوا تو پچوں نے سیر ہو کر کھایا اور اچھلنے کو دنے لگے۔ حضرت عمرؓ دیکھتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ عورت کہنے لگی، ”خلیفہ تو تمھیں ہونا چاہیے تھا، نہ کہ عمر کو۔“

حضرت عمرؓ بدبیدہ ہو کر بولے ”اللہ میری غفلت کو معاف فرمائے۔ میں ہی عمر ہوں۔ تم بھی میری غفلت کو معاف کر دو کہ میں اتنے دن تمہاری حالت سے بے خبر رہا۔“

ایک مرتبہ تاجریوں کا ایک قافلہ مسجدِ نبوی کے باہر آ کر رکا۔ رات کو امیر المؤمنینؑ نے عبد الرحمن بن عوفؓ کو ساتھ لیا اور کہا ”آ، آج رات ان تاجریوں کے مال کی حفاظت کے لیے پہرہ دیں۔“ چنانچہ دونوں جلیل القدر صحابہؓ نے رات بھرتا جریوں کے مال کی حفاظت کی۔ تاجریوں کو علم بھی نہ ہوا کہ امیر المؤمنینؑ خود ان کے مال تجارت کی نگرانی کر رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ چاہتے تو اپنے سپاہیوں کو بھی حکم دے سکتے تھے مگر انہوں نے ایسا نہ کر کے دنیا کے حکمرانوں کے لیے ایک مثال قائم کر دی۔

حضرت عمرؓ بیت المال کی نگرانی بڑی دیانت داری سے کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ ان سے ملنے آئے تو دیکھا کہ وہ دیوانہ وار ادھر ادھر دوڑ رہے ہیں۔ آنے والوں کو دوڑ رہی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا ”تم بھی میرا ساتھ دو۔ بیت المال کا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے۔ تم تو جانتے ہی ہو کہ اس میں غریبوں کا حصہ ہے۔“

ایک شخص نے کہا، ”امیر المؤمنین! آپ کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں؟ کسی غلام کو حکم دیجیے وہ ڈھونڈ لائے گا۔“ فرمایا، ”مجھ سے بڑھ کر غلام کون ہو سکتا ہے؟“

حضرت عمر سادگی پسند تھے۔ ایک صحابی حضرت انس نے کہا ہے کہ اپنی خلافت کے زمانے میں بھی حضرت عمر نہایت سادہ زندگی گزارتے تھے۔ ان کے لباس پر کئی پیوند لگے ہوتے تھے۔ ایک دفعہ وہ لوگوں کے حالات جانے اور ان کی ضروریات معلوم کرنے کے لیے شام کے دورے پر گئے۔ ان کا غلام اسلم بھی ان کے ساتھ تھا۔ ان کی آمد کی خبر سن کر لوگ استقبال کے لیے جمع ہو گئے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو کوئی پہچان نہ سکا کہ آنے والے دوساروں میں خلیفہ کون ہے۔ اسلام نے جب اشارہ کیا تو لوگ انھیں پہچان سکے۔ لوگوں کو توقع نہیں تھی کہ ان کے خلیفہ اتنے سادہ لباس میں ہوں گے۔ وہ سمجھے ہوئے تھے کہ خلیفہ بادشاہ کی طرح جو دھج کر آئیں گے۔

ایک عظیم الشان حکومت کا خلیفہ ہونے کے باوجود حضرت عمر کی زندگی بے انتہا سادہ تھی۔ وہ معمولی سال بس پہنتے، بہت ہی سادہ غذا استعمال کرتے اور مسجد کے کسی بھی گوشے میں مٹی کے فرش پر لیٹ جاتے تھے۔ وہ تقویٰ، پرہیزگاری، حق پرستی، راست گوئی اور عدل و انصاف کا پیکر اور اسلامی اخلاق کا بہترین نمونہ تھے۔

ایک مجوسی فیروز ابوالؤز نے ۲۲۲ء میں حضرت عمر پر خبر سے اچانک حملہ کیا۔ زخم اتنا کاری تھا کہ وہ جانبرنہ ہو سکے۔ انھیں حضرت محمدؐ کے پہلو میں دفن ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

معنى و اشارات

جلیل القدر	- معزز، بڑے مرتبے والا	شہسواری	- گھوڑے کی سواری
عظیم الشان	- بڑی شان والا	دل کو پھیر دینا	- خیالات کو بدل دینا
تقویٰ	- خدا کا خوف	علامیہ	- ظاہر کرتے ہوئے
پرہیزگاری	- بُرائی سے بچنا	مفتوحہ	- فتح کیا ہوا
راست گوئی	- سچ بولنا	مردم شماری	- کسی علاقے میں رہنے والے افراد کی گنتی
پیکر	- پُتلا	مکاتب	- مکتب کی جمع، مدرسے
مجوسی	- زرتشت کو مانتے والے جو آگ کی پوچا کرتے ہیں	رجیدہ	- اُداس
کاری	- گہرا، مہلک، کام تمام کرنے والا	گشت کرنا	- حالات معلوم کرنے کے لیے چکر لگانا
جانبرنہ ہونا	- زندہ نہ رہ پانا	جاتا رہا	- یہاں مراد ضائع ہو گیا
		آبدیدہ ہونا	- آنکھ میں آنسو بھر آنا
		غفلت	- بنے خبری

مشق



کہ ایک جملے میں جواب لکھیے:

- ۱۔ مصنف نے بچوں کے لیے کون سی کتاب لکھی ہے؟
- ۲۔ مصنف نے ادب کی کتنی اصناف پر کام کیا ہے؟
- ۳۔ حضرت عمرؓ کے والد کا نام کیا تھا؟

۴۔ حضرت عمرؓ نے کن فنون میں مہارت حاصل کی؟

۵۔ حضرت عمرؓ کا پیشہ کیا تھا؟

۶۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کتنے عرصے تک رہی؟

کہ مختصر جواب لکھیے:

۱۔ حضرت عمرؓ کس طرح لوگوں کے کام آتے تھے؟

۲۔ معدود شخص کے لیے حضرت عمرؓ نے نوکریوں مقرر کیا؟

۳۔ حضرت عمرؓ کس طرح زندگی گزارتے تھے؟

کہ تفصیل سے لکھیے کہ خلافت کا کام چلانے کے لیے حضرت عمرؓ نے کیا نظام قائم کیا؟

کہ سبق میں سے دیکھ کر لکھیے:

حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ

کہ درج ذیل جملے کس نے کس سے کہے:

۱۔ ”ایک جنگ میں میرا دیاں ہاتھ جاتا رہا۔“

۲۔ ”اسے میری پیٹھ پر کھدو۔“

۳۔ ”تم بھی میری غفلت کو معاف کر دو۔“

کہ درج ذیل فقروں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

مہارت حاصل کرنا، حد سے بڑھ جانا، آبدیدہ ہونا، بے خبر رہنا، جانبرہ ہونا



کہ مندرجہ ذیل الفاظ پر غور کیجیے اور اسی طرح کے الفاظ سبق میں سے ڈھونڈ کر اپنی بیاض میں لکھیے:

امیر المؤمنین ، جلیل القدر



آئیے، زبان سیکھیں



استاد مختلف اقسام کے جملے اعادے کے طور پر
دے کر اسم عام، اسم خاص، فعل، فاعل،
مفقول، صفت ذاتی، صفت عردی، صفت
مقداری اور صفت نسبتی کی شناخت کروائے۔

سورج کے فائدے

محمد حسین آزاد

پہلی بات

کسی گاؤں میں ایک بڑھیا رہتی تھی، بڑی کھوٹ اور ضدی۔ اس کے پاس ایک مرغ اتھا جو روز صح بانگ دیتا، لگڑوں کوں، لگڑوں کوں۔ تھوڑی دیر بعد سورج طلوع ہوتا اور صح ہو جاتی۔ بڑھیا سوچتی کہ سورج تو میرے مرغے کے بانگ دینے سے نکلتا ہے۔ اگر میں اس کو گاؤں سے باہر لے کر چل جاؤں تو سورج کیسے نکلے گا؟ اُس نے گاؤں والوں سے کہا، ”میں اپنے مرغے کو لے کر جا رہی ہوں۔ جب یہ بانگ نہیں دے گا تو سورج نہیں نکلے گا۔ قب تم لوگ میری قدر کرو گے۔“ بڑھیا مرغے کو لے کر پاس کی پہاڑی پر چل گئی۔ رات گزر گئی اور صح وقت پر سورج طلوع ہوا۔ بڑھیا منہ لٹکائے لوٹ آئی۔ گاؤں والے اُس کی سادگی پر ہنسنے لگے۔ سوچ کر بتائیے کہ مرغے کے بانگ دینے اور سورج کے طلوع ہونے میں کیا تعلق ہے؟ سورج کی روشنی انسانوں، حیوانوں اور نباتات کے لیے ضروری ہے۔ ذیل کی نظم میں بتایا گیا ہے کہ سورج سے ہمیں کیا کیا فائدے ہوتے ہیں۔

جان پیچان

مولانا محمد حسین آزاد ۱۹۰۰ء کو جون ۱۸۳۱ء کو ولادتی میں پیدا ہوئے۔ انھیں بچپن سے شاعری کا شوق تھا۔ ان کے والد کا نام مولانا محمد باقر تھا جنہیں ۱۸۵۷ء میں قتل کے الزام میں انگریز حکومت نے شہید کر دیا۔ اُس واقعے کے بعد محمد حسین آزادی سے لکھنؤ اور پھر لاہور آگئے۔ ان کی قابلیت کو دیکھ کر انھیں گورنمنٹ کالج میں عربی اور فارسی کا پروفیسر مقرر کیا گیا۔ ”قصصِ ہند، آبِ حیات، اور دربار اکبری، اُن کی اہم کتابیں ہیں۔ آبِ حیات، اُن کی بہترین تصنیف مانی جاتی ہے جس میں اردو زبان کے مشہور شعرا کے حالات اور کلام کے نمونے درج ہیں۔ محمد حسین آزاد نے ۲۲ جنوری ۱۹۱۰ء کو لاہور میں وفات پائی۔

نکل آیا سورج بڑی دیر کا
ذرا آنکھ کھولو ، بہت دل چڑھا
انٹھو ، ہے یہ منہ ہاتھ دھونے کا وقت
نہ سواب ، نہیں ہے یہ سونے کا وقت
یہ سنتے ہی لڑکا ہوا اُنٹھ کھڑا
اوہیں ہاتھ منہ دھو کے حاضر ہوا
کہا باپ نے پھر بڑے پیار سے
یہ دُنیا میں کرتا بہت کام ہے
یہ نکلے تو دے دل ہمیں کام کو
یہ کرتا ہے چاروں طرف روشنی
اسی روشنی کا تو ہے نام دھوپ
پڑا کرتی سردی ہے جب زور کی
غرضیوں کو سردی میں بھاتی ہے یہ
پکائے اناجوں کی یہ کھیتیاں
نہ ہو یہ تو پھر ہے کہاں زندگی
جنھیں روز کھاتا ہے سارا جہاں
ہیں اس کی بدولت تو جیتے سبھی

خدا کی عنایت ہے ہم پر بڑی کہ سورج سی نعمت ہمیں اُس نے دی
کریں خوبیاں اس کی کیا ہم بیاں
خدا کی یہ قدرت کا ہے اُک نشان

سورج صبح کے وقت مشرق سے نکلتا ہے اور شام کو مغرب میں غروب ہو جاتا ہے۔ صبح سے شام تک کے وقت کو دن کہتے ہیں اور شام سے صبح تک کا وقت رات کہلاتا ہے۔ دن کے وقت چاروں طرف روشنی پھیل جاتی ہے۔ یہ روشنی ہمیں سورج سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی روشنی میں ہم اپنے روزانہ کے کام کرتے ہیں۔ سورج کی روشنی کو دھوپ بھی کہتے ہیں۔ سردی کے موسم میں یہ دھوپ بڑی بھلی لگتی ہے۔ انہج کے پکنے کے لیے دھوپ بہت ضروری ہے اور یہی انہج سارے انسانوں کی غذا ہے۔

خلاصہ کلام

معنی واشارات

- کی وجہ سے
- مہربانی

بدولت
عنایت

- دن نکلے ہوئے دریہ ہو جانا
وہیں - فوراً
بھانا - پسند آنا

مشق

ایک جملے میں جواب لکھیے:

محمد حسین آزاد کی بہترین تصنیف کا نام لکھیے۔

”ذرما آنکھ کھولو بہت دن چڑھا“..... یہ بات کس نے کی؟

لڑکے نے باپ کے سامنے حاضر ہونے سے پہلے کیا کیا؟

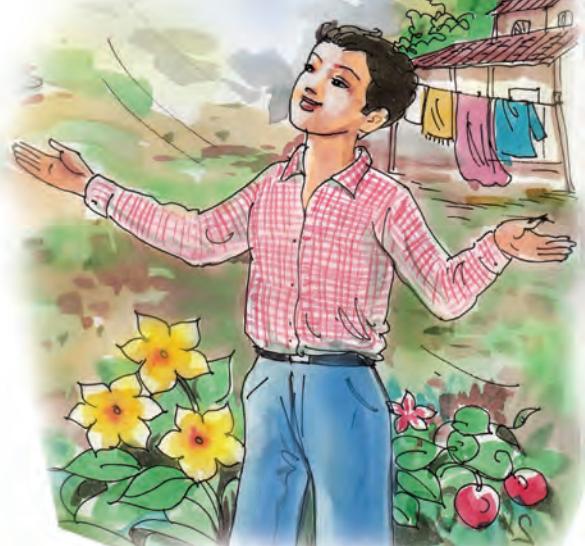
دھوپ کے کہتے ہیں؟

غریبوں کو سردی میں کیا بھاتا ہے؟

کس کی بدولت سب جی رہے ہیں؟

ہم پر خدا کی بڑی عنایت کون سی ہے؟

آپ صبح اٹھ کر سب سے پہلے کیا کرتے ہیں؟



غور کر کے بتائیے

خدا کی کون کون سی عنایتیں ہمیں نصیب ہیں؟

گروہ میں بات چیت کیجیے کہ اگر سورج طلوع نہ ہو تو کیا ہو گا؟

شاعر نے دھوپ کی کون سی خوبیاں بیان کی ہیں؟

کھجور سبق کی روشنی میں موزوں لفظ کا انتخاب کر کے خالی جگہ پر لکھیجی:

- ۱۔ سورج میں غروب ہوتا ہے۔ (سمدر، مغرب)
- ۲۔ غربیوں کو ٹھہر نے سے بچاتی ہے۔ (چاندنی، دھوپ)
- ۳۔ روشنی میں چیزیں دیتی ہیں۔ (دھانی، بُجھانی)

وسعت میرے بیان کی



کھجور ذیل کے مصرعوں کو ”نش“ میں لکھیجی:

- مثال - نظم :** یہ سنتے ہی لڑکا ہوا اٹھ کھڑا **نش** : یہ سنتے ہی لڑکا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔
- ۱۔ بڑے ہم کو دیتا یہ آرام ہے ۲۔ یہ دنیا میں کرتا بہت کام ہے ۳۔ پڑا کرتی سردی ہے جب زور کی ۴۔ جنھیں روز کھاتا ہے سارا جہاں ۵۔ خدا کی عنایت ہے ہم پر بڑی

ملاش و جستجو



کھجور نظم کی مدد سے نیچے دیے ہوئے لفظوں کی ضد لکھیجی:

غائب نفرت نقصان تاریکی چھاؤں

- کھجور** سورج کو خورشید بھی کہتے ہیں۔ بتائیے کہ ذیل کے لفظوں کو اور کیا کہتے ہیں؟
- ۱۔ چاند کو ۲۔ رات کو ۳۔ باپ کو ۴۔ خدا کو ۵۔ آسمان کو

کھجور ‘عنایت’ پاچ حرفی لفظ ہے۔ آپ ایسے پاچ حرفی لفظ لکھیجیں جن کے آخر میں ’ت‘ آتا ہو: (کوئی پانچ)



زور قلم

■ سورج کے طلوع ہونے کا منظر پانچ سطروں میں لکھیجیے۔

سرگرمی/منصوبہ :

- ۱۔ لاہوری جا کر اخبارات اور رسائل سے گرمی، سردی، برسات پر الگ الگ تین نظمیں تلاش کر کے اپنی بیاض میں لکھیجیے۔
- ۲۔ اپنے استاد سے معلوم کیجیے وہ کون سا خطہ ہے جہاں چھے مہینے کی رات اور چھے مہینے کا دن ہوتا ہے۔

آئیے، زبان سیکھیں



اس کے پاس ایک مرغ اخراجور وزحیج باغ دیتا؛ گلڑوں کوں۔

ایک دن محلے والوں نے دیکھا: نہ حکو کے کان میں بالیاں ہیں، نہ اس کے گلے میں ہنلی۔

ان جملوں میں ’؟‘ اور ’:‘ کے نشانات لگائے گئے ہیں۔ یہ نشانات جملے میں اس وقت لگائے جاتے ہیں جب جملہ پورا نہیں ہوتا اور اس کی تفصیل بیان کرنا ضروری ہوتا ہے۔

کھدر کا کفن

خواجہ احمد عباس

پہلی بات

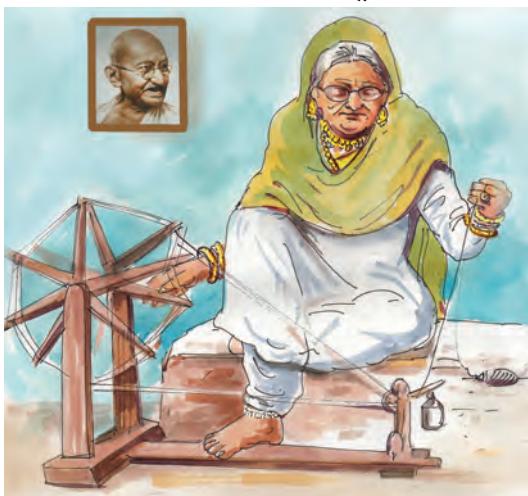
ہمارا ملک ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا۔ ملک کو آزادی دلاتے میں بڑی بڑی ہسٹیوں نے تو حصہ لیا لیکن عوام بھی اس جدوجہد میں پیچھے نہیں تھے۔ انہوں نے آزادی کے حصول کے لیے اپنی حیثیت کے مطابق تعاوں کیا۔ اس سبق میں ایک غریب بڑھیا کی آزادی کی چاہت کو بیان کیا گیا ہے جس نے وطن کی محبت میں آزادی کی جنگ کے لیے اپنی ساری پونچی قربان کر دی تھی۔ یہ پونچی اس کے بڑھاپے کا آخری سہارا تھی۔ اس کی خواہش تھی کہ مرنے کے بعد اسے کھدر کا کفن دیا جائے۔

جان پیچان

اس کہانی کے مصنف خواجہ احمد عباس خود ملک کی آزادی کی تحریک میں شامل رہے۔ عوامی جدوجہد کے تجربے کو انہوں نے بڑے مؤثر انداز میں لکھا ہے۔ خواجہ احمد عباس کے رجوب ۱۹۱۲ء کو پانی پت میں پیدا ہوئے۔ وہ طالب علمی کے زمانے ہی میں صحافت سے منسلک ہو گئے تھے۔ وہ کئی اخبارات کے صحافی رہے۔ بیس برس تک انہوں نے ہندی اور اردو ہفتہ وار بلڈنگ میں ‘آزاد قلم’ کے عنوان سے کالم لکھا۔ مصنف نے ۲۵ سال کی عمر ہی میں سمندری جہاز کے ذریعے سترہ ممالک کی سیر کی۔ اس سفر کی رواد مسافر کی ڈائری کے نام سے چھپ چکی ہے۔ انہوں نے ستر سے زائد کتابیں لکھیں۔ ان کی اہم کتابیں ‘زعفران کے پھول’، ‘میں کون ہوں؟’، ‘یہوں اور گلاب’، ‘منی دھرتی نے انسان’ ہیں۔ کیم جون ۱۹۸۸ء کو ممبئی میں اُن کا انتقال ہوا۔

تیس برس کی بات ہے جب میں بالکل بچھتا۔ ہمارے بڑوں میں ایک غریب بڑھی جلاہی رہتی تھی۔ اس کا نام تو حکیم ن تھا مگر لوگ اسے حکوہ کہہ کر پکارتے تھے۔ اس وقت شاید ساٹھ برس اس کی عمر ہوگی، وہ جوانی میں وِدھوا ہو گئی تھی اور عمر بھرا پنے ہاتھ سے کام کر کے اس نے اپنے بچوں کو پالا تھا۔ بڑھی ہو کر بھی وہ سورج نکلنے سے پہلے اٹھتی تھی، گرمی ہو یا جاڑا۔ ابھی ہم اپنے لحافوں میں دُبکے پڑے ہوتے کہ اس کے گھر سے چکی کی آواز آنی شروع ہو جاتی۔ دن بھر وہ جھاڑا و دیتی، چرخہ کاتتی، کپڑا اُبنتی، کھانا پکاتی، اپنے لڑکے لڑکیوں، پتوں اور نواسوں کے کپڑے دھوتی۔ اس کا گھر بہت ہی چھوٹا تھا۔ ہمارے اتنے بڑے آنکن والے گھر کے مقابلے میں وہ جو تے کے ڈبے جیسا لگتا تھا۔ دو کوٹھریاں، ایک پتلا سادا لان اور نام کے واسطے دو تین گز لمبا صحن مگروہ اسے اتنا صاف سترہ اور ایسا لپاپتا رکھتی تھی کہ سارے محلے میں مشہور تھا کہ حکو کے گھر کے فرش پر کھلپیں بکھیر کر کھا سکتے ہیں۔

صحح سوریے سے لے کر رات گئے تک وہ کام کرتی تھی۔ پھر بھی جب کبھی حکو ہمارے گھر آتی، ہم اسے ہٹا شیش بیٹاش ہی پاتے۔ بڑی ہنس مکھ تھی وہ۔ مجھے اس کی صورت اب تک یاد ہے۔ گہر اسانو لا رنگ جس پر اس کے سفید بگلا سے بال خوب کھلتے تھے۔ اس کی کاٹھی بڑی مضبوط تھی۔ اس کی کمر مرتے دم تک نہیں جھکی۔ آخری دنوں میں اس کے کئی دانت ٹوٹ گئے تھے جس سے بولنے میں پوپلے پن کا انداز آگیا تھا۔ وہ ہمیں چنوں اور پریوں کی کہانیاں سناتی۔ اپنا سارا کار و بار خود چلا تی تھی۔ حکو پڑھی لکھی بالکل نہیں



تھی، نہ اُس نے عورتوں مردوں کی برابری کا اصول سنا تھا۔ پھر بھی حکونہ کسی مرد سے ڈرتی تھی نہ کسی امیر، رئیس، افسر یا داروغہ سے۔

حکو نے عمر بھر محنت کر کے اپنے بال بچوں کے لیے تھوڑے بہت پیسے جمع کیے تھے۔ بے چاری نے تو بینک کا نام بھی نہ سنا تھا۔ اس کی ساری پونچی جو شاید سود و سور و پے ہو، چاندی کے گھنوں کی شکل میں اس کے کانوں، گلے اور ہاتھ میں پڑی ہوئی تھی۔

چاندی کی بالیوں سے اُس کے بھنکھے ہوئے کان مجھے اب تک یاد ہیں۔ ان گھنوں کو وہ جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتی تھی کیوں کہ یہی اس کے بڑھاپے کا سہارا تھے مگر ایک دن سب محلے والوں نے دیکھا: نہ حکو کے کان میں بالیاں ہیں، نہ اس کے گلے میں ہنسی، نہ اس کے ہاتھوں میں کڑے اور چوڑیاں، پھر بھی اس کے چہرے پر وہی پرانی مسکراہٹ تھی اور کمر میں نام کو خم نہیں۔

ہوا یہ کہ ان دنوں مہاتما گاندھی، علی برادران کے ساتھ پانی پتا آئے۔ ہمارے نانا کے مکان میں انھوں نے تقریں کیں سوراج کے بارے میں۔ حکو بھی ایک کونے میں پیٹھی سنتی رہی۔ بعد میں چندہ جمع کیا گیا تو اُس نے اپنا سارا زیور اُتار کر اُن کی جھوٹی میں ڈال دیا۔ اُس کی دیکھا دیکھی اور عورتوں نے بھی اپنے اپنے زیور اُتار کر چندے میں دے دیے۔

اس دن سے حکو ہمارے ہاں آ کر نانا ابا سے خبریں سن کرتی اور اکثر پوچھتی، ”یہ انگریزوں کا راج کب ختم ہوگا؟“ کانگریس کے جلسے ہوتے تو ان میں بڑے چاؤ سے جاتی اور اپنی سوچ بوجھ کے مطابق سیاسی تحریک کو سمجھنے کی کوشش کرتی مگر عمر بھر کی محنت سے اس کا جسم کھوکھلا ہو چکا تھا۔ پہلے آنکھوں نے جواب دیا، پھر ہاتھ پاؤں نے..... حکو نے گھر سے نکلنا بند کر دیا مگر چرخہ کا تناہ چھوڑا۔ عمر بھر کی مشق کے سہارے آنکھوں کے بغیر بھی وہ کپڑا بُن لیتی۔ بیٹوں نے منع کیا تو اس نے کہا کہ وہ یہ کھدر اپنے کفن کے لیے بُن رہی ہے۔

پھر حکومتی۔ اس کی آخری وصیت یہ تھی کہ ”مجھے میرے بُنے ہوئے کھدر کا کفن دینا۔ اگر انگریزی کپڑے کا دیا تو میری روح کو کبھی چین نصیب نہ ہوگا۔“ ان دنوں کفن لٹھے کے دیے جاتے تھے۔ کھدر کا پہلا کفن حکو ہی کو ملا۔ اس کا جنازہ اٹھا تو جنازے میں اس کے چند رشتے دار اور دو تین پڑوی تھے۔ نہ جلوس نہ بچوں، نہ جھنڈے، بس ایک کھدر کا کفن۔

معنی و اشارات

ہنسی	- ایک قسم کا زیور جو گلے میں پہنا جاتا ہے۔	کھدر	- ہتھ کر گھے پر بُنا ہوا کپڑا، کھادی
علی برادران	- مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جو ہر	کھپیں	- اناج کے دانے جو بھوئے جانے پر کھل جائیں مثلاً مرمُرے، پاپ کارن
پونچی	- دولت	ہشاش بشاش	- بہت خوش
خم	- جھکاؤ	کاٹھی	- جسم کی بناؤٹ
لٹھا	- ایک قسم کا سوتی کپڑا جو انگلستان سے آتا تھا۔		

مشق



کھ ایک جملے میں جواب لکھیے:

- ۱۔ مصنف کس عنوان سے 'بلڑ'، میں کالم لکھا کرتے تھے؟
- ۲۔ لوگ حکیمین کو کس نام سے پکارتے تھے؟
- ۳۔ مصنف کے گھر کے مقابلے میں حکیمن کا گھر کیسا تھا؟
- ۴۔ صحیح حکیمین کے گھر سے کس چیز کی آواز آتی تھی؟
- ۵۔ حکیمین نے چندے میں کیا دیا؟
- ۶۔ حکیمین اکثر کیا پوچھتی رہتی تھی؟

کھ مختصر جواب لکھیے:

- ۱۔ ایک دن محلے والوں نے حکیمین کو کس حالت میں دیکھا؟
- ۲۔ بڑھاپے میں بھی حکیمین نے چرخہ کاتنا کیوں نہیں چھوڑا؟
- ۳۔ حکیمین کی آخری وصیت کیا تھی؟

کھ ذیل کے الفاظ مکمل کر کے انھیں جملوں میں استعمال کیجیے: مثال - صاف: صاف سترہا: حلو اپنے آنگن کو صاف سترہا رکھتی تھی۔

- ۱۔ لپا ۲۔ ہشاش ۳۔ پڑھی ۴۔ سوجھ ۵۔ صحیح



کھ قدرتی دھاگوں اور مصنوعی دھاگوں سے بننے والے کپڑوں کو الگ الگ خانوں میں لکھیے:

نائیلوں ، سوت ، اوون ، ٹیرپلین ، ریشم ، پالسٹر



کھ سبق کے درج ذیل الفاظ کی مدد سے صحیح جملے بنائیے:

- ۱۔ تھے تھوڑے حکونے عمر بھر محنت کر کے جمع کیے بہت پیسے اپنے کے لیے بال بچوں۔
- ۲۔ مکان میں کے تقریریں ہمارے نانا کیس انہوں نے۔
- ۳۔ تھی جان وہ ان بھی گھنوں کو عزیز رکھتی سے زیادہ۔
- ۴۔ اس نے ڈال دیا جھوٹی میں ان کی اُنтар کر اپنا سارا زیور۔

کھ ذیل کے جملے پڑھیے۔ جن الفاظ کے نیچے خط کھینچا ہوا ہے ان کی ضد استعمال کر کے جملہ دوبارہ لکھیے۔

اس بات کا خیال رہے کہ جملے کا مفہوم نہ بدے۔ مثال: اس کا گھر بڑا نہیں تھا۔ اس کا گھر چھوٹا تھا۔

- ۱۔ وہ بہت خوش تھی۔
- ۲۔ حکو بہت مختین تھی۔
- ۳۔ راشد اچھا لکھا نہیں ہے۔

کھلہ دیل میں مختلف کاروبار کرنے والے افراد کے نام دیے گئے ہیں۔ خالی جگہوں میں کسی ایک آئے / اوزار کا نام لکھیے۔

مثال: جلابا - کرگھا

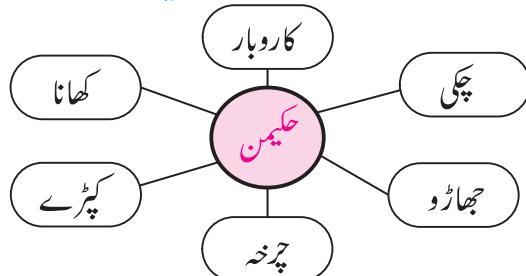
- | | | |
|-----------|------------|---------------|
| ۱۔ کسان - | ۲۔ ڈاکٹر - | ۳۔ ماہی گیر - |
| ۴۔ ملاح - | ۵۔ لوہار - | ۶۔ درزی - |

لفظوں کا کھیل



- کھلہ جماعت کے تمام طلبہ کو دو گروپ میں تقسیم کریں۔
- ۱۔ پہلے گروپ کا طالب علم بورڈ پر تین، چار یا پانچ حرفاً ایک لفظ لکھے۔ دوسرے گروپ کا کوئی طالب علم اس لفظ کے آخری حرفاً سے بننے والا لفظ اس کے آگے لکھے۔ اس کے بعد پہلے گروپ سے کوئی اور طالب علم اس لفظ کے آخری حرفاً سے بننے والا اگلا لفظ لکھے۔ **مثال:** درزی - یقین - نرم

کھلہ دیے ہوئے الفاظ کو حکیم سے جوڑتے ہوئے سبق کی مرد سے جملے لکھیے۔ **مثال:** حکیم انہا کاروبار خود چلاتی تھی۔



کھلہ دیل کے ہر لفظ کے سامنے تین الفاظ دیے ہوئے ہیں جن میں سے ایک اس لفظ کا ہم معنی ہے۔

اسے شاخت کر کے اس کے گرد دائرہ بنائیے:

مثال: غریب - امیر ، نادار ، دولت مند

- | | |
|------------|-----------------------------------|
| ۱۔ ہنسکھ - | خوش مزاج ، بد مزاج ، تنک مزاج |
| ۲۔ پھول - | پتا ، کاتشا ، گل |
| ۳۔ سبز - | سرخ ، ہرا ، نیلا |
| ۴۔ مہذب - | تہذیب یافتہ ، بد اخلاق ، بد تہذیب |

زور قلم



اپنے استاد کے ساتھ کسی گاؤں کی سیر کو جائیے اور وہاں کی زندگی کا مشاہدہ کر کے اس پر دس جملے لکھیے۔

سرگرمی / منصوبہ:

- ۱۔ گاندھی جی اور علی برادران کے علاوہ تین دوسرے مجاہدین آزادی کے نام لکھیے۔
- ۲۔ اپنے استاد / سرپرست سے معلوم کیجیے کہ اس سبق میں ہندوستانی تاریخ کے کس واقعے کی طرف اشارہ ہے۔



حروفِ تہجی:

ذیل کے حروف کو آپ اچھی طرح جانتے ہیں:

و	ج	ب	ا
ک	خ	گ	ଘ
A	B	C	D

یہ زبان کی بندیوں کی علامتیں ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی علامتیں زبانوں میں پائی جاتی ہیں۔ انھیں حروفِ تہجی کہا جاتا ہے۔ حروف کی علامتیں زبان کو لکھنے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں۔ آزاد نہ طور پر ان کے کچھ معنی نہیں ہوتے مگر بولے جانے والے لفظوں اور جملوں کے معنی لکھی ہوئی شکل میں ان علامتوں کے ذریعے پڑھنے والے کی سمجھ میں آ جاتے ہیں۔ ہر زبان میں حروفِ تہجی کی تعداد مختلف ہوتی ہے۔ اردو میں سیتیس حروف ہیں جن کی مدد سے بولی جانے والی زبان کو لکھا جاسکتا ہے۔ پہلی جماعت میں اردو کی تمام آوازوں اور ان کی علامتوں کا تعارف کیا جا پکا ہے۔ یہاں ان کی قسمیں معلوم کرنے کے لیے انھیں زبان سے ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

ذیل کے حروف کو ادا کیجیے:

ب بھ پ پھ ت تھ
ج جھ چ چھ ک کھ
د ڈ ر ز س ش ل م ن

آپ نے دیکھا کہ ان حروف کو زبان سے ادا کرتے وقت منہ سے نکلنے والی آواز ہونٹ یا زبان یا دانت سے نکراتی ضرور ہے۔ ایسی آوازوں یا حروف کو حروفِ صحیح کہا جاتا ہے۔

اب ان آوازوں کو ادا کیجیے:

آ، اے، او، ای

ان آوازوں کو منہ سے ادا کریں تو آواز زبان دانت یا ہونٹ وغیرہ سے بالکل نہیں نکراتی۔ ایسی آوازوں کو اردو میں ا، او، ی سے لکھا جاتا ہے۔ یہ تینوں علامتیں حروفِ علف کہلاتی ہیں۔ ان کے لیے بھی زیر، زبر اور پیش سے بھی کام لیا جاتا ہے جن کے بارے میں آپ پچھلی جماعتوں میں پڑھ چکے ہیں۔

معلوم ہوا کہ حروفِ تہجی کی دو قسمیں ہیں۔ اسے ذیل کی مثال سے سمجھا جاسکتا ہے مثلاً لفظ 'کام' میں 'ک' اور 'م' حروفِ صحیح ہیں اور 'ا'، حرفِ علف۔ اسی طرح لفظ 'دوستی' میں 'ڈ'، 'س'، 'ٹ'، حروفِ صحیح اور 'و' اور 'وی' حروفِ علف ہیں۔
یاد رکھنا چاہیے کہ 'ا'، 'و'، 'ی' حروفِ صحیح کی طرح بھی استعمال کیے جاتے ہیں، جیسے الفاظ 'اکبر'، 'ورق' اور 'یاد' میں 'ا'، 'و'، 'ی' جو الفاظ کے شروع میں آئے ہیں۔

پہلی بات
پرندے اللہ تعالیٰ کی رنگ برگی اور خوبصورت مخلوق ہیں۔ پرندوں کے دلفریب رنگ، ان کی خوش الحانی اور دل کو لبھانے والی حرکتیں انسان کو محظوظ کرتی ہیں۔ اردو میں کئی شاعروں نے جانوروں، پرندوں وغیرہ پر نظمیں لکھی ہیں۔ اسماعیل میرٹھی کی نظم ایک جگنو اور پچھے اور علامہ اقبال کی نظم ایک گائے اور بکری بہت مشہور ہیں۔

جان پچان جو شاعر ملیح آبادی ۱۸۹۸ء کو پیدا ہوئے۔ ان کا پورا نام شبیر حسن خاں تھا۔ ان کی ابتدائی تعلیم گھر ہی پر ہوئی۔ وہ کالج کی تعلیم مکمل نہ کر سکے۔ انھیں زبان پرقدرت حاصل تھی۔ نظمیں لکھنے کی طرف ان کا زیادہ رمحان تھا۔ انھوں نے غزلیں بھی کی ہیں۔ انھیں شاعر انقلاب کہا جاتا ہے۔ ان کی شاعری کی کتابوں کے نام ہیں: ”عرش و فرش“، ”جنون و حکمت“، ”ستبل و سلاسل“، ”سیف و سبو“ وغیرہ۔ یادوں کی برات، ان کی سوانح عمری ہے۔ جو شاعر کا انتقال ۲۲ فروری ۱۹۸۳ء کو ہوا۔

مہکتے ہوئے پھول کے پاس آوے کچلتی ہوئی شاخ پر بیٹھ جاؤ
ہوا میں کبھی اڑ کے بازو ہلاؤ کبھی صاف چشمے میں غوطے لگاؤ
یوں ہی پیاری چڑیو ! ابھی اور گاؤ
پھڈک کر ادھر سے ادھر دوڑ جاؤ چک کر ادھر سے ادھر پر ہلاؤ
چمک کر کبھی شاخ پر پچھاؤ اچھل کر کبھی نہر پر گنگناو
یوں ہی پیاری چڑیو ! ابھی اور گاؤ
کبھی برگ تازہ کو منہ میں دباؤ کبھی نُخ میں بیٹھ کر پھڑ پھڑاؤ
کبھی گھاس پر ٹوٹ کر دل لُھاؤ کبھی جا کے بیلوں کو جھوڑا بناؤ
یوں ہی پیاری چڑیو ! ابھی اور گاؤ
میں بے تاب ہوں ، مجھ کو جلوہ دکھاؤ میں گمراہ ہوں ، مجھ کو رستہ بتاؤ
نہ جھگکو ، نہ سمٹو ، نہ کچھ خوف کھاؤ مرے پاس آوے ، مرے پاس آوے
یوں ہی پیاری چڑیو ! ابھی اور گاؤ

خلاصہ کلام
اس نظم میں شاعر چڑیوں سے اپنی محبت اور لگاؤ کا ذکر کر رہا ہے۔ وہ چڑیوں سے کہتا ہے کہ وہ قریب آئیں، گائیں، چچھائیں، چشمے کے پانی میں غوطے لگائیں۔ کبھی کسی ٹہنی کا پتا اپنی چونچ میں دبائیں۔ چڑیوں کے ادھر ادھر پھد کنے کو دیکھ کر شاعر بہت خوش ہوتا ہے اور انھیں اسی طرح پچھاتے، گاتے اور پھد کتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے۔

معنی و اشارات

جلوہ دکھانا - صورت دکھانا
گمراہ - راستے سے بھٹکا ہوا

برگ - پتا
کنج - درختوں کے سامنے میں بیٹھنے کی جگہ

مشق



کھجور ایک جملے میں جواب لکھیے:

- ۱۔ اس نظم کے شاعر کا پورا نام لکھیے۔
- ۲۔ شاعر کی سوانح عمری کس نام سے شائع ہوئی ہے؟
- ۳۔ نظم کا وہ شعر لکھیے جس میں لفظ 'غوط' استعمال کیا گیا ہے۔
- ۴۔ شاعر چڑیوں کو نہر پر کیوں بلارہا ہے؟
- ۵۔ شاعر چڑیوں کو کہاں لوٹنے کو کہہ رہا ہے؟
- ۶۔ شاعر بے تاب کیوں ہے؟

کھجور قوسمیں سے مناسب لفظ چھپ کر درج ذیل مصروع مکمل کیجیے:

- ۱۔ ہوئی شاخ پر بیٹھ جاؤ (لکنی، مہنگی، چکنی)
- ۲۔ کر ادھر سے ادھر دوڑ جاؤ (پھڈک، چمک، چمک)
- ۳۔ میں بے تاب ہوں مجھ کو دکھاؤ (رستہ، جلوہ، نقشہ)



آپ کو یہ نظم کیوں پسند ہے؟

درجہ بندی



اس نظم میں شاعر نے آؤ، جاؤ جیسے جتنے الفاظ استعمال کیے ہیں، ان سب کو حروفِ تہجی کی ترتیب میں لکھیے۔



نظم خوانی



اس نظم کو اپنی جماعت میں ترجمہ سے سنا یے۔

سرگرمی / منصوبہ:

- ۱۔ پرندوں کے ماہر ڈاکٹر سالم علی کے بارے میں اپنے استاد کی مدد سے معلومات حاصل کیجیے۔
- ۲۔ چوتھی جماعت میں آپ نے پرندوں کے بارے میں سبق پڑھا ہے۔ ان کی تصویریں جمع کر کے ان کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے۔

پہلی بات

عام طور پر تین موسم مشہور ہیں؛ سردی، گرمی اور برسات۔ صحت و تدرستی کے لیے سردی کا موسم مشہور ہے حالانکہ اس موسم میں سردی سے بچنے کے لیے ہم گرم کپڑوں میں دبکے رہتے ہیں۔ گرمی کے موسم کو عام طور پر پسند نہیں کیا جاتا۔ تاہم طلبہ کو گرمیوں کی چھٹیوں کا بے چیزی سے انتظار رہتا ہے۔ کسانوں کے لیے بارش کا موسم بہت اہم ہے۔ بارش کے آتے ہی وہ بوائی کے کام میں جٹ جاتے ہیں۔ ہر موسم کے اپنے فوائد اور کچھ نقصانات ہیں۔ بتائیے آپ کو کون سا موسم پسند ہے؟ اس سبق میں بارش کے موسم کو کچھ اس انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ یہ موسم اپنی پریشانیوں کے باوجود ہمیں خوبصورت نظر آتا ہے۔

جان پیچان

مشہور مراج نگار مجتبی حسین ۱۵ جولائی ۱۹۳۶ء کو گلبرگہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم والد صاحب کی نگرانی میں گھر پر ہوئی۔ انھوں نے عنانیہ یونیورسٹی سے بی۔ اے کیا۔ معاون مدیر کی حیثیت سے اخباروں میں ملازمت کی اور کالم بھی لکھے۔ ان کے طنزیہ و مزاجیہ مضامین، خاکوں اور سفر ناموں کے کئی مجموعے منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ ان کی تخلیقات ہندی، انگریزی، روی، جاپانی وغیرہ زبانوں میں ترجمہ کی جا چکی ہیں۔ حکومت ہند نے انھیں پدم شری کے اعزاز سے نوازا ہے۔ ”قطع کلام“، ”سفر ختن لخت“، ”جاپان چلو جاپان چلو“ اور ”آدمی نام“ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ مجتبی حسین کا انتقال ۲۷ مئی ۲۰۲۰ء کو حیدر آباد میں ہوا۔



لبھیے جناب! آگئی برسات لیکن ذرا ٹھہریے۔ برسات کے آنے کی اطلاع ہم کیوں دیں؟ برسات تو اپنی آمد کا اعلان خود کر دیتی ہے۔ یہی تو وہ موسم ہے جو اس شان سے آتا ہے کہ لگتا ہے کسی بادشاہ کی سواری آرہی ہے۔ پہلے نقشب آوازیں لگائے گا۔ پھر تو پوپ کی سلامی ہوگی اور تب کہیں بادشاہ سلامت جلوہ گر ہوں گے۔ دوسرے ملکوں کی برسات کی بات ہم نہیں کرتے البتہ اتنا ضرور جانتے ہیں کہ ہمارے ملک کی برسات بڑی دلیر اور بہادر ہوتی ہے کیوں کہ وہ دشمن پر غفلت میں حملہ نہیں کرتی بلکہ اسے پہلے سے آگاہ کر دیتی ہے کہ لوہم آرہے ہیں، میدان چھوڑ کر بھاگ جاؤ۔ دوسرے یہ کہ ہماری برسات بڑی ذہین اور چالاک ہوتی ہے کیوں کہ یہ اسی وقت آتی ہے جب آپ گھر سے باہر ہوں اور جب آپ کے پاس چھتری بھی نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ ہماری برسات کافی پڑھی لکھی بھی ہوتی ہے کیوں کہ یہ اخبار میں موسم کا حال پڑھتی ہے اور پھر ترددیدی بیان کے طور پر برستی ہے۔ بھلا بتائیے ایسا باضابطہ کردار کون سے موسم کا ہوتا ہے۔ دوسرے موسموں کا یہ حال ہوتا ہے کہ چوری چھپے آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ آپ یقین کریں کہ جب تک ہم اخبار سے درجہ حرارت معلوم نہیں کر لیتے تب تک نہ ہمیں سردی معلوم ہوتی ہے اور نہ ہی گرمی۔ ایسے موسموں کو لے کر کیا کیجیے گا! سچا موسم تو وہی ہوتا ہے جو آئے تو بس سارے ماحول پر چھا جائے۔ وہ اُمَّاً مَّدَ کر اور گرج گرج کر برنسے والی بد لیاں اور وہ کڑک کڑک کچنے والی بجلیاں جب آتی ہیں تو سارے ماحول پر چھا جاتی ہیں۔

برسات کا موسم بڑی امیدوں والا موسم ہوتا ہے۔ جب ہم چھوٹے تھے اور کبھی رات کو گھن گرج کے ساتھ طوفانی برسات

ہوتی تھی تو ہم ساری رات بستر میں پڑے اپنے دل میں اس امید کو پروان چڑھایا کرتے تھے کہ صبح جب ہم اسکول جائیں تو پتا چلے کہ سارا اسکول طغیانی میں بہہ گیا ہے۔ اسکول کے ساتھ ساتھ سارے ٹیچر بھی اپنی چھپریوں سمیت بہہ گئے ہیں اور ساری کتابیں بھی بہہ گئی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ جب ہم امیدوں والی رات گزار کر اسکول پہنچتے تھے تو اسکول جوں کا توں کھڑا ہوتا تھا مگر اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ برسات ہمارے دل میں سینکڑوں امیدیں پیدا کر دیتی ہے۔



ہمارے دل پر ہی کیا موقوف ہے، برسات کی آمد سے پہلے خود دھرتی کے سینے میں بھی بڑی امیدیں چھپی ہوتی ہیں جو بعد میں لاکھوں نئے منے ہرے بھرے پودوں کی شکل میں دھرتی کے سینے سے ابل پڑتی ہیں۔

برسات کے موسم کی ایک خوبی یہ ہوتی ہے کہ اس سے بچنے کے لیے ہر آدمی ہر ممکن کوشش کرتا ہے لیکن پھر بھی اس کوشش میں ہار جاتا ہے۔ سڑک پر جس کسی کو دیکھیے، وہ نہ صرف رین کوٹ میں بند ہوتا ہے بلکہ ایک عدد چھتری بھی اپنے ساتھ رکھتا ہے لیکن پھر بھی بھیگ جاتا ہے۔

برسات کے موسم کی ایک اور خوبی یہ ہوتی ہے کہ اس میں آدمی دوسرے آدمی کو پہچان نہیں پاتا کیوں کہ سارے ہی لوگ رین کوٹوں، ٹوپیوں اور چھپریوں کے نیچچھپ جاتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوا کہ ہم مالک مکان سے اپنے گھر کی چھت کی شکایت کرنے ان کے گھر پہنچے اور وہ ہماری نظروں کے سامنے رین کوٹ میں چھپ کر گھر سے باہر نکل کر چلے گئے اور بعد میں ان کی بیوی نے بتایا، ”ابھی جو صاحب آپ کے سامنے رین کوٹ اوڑھ کر گزرے، وہ آپ کے مالک مکان ہی تو تھے۔“ اس کا بدله ہم نے اکثریوں لیا کہ جب مالک مکان ہم سے کرایہ مانگنے کے لیے گھر آتے ہیں تو ہم بھی رین کوٹ اوڑھ کر ان کی نگاہوں کے سامنے سے فاتحانہ گزرا جاتے ہیں۔ اینٹ کا جواب پھر سے نہ دیا جائے، نہ سہی لیکن اینٹ کا جواب اینٹ سے دینے میں کیا قباحت ہے؟

ہم نے ہر برسات میں مکان بدلنے کی پوری پوری کوشش کی لیکن پچھلی برسات کے ایک واقعے کے بعد ہم نے یہ کوشش ترک کر دی ہے۔ ہوا یوں کہ ایک رات لگاتار اور دھواں دھار برسات ہوتی رہی اور اس کے ساتھ ہی ہمارے مکان کی چھت بھی پٹکتی رہی۔ ہم ساری رات بھیگتے رہے۔ دوسرے دن ہم نے تہیہ کر لیا کہ اب مکان بدل کر رہیں گے۔ سومکان کی تلاش میں ایک محلے میں کوئی مکان خالی ہے؟



تمھارے محلے میں کوئی مکان خالی ہے؟
وہ بولا، ”بابو جی! ایک مکان خالی تو تھا مگر آپ نے یہاں آنے میں پورے چھے گھنٹوں کی تاخیر کر دی۔“
ہم نے پوچھا، ”کیا وہ مکان کرایے پڑاٹھ گیا؟“
اس پر وہ بولا، ”نہیں بابو جی! کل رات کی دھواں دھار برسات کی وجہ سے ابھی چھے گھنٹے پہلے وہ مکان گر گیا۔ اگر آپ چھے گھنٹے پہلے آتے تو آپ کو ضرور مل

جاتا۔" اس واقعے کے بعد بھلاکس کی شامت آئی ہے کہ وہ نیامکان تلاش کرے۔ لہذا بہم برسات کی آمد سے پہلے کھانی، نزلہ اور زکام کی دواوں کا اسٹاک جمع کر لیتے ہیں اور اس طرح اس چھت کا مقابلہ کرتے ہیں۔

برسات کے موسم کی ایک اور خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں نئے نئے سماجی تعلقات اور آپ کے نئے نئے دوست پیدا ہوتے ہیں۔ فرض کیجیے آپ برسات میں اپنی چھتری کھولے سڑک پر چلے جا رہے ہیں کہ اچانک ایک صاحب آپ کے ساتھ ساتھ چلنگیں گے۔ تھوڑی دیر بعد وہ آپ سے بہت قریب آ جائیں گے۔ ایک بارہم نے ایک شخص کو اسی طرح اپنی چھتری کے نیچے پناہ دی تھی۔ آدمی صورت سے نہ صرف شریف لگتا تھا بلکہ وضع قطع سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس نے ہماری چھتری کے نیچے آ کر ہماری چھتری کو عزت بخشی ہے۔ اسی لیے ہم کافی دور جا کر اسے گھر تک چھوڑ آئے۔ اتفاق سے دوسرے دن ہماری ملازمت کا انٹرو یو تھا۔ انٹرو یو میں پہنچ تو دیکھا کہ وہی شخص ڈائرکٹر کی کرسی پر بیٹھا ہے۔ اس نے ہم سے کوئی سوال نہیں پوچھا۔ صرف یہ کہا، "تم جاسکتے ہو۔ تمھارا انتخاب ہو چکا ہے۔" ہم جانتے ہیں کہ اس ملازمت کے لیے ہمارے پاس ایک ہی کو ایک لیفیکشن تھی اور وہ تھی ہماری چھتری۔ برسات کا موسم آتے ہی سڑکوں پر جا بجا چھتریاں ہی چھتریاں نظر آنے لگتی ہیں۔ مردوں کی چھتریاں الگ ہوتی ہیں اور خواتین کی الگ۔ اگرچہ اب مردوں اور عورتوں کے لباس کا فرق مٹا جا رہا ہے مگر خدا کا شکر ہے کہ چھتریوں کے معاملے میں ابھی جنس اتنی مشکل کو نہیں ہوئی ہے۔

برسات کے موسم کی ایک اور خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ان ڈنوں کیچڑ کی بالکل قلت نہیں ہوتی۔ کیچڑ آپ کو جا بجائی جائے گی۔ کیچڑ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس پر سے پھسلنے میں بڑا مزہ آتا ہے۔ اتنا مزہ کہ بعض اوقات نہ صرف آپ کی ہڈی ٹوٹ جاتی ہے بلکہ چار پانچ سوروپیوں کا سوٹ بھی غارت ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ بڑے اعلیٰ اور نفیس سوٹ پہن کر کیچڑ پر سے پھسلتے ہیں اور گھر جا کر آئینے میں اپنی صورت دیکھتے ہیں۔ ہم نے بڑے بڑے شہسواروں کو کیچڑ سے پھسلنے دیکھا ہے۔ جو بد قسم حضرات کیچڑ پر سے پھسل کر اپنے کپڑے خراب نہیں کر پاتے ان کے کپڑوں پر اب موڑیں کیچڑ اچھاتی پھرتی ہیں کہ لو بھئی، اُداس کیوں ہوتے ہو۔ یہ لو کیچڑ! اور پھر شرط آپ کے ساتھ آپ کا روم روم کیچڑ میں لٹ پت ہو جاتا ہے۔

معنی و اشارات

<table border="0"> <tr> <td>قب</td><td>- وہ شخص جو بادشاہ یا امراء کی سواری کے آگے آواز لگاتا جاتا تھا</td></tr> <tr> <td>ترید</td><td>- رد کرنا، کسی بات کے خلاف بات کہنا</td></tr> <tr> <td>باضاط</td><td>- باقاعدہ</td></tr> <tr> <td>طغیانی</td><td>- سیلاج</td></tr> <tr> <td>موقوف</td><td>- منحصر</td></tr> <tr> <td>ایٹ کا جواب } پھر سے دینا</td><td>{ کسی بھی بات کا جواب اور زیادہ برائی سے دینا</td></tr> </table>	قب	- وہ شخص جو بادشاہ یا امراء کی سواری کے آگے آواز لگاتا جاتا تھا	ترید	- رد کرنا، کسی بات کے خلاف بات کہنا	باضاط	- باقاعدہ	طغیانی	- سیلاج	موقوف	- منحصر	ایٹ کا جواب } پھر سے دینا	{ کسی بھی بات کا جواب اور زیادہ برائی سے دینا	<table border="0"> <tr> <td>برائی</td><td>- قباحت</td></tr> <tr> <td>پکا ارادہ کرنا</td><td>- تہییہ کرنا</td></tr> <tr> <td>پان بیچنے والا</td><td>- پنواظری</td></tr> <tr> <td>دیر</td><td>- تاخیر</td></tr> <tr> <td>علیہ</td><td>- وضع قطع</td></tr> <tr> <td>لیاقت</td><td>- کو ایکیش</td></tr> <tr> <td>قسم</td><td>- جنس</td></tr> <tr> <td>کمی</td><td>- قلت</td></tr> </table>	برائی	- قباحت	پکا ارادہ کرنا	- تہییہ کرنا	پان بیچنے والا	- پنواظری	دیر	- تاخیر	علیہ	- وضع قطع	لیاقت	- کو ایکیش	قسم	- جنس	کمی	- قلت
قب	- وہ شخص جو بادشاہ یا امراء کی سواری کے آگے آواز لگاتا جاتا تھا																												
ترید	- رد کرنا، کسی بات کے خلاف بات کہنا																												
باضاط	- باقاعدہ																												
طغیانی	- سیلاج																												
موقوف	- منحصر																												
ایٹ کا جواب } پھر سے دینا	{ کسی بھی بات کا جواب اور زیادہ برائی سے دینا																												
برائی	- قباحت																												
پکا ارادہ کرنا	- تہییہ کرنا																												
پان بیچنے والا	- پنواظری																												
دیر	- تاخیر																												
علیہ	- وضع قطع																												
لیاقت	- کو ایکیش																												
قسم	- جنس																												
کمی	- قلت																												

مشق



کہ ایک جملے میں جواب لکھیے:



- ۱۔ مصنف کو حکومت ہند نے کس اعزاز سے نوازا؟
- ۲۔ برسات کا موسم کس شان سے آتا ہے؟
- ۳۔ برسات کے موسم میں لوگوں کو پہچانا کیوں مشکل ہو جاتا ہے؟
- ۴۔ مصنف ساری رات کیوں بھیگتے رہے؟
- ۵۔ انٹرویو میں ڈائرکٹر کی کرسی پر کون بیٹھا تھا؟
- ۶۔ برسات کا موسم آتے ہی سڑکوں پر جابجا کیا نظر آتا ہے؟

کہ مختصر جواب لکھیے:

- ۱۔ برسات کی آمد کے منظروں کو مصنف نے کس طرح بیان کیا ہے؟
- ۲۔ برسات کو امیدوں والا موسم کیوں کہا گیا ہے؟
- ۳۔ مصنف نے مکان بدلنے کی کوشش کیوں ترک کر دی؟
- ۴۔ برسات کے موسم میں کچھڑے کے متعلق کن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے؟

کہ جملوں کی صحیح جوڑیاں تلاش کر کے مکمل جملے لکھیے:

- الف۔** ہماری چھتری کو عزت بخشی ہے۔
- ب۔** کچھڑے سے پھسلنے دیکھا ہے۔
- ج۔** کردار کوں سے موسم کا ہوتا ہے۔
- د۔** سینکڑوں امیدیں پیدا کر دیتی ہے۔
- ہ۔** بالکل قلت نہیں ہوتی۔

- ۱۔ برسات ہمارے دل میں
- ۲۔ ان دنوں کچھڑ کی
- ۳۔ اس نے ہماری چھتری کے نیچے آ کر
- ۴۔ بھلا بتائیے ایسا باضابطہ
- ۵۔ ہم نے بڑے بڑے شہسواروں کو

درجہ بندی



کہ نیچے دیے ہوئے الفاظ مناسب موسموں سے متعلق خانوں میں درج کیجیے:

- آم - کرسمس - کولر - چھتری - دیوالی کی چھٹیاں - یوم آزادی - سویٹر -
سمی کی چھٹیاں - ہولی - یوم جمہوریہ - پولا

برسات

سردی

گرمی

کھ بنا یے ان میں سے کون سی کتاب مجتبی حسین کی نہیں ہے:

قطع کلام

غبارِ خاطر

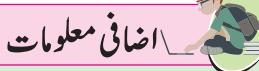
آدمی نامہ



مرزا فرحت اللہ بیگ کی لکھی ہوئی ایک مزیدار کتابی، حاصل کر کے پڑھیں۔

سرگرمی/منصوبہ:

- ۱۔ بارش کے موسم میں ہونے والی بیماریوں سے بچنے کے لیے کیا احتیاطی تدابیر اختیار کرنا چاہیے؟ اپنے استاد یا سرپرستوں سے معلوم کر کے لکھیں۔
- ۲۔ اس سبق سے اپنی پسند کے پانچ جملے لکھیں۔



اعراب:

آپ حروفِ علت کے بارے میں جانتے ہیں۔ ایک بار پھر:

آ، اے، او، ای

کوادا کہیجے۔ آپ نے کیا محسوس کیا؟

یہی کہ یہ آوازیں کسی قدر طویل یعنی لمبی ہوتی ہیں۔ جیسے

کتاب میں تا پنجرے میں رے بلی میں لی

اب ان لفظوں کی آوازوں پر توجہ دیں:

آب میں آ، رس میں ر، ان میں ا، دن میں د، اُدھر میں اُ، صحن میں ض
ا، ر، د اور ص پر جو علامات لگائی گئی ہیں، وہ آ، او، ای سے مختصر ہیں۔ طویل آوازوں کو ا، و، ی سے لکھا جاتا ہے جبکہ مختصر آوازوں کے لیے ہم نے کچھ عربی علامات طے کی ہیں۔ انھیں زبر، زیر اور پیش کہا جاتا ہے۔ جنھیں اوپر کی پہلی، دوسری اور تیسرا مثالوں میں ظاہر کیا گیا ہے۔ ان علمتوں کو اعراب بھی کہتے ہیں۔

• درج ذیل الفاظ کے پہلے حرف پر اعراب لگائیے۔

گرج، امڈ، اسکول، طغیانی، وضع، اترتے، لباس، اداس



- ۱۔ میں برسات کے دس فائدے بتا سکتا / سکتی ہوں۔
- ۲۔ میں اس سبق کے مصنفوں کا زبانی تعارف کر سکتا / سکتی ہوں۔
- ۳۔ میں برسات اور گرمی کے موسم کا موازنہ کر سکتا / سکتی ہوں۔

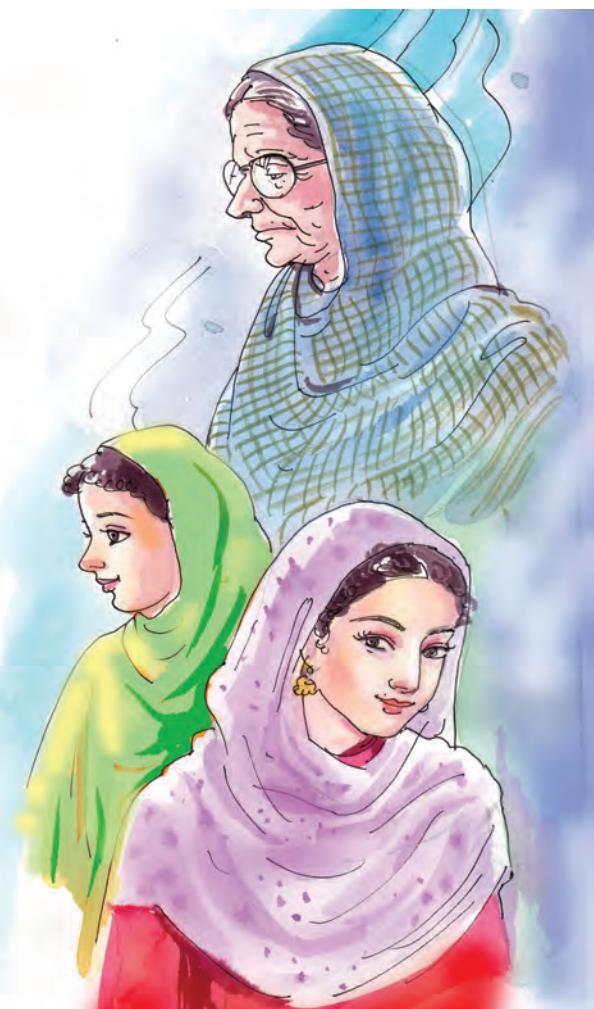
پہلی بات

ہمارے گھر میں بہت سے لوگ ہم سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں: دادا جان، نانا جان، ابا، چاچا، ماموں، بھائی۔ نوکری ملازمت کر کے یہ ہمارے لیے کماتے، ہمیں اچھا کھلاتے اور پہناتے ہیں۔ ہم بیار ہوں تو ہمارا اعلان کرواتے ہیں۔ ان رشته داروں کے ساتھ رہتے ہوئے کیا کبھی آپ نے سوچا کہ ہم جو کچھ کھاتے ہیں، اسے کون پکاتا ہے؟ ہمیں صاف سترے کپڑے کوں پہناتا ہے؟ بیماری میں ہمیں دوا کون پلاتا ہے؟ ہمارا چھوٹا بھائی یا ہماری چھوٹی بہن روئی ہے تو اسے کون بہلاتا ہے؟ اس کے ساتھ کھیلتا کون ہے؟ ان سوالوں کے جواب آپ بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ ان جوابات کو ذہن میں رکھ کر مولانا حائلی کی یہ نظم پڑھیے جس میں ماں، بہن، بیٹی یا عورت کی سماجی اور گھریلو حیثیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

جان پچان

مولانا الطاف حسین حائلی ۱۸۳۷ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔ وہ اعلیٰ درجے کے شاعر بھی تھے اور نظر نگار بھی۔ نظر میں انھوں نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ قوم و ملت کی اصلاح کے لیے انھوں نے بہت سی نظمیں لکھی ہیں۔ مسدس حائلی ان کی مشہور طویل نظم ہے۔ خواتین کے لیے بھی انھوں نے بہت سی نظمیں لکھیں۔ ذیل کی نظم میں انھوں نے خواتین کی اہمیت و عظمت کو واضح کیا ہے۔ ان کا انتقال ۳۱ دسمبر ۱۹۱۳ء کو پانی پت میں ہوا۔

اے ماو، بہنو، بیٹیو! دُنیا کی زینت تم سے ہے
ملکوں کی بستی ہو تھیں، قوموں کی عزّت تم سے ہے
تم گھر کی ہو شہزادیاں، شہروں کی ہو آبادیاں
غمگین دلوں کی شادیاں، دُکھ شکھ میں راحت تم سے ہے
تم ہو تو غربت ہے وطن، تم بن ہے ویرانہ چمن
ہو دلیں یا پر دلیں جینے کی حلاوت تم سے ہے
نیکی کی تم تصویر ہو، عفت کی تم تدپر ہو
ہو دن کی تم پاساں، ایماں سلامت تم سے ہے
فطرت تمہاری ہے حیا، طپنت میں ہے مہر و وفا
گھٹی میں ہے صبر و رضا، انساں عبارت تم سے ہے
مونس ہو خاؤندوں کی تم، غم خوار فرزندوں کی تم
تم بن ہے گھر ویرانہ سب، گھر بھر میں برکت تم سے ہے
تم آس ہو بیمار کی، ڈھارس ہو تم بیکار کی
دولت ہو تم نادر کی، غُرست میں عنشت تم سے ہے
آتی ہو اکثر بے طلب، دُنیا میں جب آتی ہو تم
پر موہنی سے اپنی یاں، گھر بھر پر چھا جاتی ہو تم



خلاصہ کلام

شاعر خواتین کو ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی طرح مخاطب کر کے کہتا ہے کہ دنیا کی سجاوٹ اور خوبصورتی تمہاری وجہ سے ہے۔ گھر میں خوشی اور سکھتم سے ملتا ہے اور باہر تمہاری یاد ہمیں گھر سے دور نہیں ہونے دیتی۔ تم نیکی، پاکیزگی، شرم و حیا اور صبر و رضا کی تصویر ہو۔ یہ ساری خوبیاں تمہاری وجہ سے دوسرے انسانوں کو ملتی ہیں۔ تم اپنے بیٹیوں، بھائیوں اور شوہروں کی ہمدرد ہو۔ یہاں اور بے روزگاری میں ان کی ہمت بڑھاتی اور اپنی خوش اخلاقی سے سب کے دل جیت لیتی ہو۔

معنی و اشارات

گھٹی میں ہونا	- بہت پرانی / بچپن کی عادت ہونا	زہرت	- خوبصورتی، سجاوٹ
صبر و رضا	- کسی بات کو راضی خوشی مان لینا	تم سے ہے	- تمہاری وجہ سے ہے
عبارت ہونا	- وجود میں ہونا، مدعہ ہونا	شادیاں	- خوشیاں
موس	- محبت کرنے والا	راحت	- خوشی، آرام
غم خوار	- ہمدردی کرنے والا	غُربت	- وطن سے دوری
ڈھارس	- ہمت	تم ہوتے غربت ہے وطن	یعنی تم ساتھ ہو تو وطن سے دور رہنے کے باوجود وطن سے دوری کا احساس نہیں ہوتا اور بے وطن جیسی محسوس ہوتی ہے۔
نادر	- مفلس، خراب		
غُرست	- غربی، بیگنگی	حلاوت	- مٹھاس، مزہ
عیشت	- عیش و آرام	عِفت	- پاکیزگی
بے طلب	- بغیر مانگے	پاسبان	- حفاظت کرنے والا
موہنی	- پسندیدگی	طپنت	- فطرت، عادت
چھا جانا	- قبضہ کر لینا		

مشق



ایک جملے میں جواب لکھیے:

- ۱۔ اس نظم کے شاعر کی مشہور نظم کا نام لکھیے۔
- ۲۔ شاعر نے نیکی کی تصویر کسے کہا ہے؟
- ۳۔ شاعر نے عورتوں کی فطرت کسے کہا ہے؟

مختصر جواب لکھیے:

- ۱۔ شاعر نے ماوں، بہنوں اور بیٹیوں کی اہمیت کس طرح بیان کی ہے؟
- ۲۔ شاعر نے نیک خواتین کی کتنی خوبیوں کا ذکر کیا ہے؟
- ۳۔ آتی ہوا کثر بے طلب، کہہ کر شاعر نے معاشرے کی کس خرابی کی طرف اشارہ کیا ہے؟



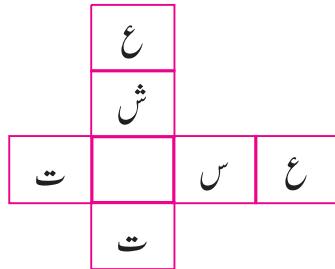
کھجور درج ذیل شعر کا مطلب بیان کیجیے۔

فطرت تمہاری ہے حیا، طینت میں ہے مہر و دفا
گھٹی میں ہے صبر و رضا، انساں عبارت تم سے ہے

لنظلوں کا کھیل



کھلکھلہ خالی جگہ میں ایسا حرف لکھیے کہ دو ایسے لفظ بن جائیں جن کے معنی عیش اور غربت ہوں۔



تلash و جستجو



اس نظم میں آنے والے ایک دوسرے کی ضد کے الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔

سرگرمی / منصوبہ :

- ۱۔ اپنے استاد کی مدد سے معلوم کیجیے کہ رسول اکرمؐ نے ماں اور بیٹی کے متعلق کیا کہا ہے؟
- ۲۔ اسی کتاب میں دی ہوئی اکبرالہ آبادی کی نظم 'ہونہار بیتا' میں ایک بیٹی کی بہت سی خوبیوں کو بیان کیا گیا ہے اور حآلی کی نظم ماں، بہن، بیٹی کی خوبیوں کو اجاگر کرتی ہے۔ دونوں کی خوبیوں کا موازنہ کیجیے اور بتائیے کہ دونوں کے لیے الگ خوبیاں ضروری ہیں یا دونوں ہی میں یہ ساری خوبیاں ہوئی چاہئیں۔
- ۳۔ اپنے استاد / سرپرست سے 'یومِ نسوان' کے تعلق سے معلومات حاصل کیجیے۔

اضافی معلومات



ذیل کے جملے پڑھیے اور خط کشیدہ الفاظ پر غور کیجیے۔

- ۱۔ گھر اسانو لا رنگ جس پر اس کے سفید بگلا سے بال خوب کھلتے تھے۔
- ۲۔ دروازہ کھلتے ہی چور بھاگ گیا۔
- ۳۔ ایک پتلا سادا لان ہے۔
- ۴۔ آدمی کیا ہے خاک کا پتلا ہے۔

خط کشیدہ الفاظ: کھلتے - کھلتے اور پتلا - پتلا کا املا تو ایک جیسا ہے مگر اعراب کے فرق سے ان کے تلفظ اور معنی مختلف ہو گئے ہیں۔
سابقہ اس باق سے اس طرح کے پانچ الفاظ تلاش کر کے انھیں جملوں میں استعمال کیجیے اور ان کے نیچے خط کھینچیے۔

پہلی بات

آزادی کے بعد ہمارے ملک میں عوامی حکومت قائم ہوئی جسے جمہوریت کہتے ہیں۔ جمہوریت میں ملک کے عوام اپنے علاقوں سے اپنے نمائندے منتخب کرتے ہیں۔ یہ نمائندے ملک کی پارلیمنٹ میں آ کر حکومت کا کاروبار سنچلاتے ہیں اور انتخاب رائے سے کسی اہم شخصیت کو ملک کا صدر مقرر کرتے ہیں۔ پارلیمنٹ کے ذریعے بنائے گئے مسودوں پر صدر کے دستخط سے حکومت کے سارے قوانین بنائے جاتے ہیں جن پر عمل کرنا عوام کا فرض ہوتا ہے۔

بھارت کے پہلے صدر ڈاکٹر راجندر پرساد کے بعد ڈاکٹر رادھا کرشن نے اس عہدے کو سنچالا۔ آپ نے پانچویں جماعت میں ان کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ صدر بننے سے پہلے ڈاکٹر رادھا کرشن ایک مدرس تھے۔ ان ہی کی طرح ڈاکٹر ذاکر حسین بھی علی گڑھ اور دہلی میں پہلے درس و تدریس سے منسلک تھے۔ ان کی عالمانہ خوبیوں اور انتظامی صلاحیتوں کو دیکھ کر انھیں ملک کی صدارت پیش کی گئی تھی۔ آئیے دیکھیں، ان کی زندگی کیسے گزری۔

ڈاکٹر ذاکر حسین ہمارے ملک کے تیسرا صدر جمہوریہ ہوئے ہیں۔
وہ ۱۸۹۷ء کو حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد فدا حسین خاں
حیدر آباد میں وکالت کیا کرتے تھے۔

ڈاکر صاحب ابھی ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ چنانچہ وہ حیدر آباد سے اُتر پردیش آگئے اور اٹاواہ کے اسلامیہ ہائی اسکول میں انھیں داخل کیا گیا۔ اسکول کی تعلیم ختم کر کے انھوں نے کچھ دنوں لکھنؤ کے ایک کالج میں پڑھائی کی۔ پھر علی گڑھ میں سرسید کے جاری کیے گئے مشہور محمد ان ایگلو اور نیٹل کالج میں داخل ہوئے جہاں وہ ایم۔ اے۔ کر رہے تھے۔ ان ہی دنوں مہاتما گاندھی کے کہنے پر مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام



آزاد، مختار احمد انصاری، حکیم اجمل خاں اور دوسرا قومی رہنماؤں نے دہلی میں جامعہ ملیہ اسلامیہ قائم کیا۔ بہت سے طالب علم اور اساتذہ مسلم یونیورسٹی سے الگ ہو کر جامعہ میں آگئے۔ ڈاکر صاحب بھی ان میں شامل تھے۔ وہ اس وقت پڑھتے بھی تھے اور پڑھاتے بھی تھے۔ جامعہ ملیہ میں کچھ عرصہ کام کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے وہ یورپ کے ملک جرمنی چلے گئے۔

جرمنی میں ڈاکٹر سید عابد حسین اور پروفیسر محمد مجیب سے ان کی ملاقات ہوئی۔ تینوں کے مزاج میں بڑی یکسانیت تھی اس لیے وہ گھرے دوست بن گئے۔ ۱۹۲۶ء میں یہ تینوں اعلیٰ تعلیمی ڈگریاں لے کر ہندوستان واپس آئے۔ یہاں آتے ہی انھوں نے جامعہ ملیہ کا کام سنچال لیا۔

ڈاکر صاحب ۱۹۲۸ء تک جامعہ میں خدمت کرتے رہے۔ پھر اس وقت کے وزیر تعلیم مولانا آزاد نے ان سے علی گڑھ

یونیورسٹی کی ذمے داری قبول کرنے کے لیے کہا۔ چنانچہ ذاکر صاحب اس یونیورسٹی کے وائس چانسلر مقرر ہوئے۔ اپنی صلاحیتوں کو کام میں لا کر ذاکر صاحب نے مسلمانوں کے اس تعلیمی ادارے کو خوب ترقی دی۔ یہاں کے عملے میں کام کرنے کا حوصلہ اور ولہ پیدا کیا۔ نئے نئے شعبے جاری کیے اور کئی عمارتیں تعمیر کر دیں۔ ذاکر صاحب کی وجہ سے یونیورسٹی میں نئی جان پڑ گئی۔

ذاکر صاحب کی صحت ایک زمانے سے خراب تھی۔ علی گڑھ میں کاموں کا بوجھ بڑھا تو ان کی صحت تیزی سے گرنے لگی۔ آخر ۱۹۵۲ء میں انہوں نے استغفاری دے دیا اور اپنے گھر جامعہ مگر دہلی چلے آئے۔ کچھ عرصے بعد پنڈت جواہر لال نہرو کے اصرار پر انہیں بہار کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اس ذمے داری کو بھی ذاکر صاحب نے بڑی خوبی سے نبھایا۔ ۱۹۶۲ء میں انہیں نائب صدر جمہوریہ بنا دیا گیا۔ اپنی خدمات کی وجہ سے وہ اتنے ہر دلعزیز ہوئے کہ ملک کے سب سے بڑے عہدے صدر جمہوریہ کے لیے ان کا نام پیش کیا گیا اور ۱۹۶۷ء کو وہ اس عہدے پر فائز ہوئے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو شخص خلوص، محبت، لگن اور دیانت داری کے ساتھ عوام کی خدمت کرتا ہے، اسے زندگی میں ضرور کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

مصروفیات کی وجہ سے ذاکر صاحب اپنے گھر کی طرف کم ہی توجہ دے پاتے مگر ان کے گھر کی ہر چیز سے ان کا اعلیٰ ذوق جھلکتا تھا۔ ذاکر صاحب کو باغبانی کا بڑا شوق تھا۔ انہوں نے مختلف قسم کے پیڑپودے اپنے باغ میں لگائے تھے۔ خاص طور پر طرح طرح کے گلابوں کی کیاریوں سے ان کا باغ سجارت تھا۔ ان کا گھر دنیا بھر کی مشہور تصویروں سے بھی بھرا تھا۔ وہ ان تصویروں کی نقلیں بچوں اور دوستوں میں تقسیم کرتے تھے۔ پتھر جمع کرنا ذاکر صاحب کا ایک اور مشغله تھا۔ انہوں نے عجیب عجیب قسم کے پتھر جمع کیے تھے کہ دیکھنے والا دنگ رہ جائے۔ انہیں طرح طرح کے چرند پرند بھی پالنے کا شوق تھا۔ ایک طرف پہاڑی طوطا ٹینیں ٹین کرتا، کہیں خوبصورت بلی ناز و انداز دکھاتی۔ مرغیاں سب ایک رنگ اور ایک نسل کی؛ سفید سفید۔ ایسی ہی خوبصورت بکریاں!

ایک دن بکری تسلے میں دانہ کھا رہی تھی۔ کچھ گھاس اور پیتاں سامنے پڑی تھیں۔ ذاکر صاحب نے اپنی بیگم صاحبہ سے کہا، ”آپ بکری کو کس طرح دانہ دیتی ہیں، گھاس تو زمین پر پڑی ہے۔ یہ طریقہ ٹھیک نہیں۔ ایک اچھی سی چٹائی بچا کر اسے بٹھائیے۔ لوٹے میں پانی لا کر اس کا منہ دھوئیے۔ تو لیے سے پونچھیے، پھر تسلے میں کھانا سجا کر اس کے سامنے رکھیے۔“

بیگم صاحبہ اور وہاں موجود دوسرے گھروالے ہنسنے لگے، مگر آپ اس بات پر غور کریں تو اس میں گہرائی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر کام، چھوٹا ہو یا بڑا، اچھی طرح اور سلیقے سے انجام دینا چاہیے۔

اکثر بڑے آدمی سمجھتے ہیں کہ اپنے سے نیچے درجے کے لوگوں اور غریبوں سے ملنے اور بات کرنے میں ہماری شان گھٹ جائے گی۔ مگر ذاکر صاحب کا انداز اور ہی تھا۔ جب وہ علی گڑھ سے دہلی آتے تو ان کے یہاں کی ایک غریب بڑھیاں ان کے آنے کی خبر سن کر ترپ جاتی۔ ”ذاکر بھیا آئے ہیں، ذاکر بھیا آئے ہیں“ کہہ کر اٹھتی اور لٹھتی میکتی ان سے ملنے پہنچ جاتی۔ ذاکر صاحب بھی اس سے بڑی اپنائیت سے ملتے۔ ایک دفعہ وہ بیمار پڑ گئی اور ذاکر صاحب سے ملنے نہ آئی تو خود ذاکر صاحب اس کی مزاج پری کو اس کی کوٹھری میں آئے۔ اس سے خوب باتیں کیں۔

گھروالے اور ان کے دوسرے رشتے دار ذاکر صاحب کو میاں کہا کرتے تھے۔ ذاکر صاحب کو بچوں سے بڑی محبت تھی۔ ان کی شرارتیں اور شور و غل سے بھی وہ پریشان نہیں ہوتے تھے۔ وہ اپنی انتہائی مصروف زندگی میں بھی بچوں کے ساتھ رہنے کا وقت نکال لیتے۔ ان کے نزد پک ملک اور قوم کی سب سے بڑی اور قدر کے قبل دولت بچے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ بچوں کو اچھی تعلیم دی

جائے اور مناسب طور پر ان کی پورش کی جائے۔ بچے ہی وہ بنیاد ہیں جس پر قومی تعلیم کی نئی عمارت کھڑی کی جاسکتی ہے۔ انہوں نے بچوں کی تعلیم اور ان کی ضرورتوں کو سمجھا اور ان کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ جب مکتبہ جامعہ قائم ہوا تو یہاں سب سے زیادہ بچوں کے لیے کتابیں تیار کرنے کا کام کیا گیا۔ ذاکر صاحب نے اپنی عمر کا بڑا حصہ بچوں کو پڑھانے میں گزار دیا۔ انہوں نے تدریس کے پیشے کو اس لیے چُنا کہ انھیں اس کام کا شوق تھا۔

ذاکر صاحب نے جامعہ کے ہر کام میں بچوں کو آگے رکھا اور ان سے بڑے بڑے کام کروائے۔ ۱۹۳۵ء میں جب دہلی میں جامعہ نگر کی عمارتیں بننا شروع ہوئیں تو ان کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے اس بچے کو عزت دی جو عمر میں سب سے چھوٹا تھا۔ ذاکر صاحب کا برنا تو کچھ ایسا تھا کہ بچے اپنے آپ پر بھروسہ کرنے لگیں۔ ان کا خیال تھا کہ بچے کی شخصیت ابھر کر سامنے آنی چاہیے، اس کے جو ہر کھلنے چاہئیں۔ اسے اپنے کام میں مزہ آنا چاہیے۔ بچوں کے لیے انہوں نے بہت سی مزے دار کہانیاں بھی لکھیں۔ بچوں سے پیار کرنے والے، بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مسلسل کوشش کرنے والے اور ملک کے عوام کو تعلیم کی اہمیت سے آگاہ کرنے والے اس مخلص رہنمائی ۱۹۶۹ء میں وفات پائی۔ جامعہ ملیہ کے احاطے میں ان کا مقبرہ موجود ہے۔

معنی و اشارات

فائز ہونا	-	مقرر ہونا	-	وکالت
مشغله	-	شوقي	-	عملہ
سنگ بنیاد	-	کسی عمارت کی بنیاد میں رکھا جانے والا پتھر	-	محکمہ، آفس
جوہر کھلانا	-	صلاحیت ابھر کر سامنے آنا	-	شعبہ
			-	نئی جان پڑ جانا
			-	پھر سے طاقت آ جانا
			-	ہر دعیریز
			-	سب کو پسند آنے والا

مشق



کھ ایک جملے میں جواب لکھیے:

- ۱۔ ذاکر ذاکر حسین کی تاریخ پیدائش لکھیے۔
- ۲۔ ذاکر ذاکر حسین کے والد کا نام کیا تھا اور وہ کیا کرتے تھے؟
- ۳۔ ذاکر صاحب نے اعلیٰ تعلیم کہاں حاصل کی؟
- ۴۔ ذاکر صاحب نے جامعہ ملیہ میں کب تک خدمت کی؟
- ۵۔ ذاکر صاحب کو بہار کا گورنر بنانے کے لیے کس نے اصرار کیا؟
- ۶۔ جامعہ نگر کی عمارتوں کا سنگ بنیاد کس نے رکھا؟

کھ مختصر جواب لکھیے:

- ۱۔ ذاکر صاحب حیدر آباد سے اُتر پردیش کیوں آئے؟
- ۲۔ جمنی میں ذاکر صاحب کی دوستی کن سے ہوئی اور کیوں؟



ڈاکٹر ذاکر حسین کا مقبرہ

- ۳۔ علی گڑھ یونیورسٹی کی ترقی کے لیے ذاکر صاحب نے کون سے کام کیے؟
- ۴۔ ذاکر صاحب کو کون باتوں کا شوق تھا؟
- ۵۔ بکری کو دانہ کھلانے کا واقعہ بیان کیجیے۔
- ۶۔ کس واقعے سے پتا چلتا ہے کہ ذاکر صاحب غریبوں سے بھی ملاقات کرتے تھے؟

سبق کی مدد سے خالی جگہوں کو پُر کیجیے:

- ۱۔ ذاکر صاحب..... کو پیدا ہوئے۔
- ۲۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے وہ یورپ کے ملک..... چلے گئے۔
- ۳۔ جو شخص خلوص کے ساتھ عموم کی خدمت کرتا ہے اسے زندگی میں ضرور..... حاصل ہوتی ہے۔
- ۴۔ وہ انتہائی مصروف زندگی میں بھی..... کے ساتھ رہنے کا وقت نکال لیتے۔
- ۵۔ ان کا خیال تھا کہ بچے کی..... اُبھر کر سامنے آنی چاہیے۔



اپنے اسکول کی لائبریری سے ذاکر صاحب کی کہانیوں کی کتاب 'بوخاں کی بکری، حاصل کر کے پڑھیے۔



ہندوستان کے پانچ صدور کی تصویریں اپنی بیاض میں چسپاں کیجیے اور کسی ایک صدر کے بارے میں آٹھ سطریں لکھیے۔

سرگرمی / منصوبہ:

ذاکر صاحب کو تصویریں اور طرح طرح کے پتھر جمع کرنے کا شوق تھا۔ آپ بھی دی گئی چیزیں جمع کرنے کی کوشش کریں۔

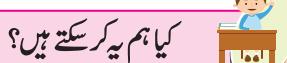


الف۔ ڈاک کے ٹکٹ

ب۔ پرانے سکے

ج۔ شاعروں اور ادیبوں کی تصویریں

آپ جو کچھ جمع کریں، ان کے بارے میں مختصر معلومات بھی لکھیں۔



- ۱۔ میں ڈاکٹر ذاکر حسین کے شوق کے بارے میں زبانی بتا سکتا / سکتی ہوں۔
- ۲۔ میں اس سبق کے مشکل الفاظ کے معنی بتا سکتا / سکتی ہوں۔
- ۳۔ میں ہندوستان کے پانچ صدور کے نام بتا سکتا / سکتی ہوں۔



اسم عدی: اسی عالم کی پہچان میں آپ یہ جملہ پڑھ چکے ہیں:

ان کی خلافت کی مدت دس برس، چھے مہینے اور چار دن ہے۔

اس جملے میں اسم 'برس'، 'مہینے' اور 'دن' کو عددوں میں گناہ کیا ہے لیکن دس برس، چھے مہینے، چار دن۔

دیے گئے جملے سے ہٹ کر برسوں، مہینوں اور دنوں کی مدت کوئی برس، چند مہینے، بہت دن وغیرہ فقوروں میں بھی گناہ کسکتا ہے۔ اس

مثال کو ایک کتاب، 'دس کتابیں'، 'کئی کتابیں'، 'بہت سی کتابیں'، کہنا بھی ممکن ہے۔ گویا بہت سے اسم (چیزیں، اشخاص اور مقامات وغیرہ) کو ایک، دس، سواہر ہزار کی کنتی میں گناہ کسکتا ہے۔ ایسے اسم کو **اسم عدی** کہتے ہیں۔

اسم عدی کی چند مثالیں: 'کھدر کا کفن'، سبق سے چن کر اپنی بیاض میں لکھیے۔

اسم غیر عدی: کیا آپ اپنی بات چیت میں کبھی 'ایک پانی'، 'کچھ دستی'، 'سیکڑوں محبت'، 'پانچ سونا'، جیسے فقرے استعمال کرتے ہیں؟ نہیں کرتے نا۔ کیونکہ پانی، دستی، محبت اور سونے کو ہم اعداد میں گن نہیں سکتے۔ جن اسموں کو گناہیں جاتا انھیں اسم **غير عدی** کہا جاتا ہے۔

ذیل کے الفاظ میں سے اسم غیر عدی کی مثالیں الگ کیجیے۔

شہد، جنگل، ہوا، شکر، دولت، خوبصورتی، خوف، دودھ، نفتر۔

اسم مادہ: اب ذرا درج ذیل الفاظ پر غور کیجیے:

سونا، چاندی، لکڑی، شیشہ، دودھ، پانی، دوا، چائے، ہوا، بھاپ، گیس، برف، مٹی، کونٹہ وغیرہ

ان چیزوں کے بارے میں آپ سائنس میں پڑھ چکے ہیں کہ کچھ چیزیں ٹھوس، کچھ مائع اور کچھ گیس ہوتی ہیں۔ سائنس کی زبان میں انھیں 'مادہ' کہا جاتا ہے کیونکہ جن چیزوں کو ہم دیکھ اور چھو سکتے ہیں، وہ سب مادے سے بنی ہوتی ہیں۔ قواعد میں ایسی چیزوں کے نام 'اسم مادہ' کہلاتے ہیں۔

پڑھے ہوئے اسباق سے اسم مادہ کی مثالیں تلاش کر کے لکھیے۔

اسم جمع: ان جملوں پر غور کیجیے۔

۱۔ فونج میں ہزاروں سپاہی قطار میں کھڑے ہیں۔

۲۔ معلوم کیجیے کہ آپ کی جماعت میں کتنے طلبہ پڑھتے ہیں۔

۳۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کھیل کے میدان میں تماشا یوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔

اوپر کے جملوں میں الفاظ 'فونج'، 'قطار'، 'جماعت'، 'بھیڑ'، ایک ہی مقام پر بہت سے لوگوں کی موجودگی ظاہر کرتے ہیں۔ ہزاروں سپاہیوں کو ایک لفظ میں 'فونج' کہہ دیا جاتا ہے۔ پچاس طلبہ ایک ساتھ پڑھتے ہوں تو ان کی ایک جماعت بن جاتی ہے اور کھیل کے میدان کے سیکڑوں ہزاروں تماشائی 'بھیڑ' کہلاتے ہیں۔ لیکن وہ اسم (فونج، جماعت، بھیڑ، چھتا، گروہ، وغیرہ) جو چیزوں یا لوگوں کا مجموعی نام ہو

اسے 'اسم جمع' کہتے ہیں۔

پہلی بات

جوہر لال نہرو ایک بار اپنے دوست کی دعوت پر اس کے گھر گئے۔ دوست نے ان کی خوب آؤ بھگت کی۔ کھانے کے لیے ابھی وقت تھا۔ اس درمیان نہرو نے اپنے دوست کی کتابوں کی الماری کھوئی۔ اتفاق سے الماری میں انھیں اپنی ہی کتاب نظر آئی۔ لیکن اس کتاب کے اوراق مڑے ہوئے تھے اور نہایت خراب حالت میں وہ کتاب رکھی ہوئی تھی۔ کتاب کی یہ حالت دیکھ کر نہرو جی کو بڑا دکھ ہوا۔ انھوں نے اپنے دوست سے کہا کہ تم نے مجھے اپنے گھر بلا کر صدمہ پہنچایا ہے۔ میں اب تم سے دوستی نہیں رکھوں گا۔ دوست کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس سے کون سا قصور ہوا۔ اس نے نہرو جی سے اپنا قصور دریافت کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ تمہاری الماری میں میری کتاب نہایت خراب حالت میں رکھی ہوئی ہے اور بہت ساری کتابوں کے اوراق پھٹے اور مڑے ہوئے ہیں۔ کتابیں ہماری دوست ہوتی ہیں۔ ان کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیے۔ ذیل کی نظم میں بھی کتاب کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔

جان پچان

جمال ناصر ۳ جولائی ۱۹۶۲ء کو مالیگاؤں میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محمد اسحاق ناصر سے انھیں شاعری کا ذوق و رثہ میں ملا اور سن شعور تک پہنچتے پہنچتے وہ شاعری کرنے لگے۔ ان کی نظمیں اکثر بچوں کے رسائل میں شائع ہوتی ہیں۔ رُبنا لک الحمد ان کی حمد و مناجات کا مجموعہ ہے۔ ان کا انتقال ۱۲ فروری ۲۰۱۸ء کو مالیگاؤں میں ہوا۔



ذہن و دل میں علم کی شمعیں جلاتی ہے کتاب
طالبان علم ہوں یا ہو کوئی استادِ فن
کوئی کب ، کیا کارنامہ اس جہاں میں کر گیا
اس میں تصوپریں بھی ہیں ، خاکے بھی ، گل بوٹے بھی ہیں
چین کی ، جاپان کی ، ایران و عربستان کی
گھر میں بیٹھے سیر دنیا کی کراتی ہے کتاب
پاس جب کوئی نہ ہو تب دوست بن جاتی ہے یہ
عزمتِ اسلاف کے قصے سناتی ہے کتاب
نت نئے رنگوں سے سب کا دل لبھاتی ہے کتاب
کس قدر تہائیوں میں کام آتی ہے کتاب

مُسکرا کر مشکلوں کا سامنا کیسے کریں حوصلوں کی ، عزم کی باتیں سکھاتی ہے کتاب نیکیاں کیسے کریں ، کیسے بُرائی سے بچیں امتیازِ خیر و شر کیا ہے ، بتاتی ہے کتاب روز کرتی ہے نئی باتوں سے ہم کو آشنا ہاں ، ہمارا علم ہر لمحہ بڑھاتی ہے کتاب کس طرح بہتر طریقے سے گزاریں روز و شب زندگانی کا ہنر ہم کو سکھاتی ہے کتاب صرف آنکھیں ہی نہیں ، بیدار ذہن و دل بھی ہوں جاگ جاؤ ، خواب غفلت سے جگاتی ہے کتاب مجھ کو پڑھ کر دولتِ علم و ہنر حاصل کرو اک یہی پیغام دنیا کو سناتی ہے کتاب

خلاصہ کلام

علم حاصل کرنے کا سب سے اہم ذریعہ کتاب ہے۔ اس کے سہارے دنیا کے مختلف علوم تک رسائی حاصل ہو سکتی ہے۔ گزرے ہوئے زمانے کے بزرگوں کے کارنے میں کتابوں ہی سے معلوم ہوتے ہیں۔ کتابیں ہمیں دنیا کی سیر کرتی ہیں اور اخلاق کا درس دے کر زندگی گزارنے کا بہتر طریقہ بھی سکھاتی ہیں۔ کتابیں ماضی اور حال کے واقعات بیان کر کے انسان کے ذہن و دل کو بیدار کرتی ہیں۔ انھیں پڑھ کر آدمی باخبر رہتا ہے۔ آدمی کتابیں پڑھ کر ہی علم سے آشنا ہوتا ہے۔ یہی علم انسان کا عزم و حوصلہ بڑھاتا ہے اور برائیوں سے بچا کر اچھائیوں کی طرف مائل کرتا ہے۔

معنی و اشارات

تیرگی	- تاریکی، اندھیرا
استادِ فن	- کسی فن کا ماہر
موتی لٹانا	- باعزٗت کرنا
عظمت	- بُرائی
اسلاف	- گزرے ہوئے لوگ
خاکے	- تصویریں
دل بجانا	- دل کو خوش کرنا
تہائی	- اکیلا پن
ارادہ	- عزم
فرق	- امتیاز
آشنا	- پیچان والا
بیدار ہونا	- جاگنا

مشق



کھ ایک جملے میں جواب لکھیے:

- ۱۔ اس نظم کے شاعر کی حمد و مناجات کے مجموعے کا نام لکھیے۔
- ۲۔ کتاب کس کے قصے سناتی ہے؟
- ۳۔ کتاب کب دوست بن جاتی ہے؟
- ۴۔ کتاب ہمیں کون سا ہنر سکھاتی ہے؟
- ۵۔ کتاب دنیا کو کیا پیغام سناتی ہے؟

مختصر جواب لکھیے:

- ۱۔ 'تیرگی' سے روشنی میں ہم کو لاتی ہے کتاب سے کیا مراد ہے؟

۲۔ حوصلوں اور عزم کی باتوں سے کتاب کیا سکھاتی ہے؟

۳۔ کتاب ہمارا علم کس طرح بڑھاتی ہے؟

لّم کی مدد سے خانہ پری کیجیے:

۱۔ کس قدر میں کام آتی ہے کتاب

۲۔ زندگانی کا ہم کو سکھاتی ہے کتاب

۱۔ کوئی کب کیا اس جہاں میں کر گیا

۲۔ نیکیاں کیسے کریں، کیسے سے بچیں

و سعیت میرے بیان کی



درج ذیل اشعار کا مطلب بیان کیجیے:

۱۔ طالباں علم ہوں یا ہو کوئی استادِ فن

۲۔ پاس جب کوئی نہ ہوتب دوست بن جاتی ہے یہ

ہر کسی پر علم کے موئی لٹھاتی ہے کتاب

کس قدر تھائیوں میں کام آتی ہے یہ

جوڑیاں لگائیے:

الف۔ نت نے رنگوں سے سب کا دل لبھاتی ہے کتاب

ب۔ زندگانی کا ہنر ہم کو سکھاتی ہے کتاب

ج۔ حوصلوں کی، عزم کی باتیں سکھاتی ہے کتاب

د۔ عظمتِ اسلاف کی یادیں دلاتی ہے کتاب

ہ۔ گھر میں بیٹھے سیر دنیا کی کراتی ہے کتاب

۱۔ تاریخ

۲۔ ڈرائیور

۳۔ سیاحت

۴۔ اخلاق

۵۔ مہم جوئی

زور قلم

اپنی کسی پسندیدہ کتاب پر دس سطریں لکھیے۔

غور کر کے بتائیے



۱۔ کتاب کو علم کی شمع کیوں کہا گیا ہے؟

۲۔ علامہ اقبال کی نظم کا وہ شعر لکھیے جس میں 'علم کی شمع' کا ذکر آیا ہے۔

سرگرمی / منصوبہ:



آپ جن اردو ادیبوں اور شاعروں کو جانتے ہیں، ان کی کتابوں کے نام جدول بناؤ کر لکھیے۔ ضرورت پڑنے پر اپنے استاد / سرپرست سے مدد لیں۔

کتاب کا نام	شاعر	کتاب کا نام	ادیب	
-------------	------	-------------	------	--

لغت کے استعمال کے لیے آپ انگریز کی ویب سائٹ دیکھ سکتے ہیں مثلاً: <http://www.urduenglishdictionary.org>

پہلی بات

ان تصویریوں میں تین مختلف جگہوں پر سورج دیکھ کر آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ



۱۔ دائیں طرف کا سورج کس سمت کا اشارہ دے رہا ہے

۲۔ درمیانی تصویر کے سورج سے کس وقت کا پتا چلتا ہے

۳۔ بائیں طرف کا سورج کس سمت کا اشارہ دے رہا ہے

یہ تصویریں بتاتی ہیں کہ پرانے وقوٹ میں دن کے وقت کا تعین کیسے کیا جاتا تھا۔ اسی طرح رات کا وقت معلوم کرنے کے لیے ستاروں کی چال کا سہارا لیا جاتا تھا۔

وقت کو ناپنے کے لیے ہم گھڑی کا استعمال کرتے ہیں۔ ایک زمانے میں گھڑیاں جیب میں رکھی جاتی تھیں۔ اب موبائل فون میں گھڑی آجائے کی وجہ سے لوگ ہاتھ گھڑیوں کا استعمال بھی کم کرنے لگے ہیں۔ بس موبائل فون میں وقت دیکھ لیتے ہیں۔ اگر کچھ لوگ ایسی جگہ پہنچ جائیں جہاں کسی کے پاس وقت دیکھنے کا آله نہ ہو تو وہاں وقت کیسے معلوم کیا جائے گا؟ ایسے کئی سوالات کے جواب آصف فرنخی کے اس مضمون میں تفصیل سے دیے گئے ہیں۔

اس سبق میں مصنف نے مختلف زمانوں میں بنے والی گھڑیوں کی کہانی بڑے لمحپ انداز میں سنائی ہے۔ اسے غور سے پڑھنے پر آپ کو اندازہ ہو گا کہ وقت کا حساب رکھنے کے لیے گھڑی کتنی ضروری ہے۔

جان پچھان

آصف فرنخی ۱۹۵۹ء کو کراچی میں نامور ادیب ڈاکٹر اسلام فرنخی کے گھر پیدا ہوئے۔ آصف فرنخی پیشے سے ڈاکٹر اور موجودہ ذرور کے متاز ادیب تھے۔ انہوں نے بہت سے مضمایں اور کہانیاں لکھی ہیں۔ چیزیں اور لوگ، شہربیتی، اسلام عظیم کی تلاش میں، عالم ایجاد اور مشہور ترین ہیں۔ یکم جون ۲۰۲۰ء کو کراچی میں ان کا انتقال ہو گیا۔

ایک وقت ایسا تھا کہ انسان صرف شکار اور پناہ گاہوں کی تلاش میں رہا کرتا تھا۔ اتنا شکار کرتا کہ پیٹ بھر جائے اور ایسی جگہ رہتا جہاں حفاظت سے رات گزاری جاسکے۔ لیکن جب وہ ایک مقام پر بس گیا اور اس نے کام کا ج شروع کر دیا تو وقت کی پیمائش ضروری ہو گئی۔ وقت، رات اور دن میں تو تقسیم تھا ہی، اب دن کو پھر دن اور گھنٹوں میں تقسیم کرنے کی ضرورت پڑ گئی۔

وقت کا سب سے بڑا پیمانہ تو سورج تھا۔ دن ڈھلنے اور وقت گزرنے کا حساب اس بات سے رکھا جاتا تھا کہ سورج کہاں پر

ہے۔ وقت کو ناپنے کے لیے پہلی گھڑی بھی سورج کے لحاظ سے بنائی گئی۔ یہ دھوپ گھڑی، گھنٹوں کا حساب رکھتی تھی اور سائے کے لحاظ سے وقت بتاتی تھی۔ گھنٹے بڑھتے سائے کے حساب سے وقت بتانے والی دھوپ گھڑی کے ساتھ مشکل یہ تھی کہ رات کے وقت یہ بے کار ہو جاتی تھی۔ جن دنوں بادلوں کی وجہ سے سورج نہ دیکھائی دیتا تو دھوپ گھڑی بھی رک جاتی اس لیے لوگوں نے وقت کی پیمائش کے دوسرے طریقے ڈھونڈنا شروع کر دیے۔



قدیم یونان اور روم میں آبی گھڑی بہت مقبول تھی۔ یہ گھڑی کیا تھی، ایک برتن تھا۔ پانی کی ناند بھر کر اس میں ایک ایسا کٹورا کھدیتے جس کی پیندی میں ایک بہت چھوٹا سوراخ ہوتا تھا۔ پانی اس سوراخ سے آہستہ آہستہ کٹورے میں چڑھتا رہتا۔ جب کٹورا بھر کر ڈوب جاتا تو لوگ سمجھ لیتے کہ ایک گھنٹا پورا ہو گیا ہے۔

اس کے بعد شمع گھڑی کا رواج ہوا۔ یہ موم تی تھی جس پر مخصوص فاصلے پر نشانات لگے ہوتے تھے۔ ایک نشان سے دوسرے نشان تک شمع کے پکھلنے کا مطلب تھا کہ ایک گھنٹا گزر گیا یعنی موم تی کا جلا اور پکھلنا وقت کے گزرنے کو ظاہر کرتا تھا۔

اس سے زیادہ ستنا اور قابل اعتماد ذریعہ ریت گھڑی تھی۔ یہ گھڑی شیشے کی ایک نکلی تھی جو درمیان سے اتنی پتلی ہوتی کہ دو حصوں میں بٹی ہوئی نظر آتی۔ اوپر کے حصے میں ریت بھری ہوتی تھی جو نیچے گرتی رہتی۔ اوپری حصے کے بالکل خالی ہو کر نچلے حصے کے بھر جانے میں پورا گھنٹا لگتا تھا۔ جب گھنٹا پورا ہو جاتا، اوپر کی تمام ریت نیچے پہنچ جاتی تو ریت گھڑی کو اٹھا کر لیا جاتا اور ریت کا گرنا دوبارہ شروع ہو جاتا۔ ریت گھڑی کا رواج اس وقت کم ہوا جب کل پرزوں کی بنی ہوئی گھڑیاں عام ہو گئیں۔



ایسی گھڑیوں کے عام ہونے میں بہت وقت لگا اور ایک عرصے تک انھیں عجوبہ سمجھا جاتا رہا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے فرانس کے بادشاہ شارلمین کو تھفے میں بہت خوب صورت گھڑی بھیجی تو اس کا سارا دربار گھڑی کو دیکھ کر ششدہ رہ گیا۔

یورپ میں کل پرزوں کی گھڑی بارہویں صدی میں نمودار ہوئی۔ لوہاروں کی بنائی ہوئی یہ گھڑی کچھ ایسی ٹھیک نہیں تھی مگر اس سے ٹھوڑا بہت کام لیا جانے لگا۔ ۱۳۰۶ء میں اٹلی کے شہر ملان میں پہلی مرتبہ گھنٹے کی ٹن ٹن سنائی دی تو اسے بڑا اہم واقعہ سمجھا گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب محض سن کر لوگ یہ بتاسکتے ہیں کہ کیا وقت ہوا ہے۔



جلد ہی عوام کی سہولت کے لیے شہروں کے اہم مقامات پر بڑے بڑے گھنٹا گھر تعمیر کیے گئے۔ بعض شہروں میں جو گھنٹا گھر بنائے گئے وہ فن تعمیر اور ماہرا نہ کارگردی کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ ہر گھنٹے پر سپاہیوں کی قطار یا تاریخی ہستیوں کی شبپہ نکل کر بتاتی کہ گھنٹا پورا ہو گیا ہے۔ لوگ انھیں دیکھتے اور وقت کا اندازہ لگا لیتے۔ لوگ اب بھی دور دور سے آ کر ان گھنٹا گھروں کو دیکھتے ہیں۔ یہ معلوم کرنے کے لیے نہیں کہ اب کیا وقت ہوا ہے بلکہ ایک گز رے ہوئے زمانے کے آثار کے طور پر۔



لوہاروں نے ابتداء میں جو گھڑیاں بنائی تھیں وہ بڑی اور بھاری تھیں اور پہیوں کے گرد گھونے والے وزن سے چلتی تھیں۔ ان کو بہتر بنانے کے لیے کام ہوتا رہا۔ بھاری وزن کے لیے اسپر گنگ استعمال ہوا تو گھڑی کا چھوٹا کرنا ممکن ہو گیا۔ پنڈولم لگائے گئے تو گھڑی کی رفتار بہتر ہو گئی اور منٹ بتانے والی چھوٹی سوئی کے اضافے سے اب گھڑیاں گھنٹوں کا حساب رکھنے کی بجائے منٹ منٹ کا حساب رکھنے لگیں۔

گھنٹوں کی بجائے چھوٹی گھڑیاں بننے لگیں اور ان کا سنبھالنا آسان ہو گیا تو ان کا استعمال بھی بڑھ گیا۔ اب ہر شخص چاہتا تھا کہ اس کے گھر کی دیوار پر ایک گھڑی ضرور لٹک رہی ہو۔ اس طرح گھڑی سازی اہم پیشہ بن گیا۔

پہلی با قاعدہ گھڑی جرمی کے ایک قفل ساز نے ۱۵۰۰ء کے لگ بھگ بنائی۔ یہ گھڑی کا لرکی بینوی شکل کی تھی اور گلے میں ہار کی طرح پہنی جاتی تھی یا کا لر کے گرد لٹکائی جاتی تھی۔ اس گھڑی نے جلد ہی ایک زیور کی صورت اختیار کر لی۔ مشہور و معروف ٹنار اور دست کار ان گھڑیوں کو طرح طرح کے نمونوں میں بناتے اور سونے چاندی کے کام پر جواہر جڑتے۔ یہ گھڑی کیا تھی فن پارہ تھی اور ایسی گھڑی کا مالک ہونا بڑی بات تھی۔ جن لوگوں کی طبیعت میں دکھاوا ہوتا، وہ ایک ہی وقت میں کئی گھڑیاں پہنتے۔ گھڑیاں الگ الگ شکلوں کی ہوتی ہوں گی مگر ان سب میں وقت ایک ہی ہوتا۔

ایک گھڑی بنانے کے لیے ایک ماہ اور ہنرمند کارگیر کو بہت وقت درکار ہوتا تھا۔ صنعتی ترقی کی بدولت یہ ممکن ہوا کہ اتنی قیمت کی گھڑیاں بننے لگیں کہ ایک عام آدمی کی دسترس میں ہوں۔ گھڑی زیور کی بجائے ضرورت کی چیز بن گئی مگر پھر بھی گھڑی بہت قیمتی ملکیت سمجھی جاتی تھی۔ سونے کی زنجیر سے لٹکی ہوئی، ڈیا کی طرح کھلنے والی اور چابی سے چلنے والی جبی گھڑیاں اب سے تھوڑے عرصے پہلے تک اعلیٰ لباس کا حصہ سمجھی جاتی تھیں۔

اب گھڑیاں جیبوں سے نکل کر کلائی پر آگئی ہیں یعنی اب وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ وقت کیا ہاتھ آیا، طرح طرح کی گھڑیاں سامنے آگئیں۔ بغیر چابی کے چلنے والی، اندھیرے میں چمکنے والی، پانی سے خراب نہ ہونے والی اور چوت سہار جانے والی گھڑیاں اب عام ہیں۔ آج کی گھڑیاں دیکھنے میں سبک بھی نظر آتی ہیں اور وقت کی پیمائش میں اتنی حساسی ہیں کہ سیکنڈ کے حصے کا بھی حساب رکھتی ہیں۔

دھوپ گھڑی سے کلائی گھڑی تک آنے میں بہت وقت لگا ہے۔

معنی و اشارات

- صورت، شکل	- شبہ	- ناپ	- پیائش
- رقص	- پندولم	- پسندیدہ	- مقبول
- دست کار	- ہنرمند	- گنگال، پانی رکھنے کا برابر تن	- ناند
- ہنر کا عمدہ نمونہ	- فن پارہ	- بھروسہ	- اعتماد
- پہنچ	- دسترس	- حیران رہ جانا	- ششدرو رہ جانا

مشق



کہ ایک جملے میں جواب لکھیے:

۱۔ پرانے زمانے میں وقت کا اہم پیمانہ کیا تھا؟



- ۱۔ مصنف کس پیشے سے تعلق رکھتے ہیں؟
 ۲۔ دھوپ گھڑی کب بیکار ہو جاتی تھی؟
 ۳۔ قدیم یونان اور روم میں کون سی گھڑی بہت مقبول تھی؟
 ۴۔ ایک نشان سے دوسرے نشان تک شمع کے پچھلنے کا کیا مطلب تھا؟
 ۵۔ ریت گھڑی کو کب الٹا کرتے تھے؟
 ۶۔ ریت گھڑی کا رواج کب کم ہوا؟
 ۷۔ خلیفہ ہارون رشید نے خوب صورت گھڑی کس کو بیٹھی تھی؟
 ۸۔ یورپ میں کل پرزوں کی گھڑی کب نمودار ہوئی؟
 ۹۔ لوہاروں کی بنائی ہوئی گھڑیاں کیسی تھیں؟
 ۱۰۔ اہم مقامات پر گھنٹا گھر کیوں تعمیر کیے جاتے تھے؟

کھجور جواب لکھیے:

- ۱۔ لوگ اب بھی دور دور سے آ کر ان گھنٹا گھروں کو کیوں دیکھتے ہیں؟
 ۲۔ مصنف نے چھوٹی گھڑیوں کی کیا خوبیاں بتائی ہیں؟
 ۳۔ مصنف نے یہ کیوں کہا ہے کہ ”وقت کیا ہاتھ آیا، طرح طرح کی گھڑیاں سامنے آ گئیں؟“
 ۴۔ آج کل کون کون سی گھڑیاں بازار میں دستیاب ہیں؟

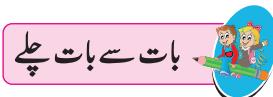


کھجور سبق کے درج ذیل الفاظ کی مدد سے صحیح جملے بنائیے:

- ۱۔ تھاسورج تو پیمانہ سے بڑا وقت کا سب۔
 ۲۔ ہوارواج کا گھڑی بعد شمع اس کے
 ۳۔ ہاتھ وقت کیا طرح کی طرح آیا سامنے گھڑیاں آ گئیں۔



- ۱۔ ریت گھڑی کی ساخت اور طریقہ کار کے بارے میں لکھیے۔
 ۲۔ پرانے زمانے میں وقت معلوم کرنے کے لیے کون سے طریقے اختیار کیے جاتے تھے؟ دس سطروں میں لکھیے۔



اپنے گروہ میں وقت کی اہمیت پر بات چیت کیجیے۔

- ۱۔ دھوپ گھڑی، آبی گھڑی، شمع گھڑی اور ریت گھڑی کی تصویریں حاصل کر کے اپنی بیاض میں چسپاں کیجیے۔
- ۲۔ انگلینڈ کی گھڑی بگ بین، بہت مشہور ہے۔ اس کے بارے میں اپنے استاد/سرپرست سے معلومات حاصل کیجیے۔

آئیے، زبان سیکھیں



اسم کیفیت:

- ان جملوں میں خط کشیدہ لفظوں پر توجہ دیجیے:

- ۱۔ وہ بیتابی سے ادھر ادھر دوڑ رہے تھے۔
- ۲۔ مریض کمزوری محسوس کر رہا تھا۔
- ۳۔ لڑکا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔
- ۴۔ پہرے دار خوشی سے پھولانہ سمایا۔
- ۵۔ وہ بڑی بہادری سے لڑے۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ کسی چیز، شخص یا جگہ کے نام کو اسم کہتے ہیں۔ اوپر دیے گئے تمام خط کشیدہ الفاظ بھی اسم ہیں مگر یہ چیزوں اور اشخاص وغیرہ کے نام نہیں ہیں۔ ان اسموں کی حالت کو ہم صرف اپنے ذہن سے سمجھ سکتے ہیں یا محسوس کر سکتے ہیں۔ اس لیے انہیں 'اسم کیفیت' کہا جاتا ہے۔ اوپر کے ایک جملے: 'وہ بیتابی سے ادھر ادھر دوڑ رہے تھے'، میں لفظ بیتابی سے دوڑنے والے کی حالت یا کیفیت کا پتا چلتا ہے۔ دوڑنے والے کے چہرے اور ہاتھ پاؤں کی حرکات سے ہم اس کی حالت جان لیتے ہیں۔

- بتائیے کہ ان جملوں میں کون سے الفاظ اسم کیفیت ہیں۔

- ۱۔ دھوپ گھڑی کے ساتھ مشکل یہ تھی کہ رات کے وقت یہ بیکار ہو جاتی۔
- ۲۔ دھوپ گھڑی گھنٹوں کا حساب رکھتی تھی۔
- ۳۔ عوام کی سہولت کے لیے گھنٹا گھر تعمیر کیے گئے۔
- ۴۔ لوگ انھیں دیکھتے اور وقت کا اندازہ لگایتے۔

- ذیل کے الفاظ میں اسم کیفیت تلاش کر کے لکھیے:

بیمار، تیار، پریشانی، برائی، فوج، بُنسی، بڑائی، مجرم، پہرے دار، وفاداری، چوری پچھے



پہلی بات

آج کل اطراف کے زینتی اور فضائی ماحول کی خرابی کی وجہ سے پوری دنیا میں گرمی کے شدید طور پر بڑھ جانے کی شکایت عام ہو گئی ہے۔ اس صورت حال کو عالمی حرارت افزونی یا گلوبل وارمنگ کہتے ہیں۔ یہ واقعہ زمین پر موجود ہوا میں کچھ خاص گیوں کے بڑھ جانے سے ظہور میں آتا ہے اور اس کے شدید اثرات انسانی زندگی پر پڑتے ہیں۔ ماحول کی گرمی موسموں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ سردی اور بارش کے موسم کی ٹھنڈک کم ہو جاتی اور ہر موسم میں گرمی کا احساس ہوتا ہے۔ گلوبل وارمنگ پہاڑوں پر جمی ہوئی برف کو پکھلا کر دریاؤں اور سمندروں میں طوفانی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ موسموں کے زمانی تعین میں فرق آ جاتا ہے۔ فصلوں اور دوسری پیداواروں کو نقصان پہنچتا ہے۔ نظم گرمی، میں بتایا گیا ہے کہ انسانوں اور جیوانوں وغیرہ پر اس موسم کے اثرات کیا ہوتے ہیں۔

جان پچان

اس نظم کے شاعر علامہ محمد حبی صدیقی کا اصل نام محمد حسین صدیقی تھا۔ وہ ۱۸۹۱ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم انہوں نے گھر پر حاصل کی پھر لکھنؤ کے مشہور مدرسہ نظامیہ میں داخل کیے گئے۔ اس کے بعد بھوپال آ کر انہوں نے فارسی کی تعلیم کامل کی۔ انہوں نے صحافت کو اپنا پیشہ بنایا اور ترجمے کا کام بھی کیا۔ پھر کانپور کے ایک مدرسے میں مدرس رہنے کے بعد وہ مدرس پہنچ اور وہاں یونیورسٹی میں پیچر ہوئے۔ ان کا انتقال ۱۹۷۵ء کو بھوپال میں ہوا۔ محمد حبی صدیقی نے بچوں کے لیے بھی بہت سی نظمیں لکھی ہیں جو بالکل باغ، کے نام سے شائع ہوئیں۔

کل نہیں ملتی کسی کو ایک پل
گھر کی دیواریں ، چھتیں ، در گرم ہیں
دھوپ الیسی تیز ، پکھلا دے ہمیں
چل رہی ہے گرم شعلہ سی ہوا
صحن میں ٹھنڈک نہیں ہے نام کو
کیوں نہ ہو ، دن بھر کی پیاسی تھی زمیں
تب کہیں جا کر بجھے دم بھر کو پیاس
چادریں ، تکیے ، رضاۓ گرم ہے
تب کہیں مشکل سے جھپکی ہے پلک
کھیت اور باغوں کے تھالے خشک ہیں
تپ رہے ہیں آگ سے سارے پہاڑ
جل رہے ہیں دھوپ کے مارے پہاڑ

کیا ہی گرمی پڑ رہی ہے آج کل
تپ رہی ہے ریت ، پتھر گرم ہیں
لو کچھ الیسی گرم ، جھلسا دے ہمیں
سیر کو باغوں میں کوئی جائے کیا
ہوتا ہے چھڑکاؤ اکثر شام کو
لو ادھر چھڑکا ، ادھر سوکھی زمیں
پیتے ہیں شربت کا جب ٹھنڈا گلاں
ہر پچھونا ، چارپائی گرم ہے
ہم رہے بے چین آدمی رات تک
ندیاں سوکھی ہیں ، نالے خشک ہیں
سوکھ کر کاشنا ہوئے ہیں جانور
ہے بلا کی پیاس ، گرمی اس قدر
تپ رہے ہیں آگ سے سارے پہاڑ

دور ہو اللہ ، یہ گرمی کہیں
مینہ پڑ جائے تو کچھ تر ہو زمیں

خلاصہ کلام

اس نظم میں گرمی کے مختلف اثرات بیان کیے گئے ہیں کہ اس موسم میں گھر، باغ، جنگل، پہاڑ اور ندی نالوں کی کیا صورت ہو جاتی ہے۔ گرمی کی شدت سے جانور اور پیڑ پودے سوکھ جاتے ہیں۔ شدید پیاس لگتی ہے اور بار بار پانی پینے سے بھی نہیں بچتی۔ دن میں سخت دھوپ ہوتی ہے اور رات میں لؤ کے جھکڑ چلتے ہیں جس سے جانداروں کی نیند خراب ہوتی ہے۔ گرمی سے تنگ آ کر سب دعا کرتے ہیں کہ اے خدا ایسی گرمی سے ہمیں نجات دے۔

معنی و اشارات

سوکھ کر کاٹا ہونا	- بہت دلا ہو جانا
بلائی	- بہت زیادہ
تحالے	- درختوں، پودوں کے گرد وہ گڑھے جن میں پانی بھرا ہوتا ہے۔

کیا ہی	- کتنی، بہت
کل نہیں ملتی	- چین نہیں آتا
نام کو	- ذرا سا
پلک جھپکنا	- اونگھ آ جانا

مشق



کھجور ایک جملے میں جواب لکھیے:

- ۱۔ محمدی صدیقی نے بچوں کے لیے کون سی کتاب لکھی؟
- ۲۔ گرمی میں گھر کی کیا حالت ہوتی ہے؟
- ۳۔ لوگ باغ کی سیر کو کیوں نہیں جا رہے ہیں؟
- ۴۔ گرمی پڑنے پر صحن کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کیا کیا جاتا ہے؟
- ۵۔ پہاڑوں پر گرمی کا کیا اثر ہوتا ہے؟
- ۶۔ شاعر نے گرمی سے نجات کی دعا کیوں مانگی؟

کھجور نظم کی مدد سے اشعار مکمل کیجیے:

- ۱۔ ہوتا ہے چھڑکاؤ اکثر کو
- ۲۔ ندیاں سوکھی ہیں نالے ہیں
- ۳۔ سوکھ کر کاٹا ہوئے ہیں
- ۴۔ تپ رہے ہیں آگ سے سارے

- ۱۔ چھڑکاؤ کے فوراً بعد میں کیوں سوکھ جاتی ہے؟
- ۲۔ گرمی کی راتوں کے بارے میں شاعر نے کیا کہا ہے؟
- ۳۔ گرمی میں نالوں اور کھیتوں کی کیا حالت ہے؟



کھجور نظم کی مدد سے نیچے دیے ہوئے الفاظ کی ضد لکھیے:

دن صبح سردی تر آج چھاؤں

زور قلم

اس نظم میں بتایا گیا ہے کہ گرمی مختلف چیزوں پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے۔ انھیں اپنے لفظوں میں لکھیے۔



سرگرمی / منصوبہ:

گرمی کے موسم میں پائے جانے والے چیزوں کے نام اپنی بیاض میں لکھیے۔

اضافی معلومات

روزمرہ:

نظم 'گرمی' کے ان پانچ مصرعوں کو پڑھیے:

- ۱۔ کل نہیں ملتی کسی کو ایک پل
- ۲۔ صحن میں ٹھنڈک نہیں ہے نام کو
- ۳۔ تب کہیں جا کر بجھے دم بھر کو پیاس
- ۴۔ سوکھ کر کاٹا ہوئے ہیں جانور
- ۵۔ ہے بلا کی پیاس، گرمی اس قدر

ان مصرعوں میں کل نہیں ملنا / سوکھ کر کاٹا ہونا محاورے ہیں اور نام کو / دم بھر کو / بلا کی لفظوں کے یہ مجموعے 'روزمرہ' کہلاتے ہیں۔

تلاش و جستجو

پڑھے گئے اسباق سے چند محاورے اور روزمرہ کے فقرے تلاش کر کے لکھیے۔



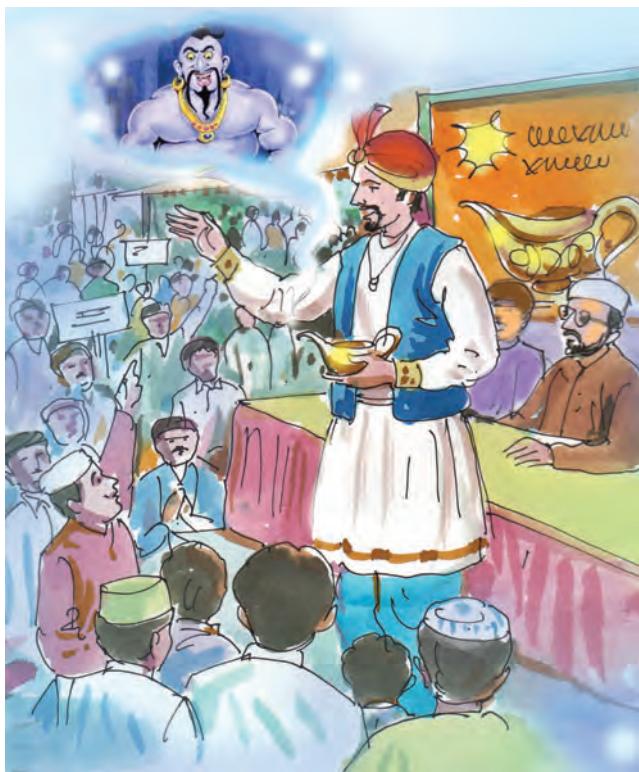
پہلی بات

ایک زمانے میں بادشاہ اور راجا ملکوں پر حکومت کیا کرتے تھے مگر اب راجاؤں اور بادشاہوں کا دور ختم ہو گیا ہے۔ اب عوام خود اپنے نمائندے چنتے ہیں۔ یہ نمائندے مل کر حکومت چلاتے اور عوام کے مسائل حل کرتے ہیں۔ نمائندے چننے کے اس عمل کو انتخاب یا ایکشن کہا جاتا ہے۔ عوام کو چاہیے کہ وہ سوچ سمجھ کر اپنے نمائندے منتخب کریں۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ ایکشن کے زمانے میں لوگ کھلے میدانوں میں جمع ہوتے ہیں۔ امیدوار عوام کے سامنے تقریر کرتے ہیں اور ان سے ووٹ مانگتے ہیں۔

جان پہچان

کرشن چندر اردو کے افسانہ نگاروں میں ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ وہ ۲۳ نومبر ۱۹۱۳ء کو وزیر آباد پاکستان میں پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم پونچھ (کشمیر) میں ہوئی۔ ۱۹۳۷ء میں انھوں نے پنجاب یونیورسٹی سے انگریزی میں ایم۔ اے۔ کیا۔ پونچھ عرصے تک وہ لاہور کے آل انڈیا ریڈیو میں خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۶۹ء میں انھیں پدم بھوشن کا اعزاز ملا۔ کرشن چندر نے ناول، ڈرامے، مضامین اور افسانے سمجھ کر لکھا لیکن وہ بنیادی طور پر افسانہ نگار تھے۔ ”شکست، ہم وحشی ہیں، ہوائی قلعے، ایک گدھ کی سرگزشت“ اور ”الٹاش درخت“ غیرہ ان کی مشہور کتابوں کے نام ہیں۔ ان کا انتقال ۸ مارچ ۱۹۷۷ء کو ممبئی میں ہوا۔ ذیل کا سبق کرشن چندر کے ناول ”الٹادرخت“ سے لیا گیا ہے جس میں جادوگروں کو عوام سے ووٹ مانگتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

سامنے بہت سے لوگ برلنی جھنڈیاں ہلاتے ہوئے جا رہے تھے۔ یوسف، موہن اور شہزادی بھی ان لوگوں کے پیچھے چلنے لگے۔ مجمع زور زور سے نعرے لگا رہا تھا، ”الله دین کو ووٹ دو... الله دین زندہ باد۔“



مجمع نعرے لگاتا، جھنڈیاں ہلاتا شہر کے ایک بڑے چوک میں پہنچا۔ یوسف نے دیکھا لوگ بھوکے نظر آ رہے ہیں۔ اُن کے کپڑے بوسیدہ اور تارتار ہیں پھر بھی وہ خوش ہیں۔ یوسف نے پوچھا، ”بھی! کیا ما جرا ہے؟“

ایک آدمی نے جیرت سے کہا، ”ساری دنیا کو معلوم ہے اور تمھیں معلوم نہیں؟ آج جادوگروں کا ایکشن ہے۔ وہ دیکھو، سامنے الله دین اپنا چراغ ہاتھ میں لیے ایکشن لڑ رہا ہے۔“ یوسف نے دیکھا، واقعی بڑے بڑے رنگ جھنڈوں کے درمیان الله دین کھڑا تقریر کر رہا ہے۔ ”بھائیو اور بہنو! میں بھی تمہاری طرح ایک معمولی آدمی ہوں۔ میں ایک درزی کا بیٹا ہوں۔ میں تمہارے دکھ درد پہنچانا ہوں۔ مجھے معلوم ہے، تم لوگ بھوکے ہو، تمہارے جسم پر کپڑے نہیں

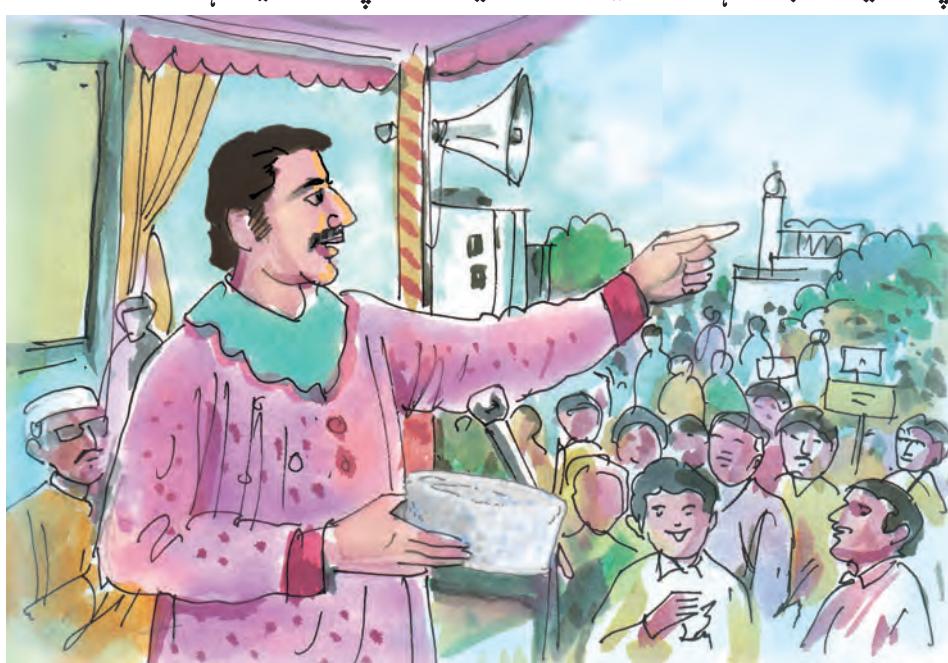
ہیں، بچوں کے لیے تعلیم نہیں ہے، پچھلی حکومت نے تمہارے لیے کچھ نہیں کیا مگر وہ سونے کے دیو کی حکومت تھی۔ میں اپنے اس جادو کے چراغ کی مدد سے تمہارے لیے ہر طرح کے عیش کا سامان مہیا کروں گا۔ دیکھو، میرے جادو کے چراغ کے کر شئے؟“ یہ کہہ کر اللہ دین نے چراغ کو اپنی ہتھیلی سے رگڑا۔ فوراً ایک جن ہوا میں اڑتا ہوا نظر آیا اور کہنے لگا، ”الله دین کیا حکم ہے؟“

الله دین نے کہا، ”میں شہر کے بے گھر لوگوں کے لیے عالی شان محل بنانا چاہتا ہوں۔ ذرا ایک محل تو لا کے دکھادو۔“

جن غائب ہو گیا۔ دوسرے لمحے وہی جن اپنے ہاتھ پر ایک عالی شان سات منزلوں والا چمکتا ہوا محل لیے حاضر ہوا۔ لوگوں کی نگاہیں اس خوبصورت محل کی طرف کھنچتی چلی گئیں۔ محل کے دروازے کھلتے تھے۔ کھڑکیاں کھلی تھیں۔ محل کے اندر روشنیاں جگ مگ جگ مگ کر رہی تھیں۔ خوب صورت قالین اور صوفے بچھے تھے۔ میزوں پر طرح طرح کے پھل چنے ہوئے تھے۔ پلاو، ٹنجن، زردے، قورے، طرح طرح کی سبزیاں، فالودے، فیرنیاں، شربت، آنس کریم گھومتی ہوئی میزوں پر رکھی ہوئی لوگوں کو نظر آ رہی تھیں۔ لوگوں کی رال ٹنکنے لگی۔ لاکھوں گلوں سے آواز آئی، ”الله دین کو ووٹ دو، اللہ دین زندہ باد۔ ایک ووٹ، ایک ملک، ایک اللہ دین، ایک چراغ۔“ یک ایک اللہ دین نے تالی بجائی۔ جن اپنے محل سمیت غائب ہو گیا۔ اللہ دین نے کہا، ”پہلے مجھے ووٹ دو۔ پھر یہ محل تھیں ملے گا۔“ لوگ دھڑکنے والے دین کے لیے جانے لگے۔

یک ایک دوسری طرف سے آواز آئی، ”لوگو! بے وقوف نہ بنو۔ یہ اللہ دین، درزی کا بیٹا تھیں بے وقوف بنا رہا ہے۔ اصلی جادو تو میرے پاس ہے۔ جادو کی ٹوپی! سلیمانی ٹوپی!“

جمع دوسری طرف پڑا۔ جہاں ایک بہت بڑے بینڈ باجے کے ساتھ، ایک بہت بڑے چبوترے پر دو درجن لا ڈڑھ اپنیکروں کے سامنے ایک جادوگر سلیمانی ٹوپی ہاتھ میں لیے تقریر کر رہا تھا۔ یوسف، موہن اور شہزادی بھی ادھر چلے گئے۔ وہ کہہ رہا تھا، ”الله دین ٹھنگ ہے، اسے ہرگز ووٹ نہ دینا۔ اللہ دین کا چراغ پرانا ہو چکا ہے۔ اس کا جن بھی بڑھا ہو چکا ہے۔ اتنے دنوں میں وہ تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکا، اب کیا کرے گا؟ اب کے تم مجھے ووٹ دو کیوں کہ میرے پاس سلیمانی ٹوپی ہے۔“ موہن نے کہا، ”اس ٹوپی میں کیا خاص بات ہے؟ مجھے تو سیدھی سادھی سفید رنگ کی ٹوپی دکھائی دیتی ہے۔“



جادوگر نے موہن کی بات سن لی۔ وہ وہیں چبوترے سے چلا کر بولا، ”یہ کوئی معمولی ٹوپی نہیں ہے۔ اسے پہن کر آدمی یوں غائب ہو جاتا ہے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ دیکھو دیکھو، سلیمانی ٹوپی کا کمال دیکھو۔“ یہ کہہ کر جادوگر نے سلیمانی ٹوپی

پہن لی اور مجمع کے درمیان سے غائب ہو گیا۔ اب صرف اس کی آواز آ رہی تھی۔

”دیکھا، یہ سلیمانی ٹوپی کا کمال ہے!“ جادوگرنے سر سے ٹوپی اُتاری اور اب وہ لوگوں کو نظر آنے لگا۔ ”اس ٹوپی کو پہن کر آدمی غائب ہو سکتا ہے۔ جہاں چاہے گھوم سکتا ہے۔ وہ ساری دنیا کی سیر کر سکتا ہے۔ وہ جہاں چاہے بغیر ٹکڑے کے جا سکتا ہے اور اسے کوئی ٹوکنے والا نہیں۔ اس ٹوپی کو پہن کر آدمی بڑے بڑے راز معلوم کر سکتا ہے۔ اس ٹوپی کو پہن کر آدمی وزیر بن سکتا ہے، نوکری حاصل کر سکتا ہے۔ یہ سلیمانی ٹوپی ہے۔ اس کے سامنے اللہ دین کا چراغ بالکل یقین ہے۔ اسے رکٹنے کی ضرورت نہیں۔ کسی جن کو بلا نے کی ضرورت نہیں۔ لب اسے سر پر پہن لیجیے۔ آپ کے سب کام پورے ہو جائیں گے۔ پھر اللہ دین کے پاس ایک ہی چراغ ہے لیکن میں نے سب کے فائدے کے لیے ہزاروں سلیمانی ٹوپیاں تیار کرائی ہیں.... آئیے، مجھے ووٹ دیجیے اور ایک سلیمانی ٹوپی لیتے جائیے۔ ایک ووٹ، ایک سلیمانی ٹوپی!“

لوگ ووٹ دینے کے لیے بھاگنے اور شور مچانے لگے۔ ”سلیمانی ٹوپی زندہ باد! اللہ دین کا چراغ مردہ باد!“

”ہاہاہا۔“.... تیسرے چبوترے سے ایک زور کا قہقهہ بلند ہوا۔ سب لوگ ادھر دیکھنے لگے۔ وہاں ایک اور جادوگر سر پر سفید کاغذ کی ٹوپی رکھے، سفید کاغذ کا کوٹ پہنے، آنکھوں پر چشمہ لگائے، ہاتھ میں اخبار لیے ہنس رہا تھا اور کہہ رہا تھا، ”دوسٹو! یہ سلیمانی ٹوپی والا بھروپیا ہے، بھروپیا۔“.... یہ خود تو ووٹ لے کر غائب ہو جائے گا اور آپ کو کپڑے کی ٹوپیاں دے جائے گا۔ چاہے آپ ان کو سر پر پہنیں، چاہے تھلی بنا کر گھر لے جائیں۔ دوسٹو! یہ سلیمانی ٹوپی کس کام کی؟ غائب ہو کر آپ کیا کریں گے؟ اگر آپ کو اس جادو کی دنیا میں رہنا ہے تو سچا جادو متلاش کرنے کی کوشش کیجیے اور سچے جادوگر کو اپنا بادشاہ بنائیے۔ مجھے دیکھیے۔ میرا جادو کسی کو غائب نہیں کرتا۔ کوئی ہوائی محل نہیں دیکھاتا۔ میں ابھی آپ کے سامنے وہ چیز رکھتا ہوں جس کی آپ کو ضرورت ہے۔“ جادوگر نے اُنگلی سے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا۔ ”کہوتم کیا چاہتے ہو؟“

اُس آدمی نے کہا، ”مجھے اپنی زمین میں کنوں چاہیے۔“

جادوگر نے اپنے چبوترے پر پڑے کاغذ کے انبار میں سے ایک بڑا سا کاغذ نکالا اور اس پر کچھ منتر پڑھ کر پھونکا اور اس آدمی



کو دیا۔ یکایک اُسے اپنے بخرا کھیتوں کے پیچ میں ایک کنوں نظر آیا۔ کنوں پر رہٹ چلنے لگا۔ پانی فوارے کی طرح نکل کر کھیتوں کو سیراب کرنے لگا۔ آدمی کے چہرے پر رونق آگئی۔ اُس نے دیکھا، اُس کے جھونپڑے سے اُس کی بیوی نکلی، پانی کا گھڑا لیے ہوئے۔ بیوی نے مسکرا کر خاوند کی طرف دیکھا۔ اور خاوند اُسی وقت وہ کاغذ ہاتھ میں لے کے اپنے گھر کی

طرف بھاگا۔ وہ بھاگتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا، ”مجھے میرا کنوں مل گیا!“

”تمھیں کیا چاہیے؟“ جادوگر نے دوسرے آدمی سے پوچھا۔ اُس آدمی نے کہا، ”ہمارے قبصے میں کوئی اسکول نہیں ہے۔“

جادوگر نے کاغذ کا دوسرا پر زہ اٹھایا اور اُس پر منتر پڑھ کر پھونکا اور پھر وہ پر زہ اس آدمی کے ہاتھ میں دے دیا۔ آدمی اسی وقت وہ کاغذ اپنے ہاتھ میں لے کر وہاں سے بھاگا۔ بھاگتے بھاگتے وہ کہہ رہا تھا، ”ہمیں اسکول مل گیا! ہمیں اسکول مل گیا!“

پھر کیا تھا۔ مجمع جادوگر پر ٹوٹ پڑا۔ ایک بولا، ”مجھے جوتا چاہیے۔“ جادوگر نے اسے کاغذ کا پر زہ دیا۔ دوسرا بولا، ”مجھے موڑ چاہیے۔“ تیسرا بولا، ”ہمیں اپنے گاؤں میں ایک ہسپتال چاہیے۔“

موہن نے یوسف سے کہا، ”تمھیں کاغذ پر کچھ نظر آتا ہے؟“

یوسف نے کہا، ”مجھے تو سفید کاغذ ہی نظر آتا ہے۔“

موہن نے کہا، ”ممکن ہے ان لوگوں کو کچھ نظر آتا ہو۔ اگر مان لیا جائے کہ انھیں کچھ نظر آتا ہے، تو آخر کاغذ ہی پر نظر آتا ہے نا، اس کی حقیقت کیا ہے؟“ یوسف نے اس آدمی کو بازو سے کپڑا لیا جس نے جادوگر سے جوتا مانگا تھا اور اُس سے پوچھا، ”تمھیں جوتا مل گیا؟“ اُس آدمی نے بڑے غصے سے کاغذ کا پر زہ یوسف کے منہ کے سامنے لا کر کہا، ”دیکھنے نہیں ہو۔ مل گیا ہے۔ یہ دیکھو۔“ یوسف کو سفید کاغذ ہی نظر آیا۔

یوسف نے کہا، ”اگر یہ جوتا ہے تو اسے پہن کر دکھاؤ۔“

اس آدمی نے کاغذ کے ٹکڑے کو اپنے پیر میں پہننے کی کوشش کی۔ کاغذ بیچ سے پھٹ گیا۔ چرکی آواز سننے ہی جادوگر زور سے گرجا، ”کون حقیقت پسند گھس آیا ہماری جادو کی دنیا میں۔ اسے جلدی نکالو ورنہ یہ سب کچھ بتاہ کر دے گا۔ ہمارا جادو سب ختم ہو جائے گا۔“

اتنا سنتے ہی اللہ دین چراغ والا، سلیمانی ٹوپی والا، جادو کے کاغذ والا اور ان کے حمایتی یوسف، موہن اور شہزادی کے چیچے بھاگے۔ وہ تو خیر ہوئی کہ یوسف نے بڑی چالاکی سے کام لیا۔ اُس نے جلدی سے سلیمانی ٹوپیوں کے بنڈل سے تین ٹوپیاں نکالیں اور انھیں پہن کر تینوں مجمع کے بیچ سے غائب ہو گئے۔

معنی و اشارات

بوسیدہ	-	پرانا
تاردار	-	پھٹا ہوا
مخجن	-	کھٹ میٹھا پلاو
بہرپیا	-	بھیس بدلنے والا، مگار، فرمبی
حمایتی	-	طرفداری کرنے والا، ساتھ دینے والا



سبق کی مدد سے صحیح لفظ کا انتخاب کر کے ذیل کے جملوں

کو مکمل کیجیے:

- ۱۔ وہ سونے کے دیوکی.....تھی۔
- ۲۔ حکومت / جاگیر
- ۳۔ میں ایک.....کا بیٹا ہوں۔
- ۴۔ درزی / کسان
- ۵۔ جن اپنے محل سمیت.....ہو گیا۔
- ۶۔ حاضر / غائب
- ۷۔ یہ سلیمانی ٹوپی کا.....ہے۔
- ۸۔ جادو / کمال
- ۹۔ ہمیں اپنے گاؤں میں ایک.....چاہیے۔
- ۱۰۔ ہسپتال / مدرسہ
- ۱۱۔ مجھے تو.....کاغذ ہی نظر آتا ہے۔
- ۱۲۔ سرخ / سفید

وسعت میرے بیان کی



سبق کی روشنی میں ان جملوں کا مطلب تائیے:

- ۱۔ ”تمہارے لیے ہر طرح کے عیش کا سامان مہیا کروں گا۔“
- ۲۔ ”اسے پہن کر آدمی یوں غائب ہو جاتا ہے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔“

حل کیجیے:

- ۱۔ لفظ ”کرشمہ“ کا ہم معنی لفظ لکھیے۔
- (الف) ترقی (ب) کمال (ج) خوبی
- ۲۔ ”آرام حرام ہے۔ یہ کیا ہے؟“
- (الف) شعر (ب) خبر (ج) نعرہ

ایک جملے میں جواب لکھیے:

- ۱۔ کرشن چندر کی مشہور کتاب میں کون سی ہیں؟
- ۲۔ سبق جادوگروں کا ایکشن مصنف کے کس ناول سے لیا گیا ہے؟
- ۳۔ جمع کیا نظرے لگا رہا تھا؟
- ۴۔ اللہ دین کس کا بیٹا ہے؟
- ۵۔ جن نے اللہ دین سے کیا کہا؟
- ۶۔ بینڈ باجا کس کے ساتھ تھا؟
- ۷۔ اس کہانی میں آدمی غائب کیسے ہو جاتا ہے؟
- ۸۔ پہلے آدمی نے تیسرے جادوگر سے کیا مانگا؟

مختصر جواب لکھیے:

- ۱۔ یوسف نے کیا دیکھا؟
- ۲۔ ایکشن میں کون کون حصہ لے رہا تھا؟
- ۳۔ چراغ سے جن کیسے برآمد ہوا اور اس نے کیا کہا؟
- ۴۔ سلیمانی ٹوپی کو پہن کر آدمی کیا کیا کر سکتا ہے؟
- ۵۔ جادوگرنے یوسف کو حقیقت پسند کیوں کہا؟

تفصیل سے جواب لکھیے:

- ۱۔ جادو کے محل کی تفصیل بیان کیجیے۔
- ۲۔ اپنی زمین پر کنوں مانگنے والے کو کاغذ پر کیا کیا نظر آ رہا تھا؟

درج ذیل جملے کس نے کس سے کہے؟

- ۱۔ ”بھئی کیا ماجرا ہے؟“
- ۲۔ ”اللہ دین کیا حکم ہے؟“
- ۳۔ ”ذرما ایک محل تولا کے دکھادو۔“
- ۴۔ ”صلی جادو تو میرے پاس ہے۔“
- ۵۔ ”تمھیں کاغذ پر کچھ نظر آتا ہے؟“

- ۳۔ لوگوں کی بھیڑ کے لیے مناسب لفظ چنیے۔ (الف) مجمع (ب) ٹولی (ج) لشکر
- ۴۔ کرشن چندر کو ان میں سے کون سا اعزاز حاصل ہوا تھا؟ (الف) پدم بھوشن (ب) بھارت رتن (ج) پدم شری



اپنے استاد سے اس سبق کا اصل مفہوم معلوم کیجیے اور اسے اپنے الفاظ میں لکھ کر اپنے والدین کو سنائیے۔



اسکول کی لائبریری سے بچوں کے لیے لکھی ہوئی کوئی کتاب حاصل کر کے پڑھیے۔

سرگرمی/منصوبہ :

جادو دکھانے والے کو جادو گر کہتے ہیں۔ اس طرح مندرجہ ذیل الفاظ کے معنی لغت میں تلاش کر کے اپنی بیاض میں لکھیے۔
بازی گر کاری گر کیمیاگر نوح گر



ضمیر: آپ جانتے ہیں کہ اس کے بد لے استعمال کیے جانے والے لفظوں کو ضمیر کہتے ہیں۔ جیسے میں، ہم، تم، وہ، آپ، وغیرہ۔ اب ذیل کے جملوں کو غور سے پڑھیے: اس ٹوپی میں کیا خاص بات ہے؟ یہ سلیمانی ٹوپی کام کی؟ کون حقیقت پسند گھس آیا ہماری جادوگی دنیا میں؟ ان جملوں میں الفاظ کیا، کس، کون، سوال پوچھنے کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ وہ ضمیر جو سوال پوچھنے کے لیے استعمال ہوتی ہے اسے ضمیرِ استفہام کہتے ہیں۔ ان جملوں میں کیا، کس، کون، ضمیرِ استفہام ہیں۔ ان کے علاوہ کب، کیسے، کیوں، کہاں، کتنا، کتنی، وغیرہ بھی ضمیرِ استفہام ہیں۔ جس جملے میں اس ضمیر کا استعمال ہوتا ہے، اس کے آخر میں سوالیہ نشان (?) لگاتے ہیں۔ ذیل کے جملوں میں ضمیرِ استفہام استعمال کر کے انھیں سوالیہ جملوں میں تبدیل کیجیے۔

- ۱۔ لوگ رنگ برلنگی جھنڈیاں ہلاتے ہوئے جا رہے تھے۔ ۲۔ یوسف، موہن اور شہزادی بھی ان لوگوں کے پیچھے چلنے لگے۔
۳۔ مجمع شہر کے ایک بڑے چوک میں پہنچا۔ ۴۔ لوگ بھوکے نظر آرہے ہیں۔
۵۔ لوگ دوڑ دینے کے لیے جانے لگے۔

ضمیرِ موصولة: ذیل کے جملوں کو پڑھتے ہوئے ان کی بناؤ پر خاص توجہ دیجیے۔
۱۔ یہ گھڑی ششی کی ایک نکلی تھی جو درمیان سے اتنی تپی ہوتی کہ دو حصوں میں مٹی نظر آتی۔ ۲۔ آپ کے سامنے وہ چیز رکھتا ہوں جس کی آپ کو ضرورت ہے۔ ۳۔ یہ ٹوپی جسے پہن کر آدمی غائب ہو جاتا ہے، کاغذ کی ہے۔
ان جملوں میں جو، جس، جسے، ضمیرِ موصولة ہیں۔ یہ الفاظ اپنے سے پہلے آنے والے جملے کے حصے کے بارے میں مزید معلومات دیتے ہیں۔

- ذیل کے جملوں میں ضمیرِ موصولة تلاش کیجیے۔
- ۱۔ میں وہاں پہنچا تھا جہاں تم نے مجھے بلا یا تھا۔
- ۲۔ وہ شخص جو پیڑ کے نیچے کھڑا ہے، بہت پریشان ہے۔
- ۳۔ اس فون پر جس سے چاہو بات کرلو۔

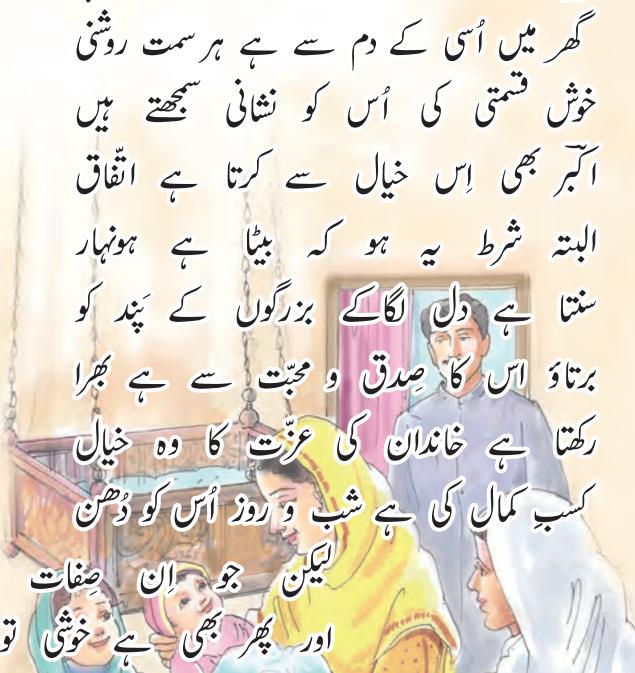
پہلی بات

لوگوں سے مل کر ہمیں خوشی ہوتی ہے۔ ان میں ہمارے دوست، رشتہ دار، پڑوسی اور اساتذہ کے علاوہ وہ لوگ بھی شامل ہیں جن سے ہم کسی نہ کسی طرح متاثر ہوتے ہیں۔ بچے اپنے ماں باپ کو دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں۔ والدین کو بھی اپنے بچوں سے ایک خاص لگاؤ ہوتا ہے۔ اسکوں سے واپس آنے میں بچوں کو دیر ہو جائے تو والدین پریشان ہو اٹھتے ہیں۔ ماں باپ اپنے بچوں کی اچھی عادتوں کو سراہتے ہیں اور ان کی خوبیوں پر فخر کرتے ہیں۔ ان میں کوئی کم زوری ہوتی بھی والدین کی محبت میں کوئی کمی نہیں آتی۔ بیٹے کی خوبیاں والدین کو پسند ہوتی ہیں لیکن اولاد میں کوئی خوبی نہ ہوا اور ماں باپ ان کی کم زوریوں کو نظر انداز کریں، شاعر اس بات کو مناسب نہیں سمجھتا۔

جان پچھان

اکبرالآبادی ۱۶ نومبر ۱۸۳۶ء کو ضلع الہ آباد کے ایک قصبے بارہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے والد سے حاصل کی۔

وہ بچپن ہی سے بہت ذہین تھے۔ ۱۸۴۱ء میں ہائی کورٹ کا امتحان پاس کر کے والالت کا پیشہ اختیار کیا اور ترقی کر کے بج کے عہدے پر فائز ہوئے۔ انھیں حکومت کی طرف سے خان بہادر کا خطاب بھی ملا تھا۔ وہ عورتوں کی تعلیم کے زبردست حامی تھے مگر مغرب پرستی کے خلاف تھے۔ ان کی شاعری دلچسپ، طفرو مزاج سے بھر پور اور نصیحت آموز ہے۔ انھوں نے مشرقی تہذیب اور اخلاقی قدرتوں کی حفاظت پر زور دیا ہے۔ ۹ ستمبر ۱۹۲۱ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔



بیٹے کو لوگ کہتے ہیں آنکھوں کا نور ہے
گھر میں اُسی کے دم سے ہے ہر سمت روشنی
خوش قسمتی کی اُس کو نشانی سمجھتے ہیں
اکبر بھی اس خیال سے کرتا ہے اتفاق
البتہ شرط یہ ہو کہ بیٹا ہے ہونہار
ستا ہے دل لگا کے بزرگوں کے پنڈ کو
برتاو اس کا صدق و محبت سے ہے بھرا
رکھتا ہے خاندان کی عزت کا وہ خیال
کسب کمال کی ہے شب و روز اس کو دھن
لیکن جو ان صفات کا مطلق نہیں پتا
اور پھر بھی ہے خوشی تو خوشی کا قصور ہے

خلاصہ کلام

اس نظم میں اولاد کی پیدائش پر والدین کی خوشی اور ہونہار بیٹے کی خوبیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ بچوں میں یہ خوبی ہونی چاہیے کہ وہ نیکیوں کو پسند کریں، انھیں برا نیکیوں سے نفرت ہو۔ وہ بزرگوں کی نصیحت کو غور سے سنیں اور اس پر عمل کریں۔ ان کے برتاو میں سچائی اور محبت ہو۔ وہ چالاکی اور دھوکے بازی سے دور ہوں۔ اپنے والدین کی مد کرتے ہوں۔ عقائد ہوں اور علم و ہنر میں کمال پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوں۔

شاعر نے یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ والدین اپنی اولاد کی بڑی عادتوں کو نظر انداز نہ کریں اور ان کی تربیت پر توجہ دیں۔

یہ خوبیاں بیٹیوں کی طرح بیٹیوں میں بھی ضروری ہیں کیونکہ موجودہ زمانے میں مساواتِ مردوزن پر زور دیا جا رہا ہے۔ اب لڑکیاں بھی تعلیم سے آ راستہ ہو کر اپنے والدین اور سماج کی خدمات انجام دے رہی ہیں۔

معنی و اشارات

نفور	- نفرت کرنے والا	مال ہونا	- متوجہ ہونا، راغب ہونا	ہونہار	- قابل، لاقد
کسب کمال	- کمال حاصل کرنا	پند	- نصیحت	خوشنور	- خوشی
وفور	- زیادہ ہونا، شدت	وقت کلام	- بات کرتے وقت	نازاں	- ناز کرنے والا، فخر کرنے والا
صفات	- صفت کی جمع، خوبیاں	مکروزور	- دھوکا اور فریب	ظہور	- ظاہر ہونا
مطلق	- بالکل				

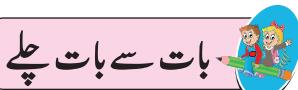
مشق

- سے نفرت ہے۔
۳۔ علم و ہنر میں کمال حاصل کرنے کی دھن اُس کے سر پر سوار ہے۔



اس نظم کی روشنی میں بتائیے کہ آپ کے ایسے کون سے کام ہیں جن سے آپ کے والدین خوش ہوتے ہیں۔

سرگرمی/ منصوبہ:



- ۱۔ اپنے والدین اور خاندان کے بزرگوں کی خوبیوں پر دوستوں سے بات چیت کیجیے۔
۲۔ عورتوں نے مختلف پیشوں میں مہارت حاصل کی ہے۔ ان کے تعلق سے اپنے استاد/ سرپرستوں سے معلومات حاصل کیجیے۔



کہ ایک جملے میں جواب لکھیے:

- ۱۔ اکبرالہ آبادی کی شاعری کی خصوصیات کیا ہیں؟
- ۲۔ شاعر نے اس نظم میں کس بات کی تلقین کی ہے؟
- ۳۔ آنکھوں کا نور اور دل کا سرور کسے کہا گیا ہے؟
- ۴۔ شاعر نے کس بات کو خوشی کا قصور قرار دیا ہے؟

کہ تفصیل سے جواب لکھیے:

نظم میں شاعر نے ہونہار بیٹی کی کن خوبیوں کا ذکر کیا ہے؟



کہ نظم کی مدد سے درج ذیل فقروں کے لیے ایک لفظ لکھیے:

- ۱۔ ناز کرنے والا
- ۲۔ لاقد یا قابل
- ۳۔ نفرت کرنے والا



کہ نظم کی مدد سے نیچے دیے ہوئے بیانات سے ملتے جلتے مفہوم والے اشعار لکھیے۔

- ۱۔ والدین اپنی اولاد پر فخر کرتے ہیں۔
- ۲۔ اس کے دوست نیک ہیں اور اسے بُرے لوگوں

پہلی بات



گھر کے یکساں ماحول سے جب آدمی اُکتا جاتا ہے تو اُس کے دل میں گھونٹنے پھرنے اور نئے مقامات دیکھنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔

یہ تصویر دیکھیے۔ یقیناً اس تصویر کو دیکھ کر آپ کے دل میں کشمیر جیسے مقام کی سیر کی خواہش پیدا ہو گئی۔ کشمیر بھارت کے شمال میں انتہائی سرد اور خوب صورت مقام ہے۔ بھارت کے جنوب میں نیل گری پہاڑی سلسلے کی ایک بلند چوٹی پر اولیٰ بھی کشمیر کی طرح ایک صحت افرا مقام ہے۔ وہاں کے پہاڑ اگرچہ کشمیر کے پہاڑوں کی

طرح برف سے ڈھکے ہوئے نہیں مگر بلندی کی وجہ سے اولیٰ بہت سرد مقام بن گیا ہے۔ یہاں کے قدرتی مناظر نہایت خوب صورت ہیں۔ آئیے اب ہم اس سبق میں اولیٰ کی سیر کرتے ہیں۔

ریاست تمل ناڈو میں اولیٰ ایک صحت افزام مقام ہے۔ نیل گری پہاڑ پر بسا ہوا یہ شہر سیاحوں کی جنت کہلاتا ہے۔ کرناٹک کی راجدھانی بنگلورو سے اولیٰ تین سو کلومیٹر دور ہے۔ بنگلورو سے ہم پہلے میسور پہنچے۔ یہاں چڑیا گھر اور راجا کا محل دیکھنے کے لائق ہے۔ راستے ہی میں ہم نے ٹیپو سلطان شہید کے شہر سری رنگا پٹن کو دیکھا۔ وہاں اب قلعے کی ویرانی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ہاں، ٹیپو سلطان کی مسجد اور ان کا بنایا ہوا مندر آج بھی ماضی کی قومی تیکھتی اور سلطان کی رواداری کا اعلان کر رہے ہیں۔ ہم نے ان کے مقبرے کی بھی زیارت کی جہاں ٹیپو سلطان کے ساتھ ان کی والدہ اور والد حیدر علی کی قبریں ہیں۔ دنیا کا مشہور ورنداؤن گارڈن یہاں سے قریب ہے جہاں موسیقی پر رقص کرنے والے پانی کے فواروں کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔

اب اگلے پڑا اور اولیٰ پہنچنے کے لیے ہماری ٹیکسی تیار تھی۔ راستے کے دونوں طرف دور تک پھیلے ہوئے جنگلوں سے گاڑی گز رہی تھی۔ اللہ تیری قدرت! جدھر دیکھو، زمین سبز لباس زیب تن کیے ہوئے سحر انگیز سماں پیش کر رہی تھی۔ ابھی ہم بیس کلومیٹر کا بھی راستہ طنہ کر پائے تھے کہ جنگلوں میں گھرا ہوا بندی پور آ گیا۔ یہ جنگلی جانوروں کا مامن ہے۔ یہاں ہر طرف خرگوش پُچھد کتے اور ہر چوکڑیاں بھرتے نظر آتے ہیں۔ پرندے بھی یہاں کئی اقسام کے پائے جاتے ہیں۔ دیکھنے والا سوچتا رہ جاتا ہے کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں۔

پہاڑ پر چڑھتے ہوئے ٹیکسی کی رفتار کم ہوئی تو ہم نے سامنے کے شیشے سے باہر دیکھا۔ راستہ لہراتے بل کھاتے سانپ کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ یہ پُر پیچ راستے نیل گری پہاڑ کی انتہائی چوٹی پر بے مقام اولیٰ پہنچنے کے لیے تعمیر کیا گیا ہے۔ اس راستے پر دوسری جانب سے آنے والی سواری کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے گویا وہ ہماری ٹیکسی سے آگے نکل کر اولیٰ جا رہی ہو۔ چکردار راستہ ہمارے دل میں خوف پیدا کر رہا تھا مگر باہر کے دلکش نظارے اس خوف کو زائل بھی کر رہے تھے۔

اولیٰ سے قریب قریب ایک جگہ ہموار راستہ آیا تو ایک پل کے پاس ڈرائیور نے ناشتے کے لیے گاڑی روک دی۔ اس پل کے نیچے سے بہنے والی ندی پہاڑی چٹانوں سے پھسلتی ہوئی آبشار بن کر آہستہ آہستہ نیچے گرتی نظر آتی ہے۔ اس آبشار کے پانی میں گھن گرج اور شور نہیں تھا مگر چٹانوں سے پانی کا پھسلنا آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا رہا تھا۔



دن کے ڈھائی تین بجے ہم اولیٰ پہنچ گئے۔ ایک ہوٹل میں کمرہ کرائے پر لیا اور کھانے سے فارغ ہو کر لیٹ گئے۔ خنک ہوا سے آنکھ جو لگی تو بے خرسو گئے۔ جب آنکھ کھلی، سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ جلدی جلدی تیار ہو کر ڈوبتے سورج کا منظر دیکھنے کے لیے ہم پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ۔ سورج زمین کی گود میں چھپا جا رہا تھا۔ واپس لوٹے تو شام کا دھندا کرا رات کے اندر ہیرے میں گم ہو رہا تھا مگر اولیٰ کی سڑکیں اور چورا ہے روشنی میں نہار ہے تھے۔



ٹھنڈے موسم کی وجہ سے ہم نے رات کا کھانا کمرے ہی میں منگوا لیا۔ کھانا کھانے کے بعد دیرات تک گپ شپ کرتے رہے۔ صبح آنکھ کھلی تو ہوٹل میں بڑی گھما گھما کا عالم تھا۔ ہر شخص جلد سے جلد ہوٹل سے نکل کر سن رائز پوائنٹ پر پہنچنا چاہتا تھا۔ لوگوں کے ساتھ ہم بھی نکل پڑے۔ بچوں کا اشتیاق پچھے زیادہ ہی تھا۔ سردی میں ٹھہر تے ہوئے وہ ہمارے ساتھ طلوع ہوتے سورج کا منظر دیکھنے کے لیے آگئے۔ شفق کی لالی دھپرے

دھیرے زرد ہونے لگی اور زمین کی اوٹ سے نکتے سورج نے اپنا چہرہ دکھایا۔ پرندوں کی چڑکار اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کی سرسر اہٹ میں یہ منظر دل کو مودہ لینے والا تھا۔ سورج نکلنے کا نظارہ کرنے کے بعد ہم اولیٰ کا مشہور گورنمنٹ بوٹانیکل گارڈن دیکھنے کے لیے چل پڑے۔ باغ کے صدر دروازے ہی سے خوش نما سبزہ زار نظر آیا جہاں روشن روشن پر رنگینیاں بکھیرتی پھولوں کی قطاریں فضا کو معطر کر رہی تھیں۔ ہر طرف پھول ہی پھول نظر آ رہے تھے۔ نہ جانے کیسے کیسے نگوں کا حسن ان پھولوں میں بکھرا ہوا تھا۔ یہاں سبزہ زار پر چلنے پھرنے کی ممانعت ہے مگر موقع پاتے ہی ہمارے بچے کہیں کہیں ہر یا لی پر دوڑ لگا ہی لیتے تھے۔

اس گلشن کی سیر کے بعد ہم ٹیکسی کے ذریعے ’ڈوڈا ٹیکا‘ پہنچے۔ یہ نیل گری کی سب سے اوچی چوٹی ہے۔ یہاں سے اولیٰ اور اطراف کی بستیوں کے اوچے اوچے مکانات بچوں کے کھلونوں کی مانند دکھائی دیتے ہیں۔



پہاڑ کی بلندی اور کھائی کی گہرائی کے خوف کو ہم نے وہاں کی مزے دار چائے پی کر دور کیا۔ ہری ہری پتیوں سے بنائی ہوئی

یہ چائے ڈوڈا بٹا کا مشہور مسروب ہے۔ چوٹی سے اُترتے وقت ایک جگہ ٹیکسی روک کر کچھ لوگوں نے اسی چائے سے ہماری خیافت کی۔ سیاحوں کو مفت چائے پلا کر یہ لوگ بڑے خوش ہوتے ہیں۔

ہمارے پچھے اب جھپل کی سیر کے لیے بے چین دکھائی دے رہے تھے اس لیے ٹیکسی کا رُخ ہمیں جھیل کی طرف کرنا پڑا۔ پہاڑ کی بلندی پر یہ جھیل انسانی کاری گری کا عجیب نمونہ ہے۔ جھیل کی سیر کرنے کے لیے اسیم، بادبانی کشتیاں اور چپو سے چلنے والی کشتیاں وہاں بآسانی دستیاب ہیں۔ ہم نے ایک کشتی کراچے پر لی اور مزے لے لے کر جھیل کی سیر کرتے رہے۔ کشتی ہی میں بچوں نے پہاڑی ریل گاڑی میں بیٹھنے کا منصوبہ بنالیا۔ جھیل کی سیر کے بعد ہم ریلوے اسٹیشن پنجھے اور ٹکمیں خرید کر ریل گاڑی میں بیٹھ گئے۔ یہ ریل گاڑی دیگر ریل گاڑیوں سے مختلف ہے اور نہایت دیسی رفتار سے پہاڑی کے نشیب و فراز میں اُترتی چڑھتی ہے۔ عام طور پر ریل گاڑی دو پڑیوں پر چلتی ہے مگر اس گاڑی کی تین پڑیاں ہیں۔ دو پڑیوں کے نیچ کی پڑی دندانے دار ہے اور ہر ڈبے کے نیچے اس پر چلنے والا پہیہ بھی دندانے دار لگایا گیا ہے۔ جب یہ ڈھلان میں اُترتی ہے یا بلندی پر چڑھتی ہے تو پہیہ نیچ کی پڑی کے کھانچوں میں پھنس کر گاڑی کو پھسلنے سے روکتا ہے۔ یہ گاڑی جب پہاڑیوں میں چکر کاٹتی ہے تو پہاڑی کے دامن میں پھیلے ہوئے قدرتی مناظر بڑے حسپن دکھائی دیتے ہیں۔ ڈبے میں بیٹھے بیٹھے ہمیں نیل گری پہاڑ میں آباد ”ٹوڈا“ قوم کی جھونپڑیاں بھی نظر آئیں۔ ہندوستان کی قدیم ترین دراوڑ قوم میں ان لوگوں کا شمار ہوتا ہے۔ سامنے کی ترقی کے زمانے میں بھی انہوں نے اپنی قبائلی طرزِ معاشرت کو نہیں چھوڑا۔ کاشت کاری اور گلہ بانی کے پیشے میں مست یہ لوگ دنیا کی رنگینیوں سے بے پرواہیں۔

اویٰ کی سیر تقریباً ختم ہوئی تو ہم واپسی کے سفر کی تیاری کرنے کے لیے ہوٹل لوٹ آئے۔ سیاحوں کی طرح ہم نے بھی یہاں کے دُم دار سیب اور اویٰ کے مشہور نیل گری کے تیل کی چند شیشیاں خرید لیں۔ ڈبیٹھ دو بجے واپسی کا سفر شروع ہوا۔ راستے میں بھارت کا مشہور فلمی صنعتی مرکز دیکھا۔ فلموں میں دکھائے جانے والے آن گنت مناظر یہاں کے میدانوں، جنگلوں اور پہاڑیوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ رات گیارہ بجے بنگلورو سے ہماری ٹرین تھی اس لیے بنگلورو پہنچ کر ہم نے اسٹیشن سے قریب کے بازار سے بچوں کے لیے کھلونے اور مٹھائیاں خریدیں اور ریلوے اسٹیشن پر آگئے۔ ٹرین میں اپنا سامان سیٹوں کے نیچے رکھ کر ہم اطمینان سے بیٹھ گئے اور گاڑی چھوٹنے کا انتظار کرنے لگے۔

معنی و اشارات

روادری	- سب کے ساتھ یکساں سلوک
زیب تن کرنا	- پہننا
سحرانگیز	- جادو بھرا، جادو کا اثر پیدا کرنے والا
چوکڑیاں بھرنا	- دوڑنا
پُرچ	- نیچ دار، گھما و والا
خنک	- سرد
دھندرکا	- شام کا ہلکا اندر ہیرا
بھاگ دوڑ، جلدی جلدی کام کرنا	- اشتاق
گہما گہمی	- شوق
معطر کرنا	- خوشبو پھیلانا
مشروب	- پینے کی چیز
نشیب و فراز	- اُتار اور چڑھاؤ
دنانے دار	- کھانچے والا
طرزِ معاشرت	- زندگی گزارنے کا ڈھنگ



کھ ایک جملے میں جواب لکھیے:



ٹپو سلطان کا مقبرہ

۱۔ صحت افزامقام اُٹی کو اور کیا کہتے ہیں؟

۲۔ ٹپو سلطان کی بنائی ہوئی مسجد اور مندر کس بات کا اعلان کر رہے ہیں؟

۳۔ ورنداون گارڈن کس لیے مشہور ہے؟

۴۔ نیل گری پہاڑ کی سب سے اوچی چوٹی کون سی ہے؟

۵۔ ڈوڈا، قوم کا شمار کن لوگوں میں ہوتا ہے؟

کھ ختیر جواب لکھیے:

۱۔ سبق میں جنگلی جانوروں کے مامن کے بارے میں کیا بتیں بتائی گئی ہیں؟

۲۔ سبق میں آبشار کے منظر کو کس طرح بیان کیا گیا ہے؟

۳۔ اُٹی میں چلنے والی پہاڑی ریل کی پڑیاں تین کیوں ہیں؟

کھ نیچے دیے ہوئے محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے:

دل باغ باغ ہونا ، چوکڑیاں بھرنا ، آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانا ، آنکھ لگانا ، روشنی میں نہانا

کھ صحیح جوڑیاں لگائیے:

شہرت کی وجہ	مقام	
ٹپو سلطان کا شہر	بنگلورو	۱۔
راجا کا محل	میسور	۲۔
کرناٹک کی راجدھانی	سری رنگاپتیشن	۳۔
نیل گری پہاڑ کی سب سے اوچی چوٹی	بنڈی پور	۴۔
بوٹانیکل گارڈن	اُٹی	۵۔
جنگلی جانوروں کا مامن	ڈوڈا بٹا	۶۔

کھ سبق میں بوٹانیکل گارڈن کی منظر کشی کن الفاظ میں کی گئی ہے؟

ذیل کا جملہ غور سے پڑھیے:

”کاشت کاری اور گلہ بانی کے پیشے میں مست یہ لوگ دنیا کی رنگینیوں سے بے پرواہیں۔“

اس جملے میں کاشت کاری یعنی کھتی کرنے اور گلہ بانی یعنی جانور کے رویڑ کی گلہ بانی کرنے کا ذکر ہوا ہے۔ یہ ترکیبیں دو دو لفظوں سے مل کر بنی ہیں: کاشت + کاری، گلہ + بانی۔

کھر قوس میں دیے ہوئے لفظوں میں سے مناسب لفظ چن کر خانہ پری کیجیے:

- ۱۔ + کاری (فن، فوج، سحر) ۲۔ + گیری (کشتی، ماہی، چرخ)
- ۳۔ + گری (دکان، جادو، شتر) ۴۔ + بانی (نظر، چشم، نگہ)
- ۵۔ + زنی (ڈاک، فریب، دھوکا) ۶۔ + سازی (گھر، شجر، گھڑی)



کسی تاریخی مقام کی سیر کو جائیے۔

سرگرمی / منصوبہ:

اپنے استاد کی مدد سے ورنداون گارڈن کی مزید معلومات حاصل کیجیے اور اس کی تصویریں بھی حاصل کرنے کی کوشش کیجیے۔



اضافت

ذیل کے جملے غور سے پڑھیے:

۱۔ یہ جنگلی جانوروں کا مامن ہے۔

۲۔ وہاں اب قلعے کی ویرانی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

۳۔ مکانات بچوں کے کھلونوں کی مانند دکھائی دیتے ہیں۔

درج بالا جملوں میں جانوروں کا مامن / قلعے کی ویرانی / بچوں کے کھلونوں ان فقروں میں دو اسموں کو جوڑا گیا ہے اور دونوں کو جوڑنے کے لیے حروف 'کا، کی، کے' استعمال کیے گئے ہیں۔ اس طرح کے لفظوں کے جوڑ کو 'اضافت' کہتے ہیں۔

دوسری مثالیں: مکان کا مالک / بچے کی کتاب / کھیل کے اصول / باغ کا دروازہ / ان کی باتیں / بچوں کے رنگ وغیرہ

اضافت میں حروف 'کا / کی / کے'، 'حروف اضافت' کہلاتے ہیں۔ کا / کی / کے سے پہلے آنے والے الفاظ کو 'مضاف الیہ' کہتے ہیں اور ان کے بعد آنے والے الفاظ کو 'مضاف' کہا جاتا ہے۔ اس طرح مضاف الیہ، حروف اضافت اور مضاف کے ملنے سے بننے والا فقرہ 'اضافی ترکیب' کہلاتا ہے۔

- سبق اولیٰ کی سیر سے اضافی ترکیبوں کی پانچ مثالیں تلاش کیجیے۔ کیا اس سبق کا عنوان ایک اضافی ترکیب ہے؟

• مزید معلومات کے لیے ان ویب سائٹس کا استعمال کریں:



<https://www.tourmyindia.com>

<http://www.mapsofindia.com>

پہلی بات

ایک کسان کے تین بیٹے تھے؛ تینوں ایک سے بڑھ کر ایک کاہل۔ کسان نے مرتے وقت انھیں بتایا کہ ہمارے کھیت میں ایک خزانہ دفن ہے۔ اُسے نکال کر تم آپس میں بانٹ لینا۔ تینوں خوش ہو گئے۔ باپ کے مرنے کے بعد تینوں نے خزانے کی تلاش میں کھیت کھو دنا شروع کیا۔ انھوں نے پورا کھیت کھو دیا مگر خزانہ نہیں ملا۔ تینوں بڑے ماہیوں ہوئے۔ ایک بوڑھے کسان نے مشورہ دیا کہ تم نے کھیت تو کھو دی ڈالا۔ بر سات سر پر ہے۔ اُس میں دانہ بھی ڈال دوتا کہ کچھ فصل ہاتھ آئے۔ تینوں نے بے دلی سے کھیت میں دانہ ڈالا۔ چار مہینے کے بعد کھیت میں ہری ہری فصل لہلہ نے لگی۔ تینوں بہت خوش ہوئے۔ تب اُسی بوڑھے نے کہا، ”نادانو! تمہارے باپ کی وصیت سچی ہے۔ دراصل یہ لہلہتی فصل ہی وہ خزانہ ہے جو کھیت میں دفن تھا۔ اسی طرح ہر سال محنت کرو گے تو محنت کا پھل بھی ملے گا۔“

شاعر نے ”یہ سنسار ہمارا ہے“ نظم میں محنت کش مزدوروں اور کسانوں کے جوش اور ولوں کو خوب صورت انداز میں پیش کیا ہے۔ محنت ہی کا نتیجہ ہے کہ دنیا اتنی حسین نظر آ رہی ہے۔

جان پچان

اس گیت کے شاعر کا اصلی نام عبد الحمید، ادبی نام ”مسعود اختر“، اور تخلص ”جمال“ تھا۔ وہ اتر پردیش کے شہر بنارس میں ۱۸۱۵ء میں کوپیدا ہوئے۔ انھوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ وہ مجاز، جال ثار اختر، کیفی اعظمی وغیرہ کے ہم عصر تھے۔ وہ ایک ادیب، صحافی اور شاعر تھے۔ ترقی پسند خیالات کے حامل تھے۔ ان کے شعری مجموعے ”نورس“ ۱۹۷۱ء، ”لالہ شاداب“ ۱۹۷۹ء اور ”کاروان“ ۱۹۸۲ء میں شائع ہو کر مقبول ہوئے۔ ان کا انتقال ۲۵ جنوری ۱۹۸۱ء کو الہ آباد میں ہوا۔

امریت بادل بن کے اُٹھے ہیں ، پربت سے ٹکرائیں گے
کھیتوں کی ہریالی بن کر ، حچب اپنی دیکھائیں گے
دنیا کا دُکھ سکھ اپنا کر ، دنیا پر چھا جائیں گے



ذرّہ ذرّہ اس دنیا کا آج گگن کا تارا ہے
یہ دھرتی ، یہ جیون ساگر ، یہ سنسار ہمارا ہے

دُکھ کے بندھن کٹ جائیں گے ، سُکھ کا سندھیا آئے گا
دھرتی اب سونا اُلگے گی ، بادل ہن بر سائے گا
محنت پر ہے جس کو بھروسا ، محنت کا پھل پائے گا

اپنے ہی کس بل کا سمندر وقت کا بہتا دھارا ہے
یہ دھرتی ، یہ جیون ساگر ، یہ سنسار ہمارا ہے



سپنوں کے سُندر آنچل سے آشا روپ دکھاتی ہے
اپنی ہی آواز کی لئے پر ساری دُنیا گاتی ہے
آج ہماری آوازوں میں بجلی سی لہراتی ہے
ہری بھری فصلوں سے دنیا خوشیوں کا گھوارہ ہے
یہ دھرتی، یہ جیون ساگر، یہ سمنار ہمارا ہے

خلاصہ کلام

اس گیت میں محنت کرنے والوں کی امید اور خوشی کو خوب صورت انداز میں پیش کیا گیا ہے مثلاً کسانوں کو یقین ہے کہ بادل آئیں گے، برسیں گے اور کھیتوں کو ہرا کر دیں گے۔ نیا موسم نئی خوشیاں لے کر آئے گا۔ ان سب کے دکھ درد مٹ جائیں گے اور ان کی محنتوں کا صلد انھیں مل جائے گا۔ کھیتوں میں پیدا ہونے والا اناج سب کے لیے سونا ہوتا ہے۔ فصلیں اچھی ہوں گی تو تہا کسان ہی نہیں ساری دنیا کے لوگ خوش ہوں گے۔

معنی و اشارات

- سونا، دولت	ہن	- زندگی دینے والے پانی کے بادل	أمرت بادل
- طاقت	کس بل	- صورت، جلوہ	حَچَب
- امید	آشا	- زندگی کا سمندر	جیون ساگر

مشق



ایک جملے میں جواب لکھیے:

- ۱۔ بادل کس سے ٹکرائیں گے؟
- ۲۔ گلگن کا تارا کسے کھا گیا ہے؟
- ۳۔ دھرتی کے سونا اگلنے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
- ۴۔ ہن برسانے کا کیا مطلب ہے؟
- ۵۔ محنت کا پھل کون پاتا ہے؟
- ۶۔ دنیا کس کی وجہ سے خوشیوں کا گھوارہ ہے؟

مختصر جواب لکھیے:

- ۱۔ نظم میں بارش برسنے کے کیا فائدے بتائے گئے ہیں؟
- ۲۔ شاعر یہ کیوں کہہ رہا ہے کہ دکھ کے بندھن کٹ جائیں گے، سکھ کا سندھیسا آئے گا؟

وسعت میرے بیان کی



تیرے بند میں شاعر نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے انھیں اپنے الفاظ میں لکھیے۔

سرگرمی / منصوبہ :

اس نظم میں شامل ہندی لفظوں کی فہرست بنائیے۔



پہلی بات

اسکول میں کئی طلبہ میں جل کر رہتے ہیں لیکن ان میں کبھی نہ کبھی کسی بات پر آن بن ہوئی جاتی ہے۔ تب اسے شلچانے کے لیے کس کے پاس جاتے ہیں؟ اپنے استاد کے پاس۔ اگر یہی جھگڑا اسکول سے باہر دلوگوں میں ہو جائے تو انصاف کے لیے وہ کہاں جائیں گے؟ عدالت میں۔ پرانے زمانے میں بھی اڑائی جھگڑے کی نوبت آ جاتی، تب لوگ بادشاہ کے پاس جایا کرتے تھے۔ بادشاہ کے دربار کو ایک ایسی عدالت کی حیثیت حاصل تھی جہاں فریادیوں کی پکار سنی جاتی تھی اور بادشاہ انصاف کیا کرتا تھا۔ اس ڈرامے میں ایک بادشاہ کے دربار کا منظر پیش کیا گیا ہے۔

جان پچان

خلیل الرحمن قمر ۱۹۶۱ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ وہ معروف ڈراما نگار، پروڈیوسر، ڈائرکٹر اور نغمہ نگار ہیں۔ انہوں نے مختلف فلموں اور سیریلیوں میں اداکاری بھی کی ہے۔ انہوں نے ایم کام تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد بینک میں ملازمت اختیار کی لیکن جلد ہی ملازمت سے استغفاری دے کر فلمی دنیا میں قدم رکھا۔ وہ اب تک کئی فلموں اور سیریلیوں کے مکالمے اور کہانیاں لکھے چکے ہیں۔

کردار : بادشاہ، وزیر اعظم، کریم الدین (فریادی)، امیر علی (مجرم)، اکبر علی (گواہ)، چند درباری

(بادشاہ کا دربار۔ تخت پر بادشاہ سلامت برآ جمان ہیں۔ اُن کے نزدیک وزیر اعظم اور دونوں اطراف درباری ہاتھ باندھ کھڑے ہیں۔ دروازوں پر پھرے دار نیز سنبھالے ہوئے مستعدی سے پھرہ دے رہے ہیں۔ اچانک ڈھم ڈھم کی آواز سنائی دیتی ہے)

بادشاہ : (چونک کر) یہ نثارے پر چوٹ کیوں لگ رہی ہے؟

وزیر اعظم : عالم پناہ! شاید کوئی فریادی آیا ہے۔

بادشاہ : حاضر کیا جائے! ہم اسی وقت دربارِ عام میں اُس کی شکایت سنیں گے۔

وزیر اعظم : جو حکم عالم پناہ! (پھرے دارے) فریادی کو حاضر کیا جائے۔

(پھرے دار فریادی سمیت اندر واٹل ہوتا ہے۔ فریادی جک کر آداب بجالاتا ہے)

بادشاہ : فریادی! اپنی پریشانی بیان کرو۔ تمہارے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔

کریم الدین : حضور! میں ایک غریب آدمی ہوں۔ پائی پائی جوڑ کر میں نے ایک بھینس خریدی تھی۔ میرے پڑوں میں ایک امیر آدمی رہتا ہے۔ اس کے پاس تو کئی بھینسیں ہیں۔ کل اس نے میری بھینس چڑا لی اور میرے گھر میں ایک مریل سی بھینس باندھ دی۔

بادشاہ : کیا تم نے اس سے شکایت کی تھی؟

کریم الدین : جی حضور! جب میں نے اپنی بھینس واپس مانگی تو اس نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ یہ بھینس تو میری ہے۔ حضور! میں غریب آدمی ہوں۔ دودھ بیچ کر بڑی مشکل سے اپنے گھر کا خرچ چلاتا ہوں۔ کئی مرتبہ اُس کی منت سماجت کرچکا ہوں لیکن اُس نے میری ایک نہ سنی۔ مجبور ہو کر میں نے کوتوال کی کچھری میں دعوی کیا مگر کوئی شنوانی نہ ہوئی۔

چاروں ناچار یہاں آنا پڑا۔ خدا کے لیے میری بھینس مجھے دلوائیے ورنہ میں بھوکوں مر جاؤں گا۔

بادشاہ : غم نہ کرو فریادی۔ اگر وہ تمہاری بھینس ہوئی تو تمھیں ضرور ملے گی۔ کہاں ہے وہ آدمی؟

کریم الدین : حضور! وہ بھی میرے ساتھ آیا ہے۔ اس کے ساتھ ایک جھوٹا گواہ بھی ہے۔

بادشاہ : فوراً دونوں کو حاضر کیا جائے۔ (پھرے دار دوارہ باہر جاتا ہے۔ اُس کے ساتھ دو آدمی اندر داخل ہوتے ہیں۔ بادشاہ سلامت کو

سلام کرنے کے بعد ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں)



بادشاہ : تمہارا نام؟

امیر علی : حضور! میرا نام امیر علی ہے۔

بادشاہ : اور تمہارا؟

اکبر علی : ناچیز کو اکبر علی کہتے ہیں۔

بادشاہ : ہاں فریادی! ہم نے تمہارا نام

نہیں پوچھا۔

کریم الدین : بندے کو کریم الدین کہتے ہیں

عالیٰ جاہ!

بادشاہ : ہاں تو امیر علی! کریم الدین نے اپنی بھینس کی چوری کا الزام تم پر لگایا ہے۔ تم اس بارے میں کیا کہنا چاہتے ہو؟

امیر علی : عالم پناہ! مجھے افسوس ہے کہ اس نے اسی الزام مجھ پر عائد کیا۔ میرے پڑوئی جانتے ہیں کہ میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔

مجھے چوری کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ کا دیا میرے پاس سب کچھ موجود ہے۔ اس سے تو بہتر تھا کہ کریم الدین

مجھ سے وہ بھینس مانگ لیتا میں کبھی انکار نہ کرتا۔ حضور! میرے محلے کا ہر شخص جانتا ہے کہ میرے پاس ایک ایسی بھینس

ہے کہ دودھ دینے میں اس کی کوئی مثال نہیں۔

کریم الدین : حضور! یہ سراسر جھوٹ ہے۔ ایسی بھینس تو میرے پاس تھی جو امیر علی کی بھینسوں سے زیادہ دودھ دیتی ہے۔ یہ مجھ سے

اسے چھیننا چاہتا تھا۔ آخر میری بھینس چراک راس نے اپنے تھان پر باندھ لی۔

بادشاہ : کریم الدین! یہ بتاؤ جب تمہاری بھینس چوری ہوئی اس وقت تم کہاں تھے؟

کریم الدین : حضور! یہ رات کا واقعہ ہے۔ میں دن بھر کا تھکا ہارا سور ہا تھا۔ صح جب بھینس کو چارہ ڈالنے کے لیے باڑے میں گیا تو

اسے غائب پایا۔

بادشاہ : تمہارے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے کہ وہ بھینس واقعی تمہاری ہے؟

کریم الدین : نہیں حضور! میرے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ میں غریب آدمی ہوں، کوئی میرا ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں۔

بادشاہ : ہونہے.....! تو اکبر علی! تم کریم الدین کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہو؟

اکبر علی : حضور والا! میں ان کا پڑوئی ہوں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ ان کے آنکن میں بندھی ہوئی بھینس ان ہی کی ہے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک امیر آدمی کی بھینس کم دودھ دے اور ایک غریب آدمی جس کے پاس چارے کے پیسے بھی

مشکل سے جمع ہوتے ہیں، اُس کی بھیں زیادہ دودھ دیتی ہو۔ من گھر ت کہانیاں بنا کر دوسروں کا حق چھیننا
کریم الدین کی پرانی عادت ہے۔

بادشاہ : تمھیں کیسے معلوم ہے کہ کریم الدین من گھر ت کہانیاں بنا کر دوسروں کا حق چھینتا ہے؟

اکبر علی : حضور! ایک ماہ قبل اُس نے میری بکری پر بھی قبضہ کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔

کریم الدین : (بلند آواز میں) حضور! گواہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اسے تو میرے پڑوس میں آئے ہوئے مشکل سے پندرہ دن ہوئے ہیں۔

اکبر علی : عالم پناہ! جھوٹ میں نہیں، یہ بول رہا ہے۔ میں پندرہ برس سے وہاں رہ رہا ہوں۔

کریم الدین : یہ جھوٹ ہے، سراسر زیادتی اور ظلم ہے۔

بادشاہ : (پچھو سوچتے ہوئے) معاملہ کافی پیچیدہ ہے۔ اس کا حل ڈھونڈنے کے لیے یقیناً ہمیں کچھ وقت درکار ہے۔ وزیرِ اعظم!

اس مقدمے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

وزیرِ اعظم : حضور! دونوں فریقوں کی باتیں سن کر مجھے کریم الدین پرشیہ ہو رہا ہے۔

بادشاہ : (حیرت سے) وہ کیسے؟

وزیرِ اعظم : جیسا کہ کریم الدین نے کہا کہ اس کا ساتھ دینے کے لیے کوئی تیار نہیں، میرے شبه کی بنیاد یہی ہے۔ اس سے پوچھا جائے کہ ایسا کیوں ہے؟

کریم الدین : حضور! میں ایک غریب آدمی ہوں اس لیے کوئی بھی میرا ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں۔ گاؤں کے اکثر لوگ امیر علی کے قرض دار بھی ہیں۔ وہ امیر آدمی ہے، سب اس کے خلاف گواہی دینے سے کتراتے ہیں۔

بادشاہ : اچھا کریم الدین! تم تھوڑی دری کے لیے باہر جاؤ۔

کریم الدین : جو حکم سرکار۔ (کریم الدین دروازے سے باہر نکل جاتا ہے)

بادشاہ : امیر علی! تم کہتے ہو کہ تم نے وہ بھیں سال بھر پہلے خریدی ہے۔ بتاؤ تم نے کتنے میں خریدا تھا اسے؟

امیر علی : دس ہزار روپے میں عالم پناہ۔

بادشاہ : تم دونوں کے یہاں آنے سے پہلے کریم الدین نے ہمیں بتایا ہے کہ بھیں کی ایک ٹانگ پر زخم کا نشان ہے۔ تم بتاسکتے ہو یہ زخم کس ٹانگ پر ہے؟

امیر علی : (گھبرا تے ہوئے) ج.....ج.....ج.....ج ہاں عالم پناہ! اُس کی اگلی دائیں ٹانگ پر واقعی ایک زخم ہے۔

بادشاہ : بہت خوب! کریم الدین نے یہ بھی بتایا تھا کہ اُس کی ڈم پر کتے کے دانتوں کے نشان ہیں۔ کیا واقعی؟

امیر علی : جی ہاں حضور! ایک دفعہ میرے پالتو کتے نے اسے کاٹ لیا تھا۔

بادشاہ : (بلند آواز سے) فریادی کریم الدین کو حاضر کیا جائے۔

پھرے دار : کریم الدین حاضر ہو وو وو! (کریم الدین اندر داخل ہوتا ہے)

بادشاہ : کریم الدین! کیا بھیں کی ٹانگ پر کوئی زخم ہے؟

کریم الدین: جی نہیں عالم پناہ! میں اُس کی بڑی حفاظت کرتا تھا۔

بادشاہ : کیا اس کی دُم پر کتنے کے دانتوں کے نشان بھی ہیں؟

کریم الدین: جی نہیں حضور! کوئی نشان نہیں ہے۔

بادشاہ : (خوش ہو کر) تو آخ رہم نے مجرم کو پالیا۔ (اکبر علی اور امیر علی ڈرجاتے ہیں) امیر علی! تمھارا جھوٹ کھل گیا ہے۔

(امیر علی اور اکبر علی سر جھکائے خاموش کھڑے رہتے ہیں)

بادشاہ : بھینس کی دُم پر کتنے کے دانتوں کے نشانات ایک من گھڑت بات تھی۔ تم سے تج اگلوانے کے لیے ہمیں یہ طریقہ اختیار کرنا پڑا۔ بڑی شرم کی بات ہے کہ اتنے خوش حال ہونے کے باوجود تم نے ایک غریب آدمی پر ظلم کیا۔ ہمارا حکم ہے کہ امیر علی کے ساتھ اُس کے جھوٹے گواہ کو بھی قید خانے میں ڈال دیا جائے اور کریم الدین کو اس کی بھینس کے علاوہ شاہی خزانے سے بھی کچھ رقم دی جائے۔

(پرداہ آہستہ آہستہ گرتا ہے)

معنی واشارات

شناوی نہ ہونا	-	فریاد نہ سننا	-	بیٹھنا
چاروناچار	-	مجبوراً	-	چوکنار ہتھے ہوئے
من گھڑت	-	خود سے بنائی ہوئی بات، جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہ ہو۔	-	مراد بادشاہ
			-	فریاد کرنے والا
			-	خوشنامد کرنا

مشق



کہ ایک جملے میں جواب لکھیے:

۱۔ کریم الدین نے بادشاہ سے کیا فریاد کی؟

۲۔ وزیر اعظم نے کریم الدین پر کس وجہ سے شک کیا؟

۳۔ لوگ امیر علی کے خلاف گواہی دینے سے کیوں کتراتے ہیں؟

کہ مختصر جواب لکھیے:

۱۔ اکبر علی نے کون سی تین جھوٹی باتیں کہیں؟

کہ لکھیے کہ درج ذیل مکالمے کس نے ادا کیے:

۱۔ ”فریادی کو حاضر کیا جائے۔“

۲۔ ”اللہ کا دیا میرے پاس سب کچھ موجود ہے۔“

۳۔ ”حضرور! ایک ماہ قبل اُس نے میری بکری پر بھی قبضہ کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔“

۴۔ ”یہ جھوٹ ہے۔ سر اسر زیادتی اور ظلم ہے۔“

۵۔ ”کیا اس کی دم پر کتنے کے دانتوں کے نشان بھی ہیں؟“



۱۔ کریم الدین کے غریب ہونے کی وجہ سے کسی نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ کیا لوگوں کا ایسا کرنا درست تھا؟

۲۔ بادشاہ نے کریم الدین کو باہر کیوں بچینج دیا تھا؟

۳۔ امیر علی کے پاس کئی بھینسیں تھیں پھر بھی اس نے کریم الدین کی بھینس کیوں چڑائی؟

۴۔ کیا بادشاہ کے پاس بھینس کی حقیقت معلوم کرنے کا کوئی اور طریقہ ہو سکتا تھا؟

سرگرمی/منصوبہ:

صفائی کے تعلق سے کئی ڈرامے لکھے گئے ہیں۔ اپنے استاد/سرپرست کی مدد سے حاصل کر کے انھیں پڑھیے اور سٹیچ کیجیے۔



اپنے استاد سے کہہ کر اس ڈرامے کو کمرہ جماعت ہی میں سٹیچ کیجیے۔

آئیے، زبان سیکھیں

صفتِ عددی، صفتِ مقداری:

اسم اور صفت کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ صفت ایسے الفاظ ہوتے ہیں جو اس کی خصوصیت بتاتے ہیں۔

• یہ مثالیں آپ نے دیکھی ہیں:

۱۔ ان کی خلافت کی مدت دس برس، پچھے مہینے اور چار دن ہے۔

۲۔ اتنی دور کا حال عمر کو کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟

ان مثالیوں میں ’دس برس/ پچھے مہینے/ چار دن‘ سے ایک مدت کی طوالت معلوم ہو رہی ہے۔ یہاں برس/ مہینے/ دن اسی ہیں جن کی خصوصیت دس/ پچھے/ چار کے اعداد سے بتائی گئی ہے۔ یہ صفتِ عددی کی مثالیں ہیں۔

دوسری مثالیں: سو صفحات، ایک صدی، ساڑھے پانچ سورو پے، ہزاروں امیدیں، وغیرہ اوپر کی دوسری مثال میں ’اتنی دور کا حال‘ سے ایک مقام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن معلوم نہیں ہوتا کہ وہ مقام واقعی کتنی دور ہے۔

اوپر کی مثال میں دس، پچھے، چار کی طرح ’اتنی دوڑ‘ بھی ایک ناپ ہے جو اسُمُّ حال کی صفت بتا رہا ہے۔ اسے صفتِ مقداری کہتے ہیں۔

دوسری مثالیں: تھوڑا اپانی، زیادہ مٹھاں، اتنی دیر، کتنی دیر، وغیرہ

• اپنے پڑھے گئے اس باقی میں سے صفتِ عددی اور صفتِ مقداری کی دس دس مثالیں تلاش کر کے لکھیے۔

ایک بوند کی ہمت

ڈاکٹر محمد اقبال

پہلی بات

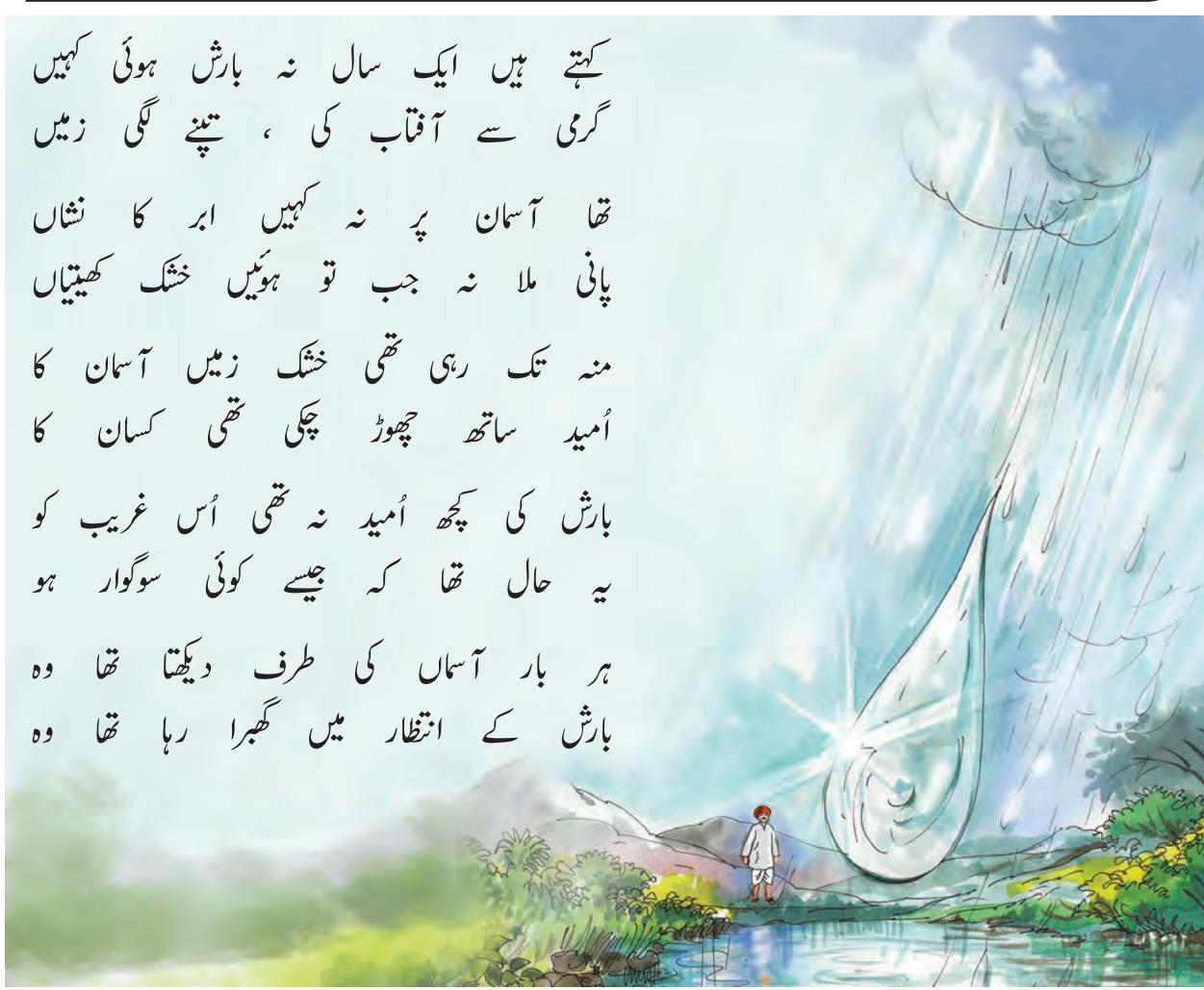


دی گئی تصویر کو بغور دیکھیے اور ذیل کے سوالوں کے جواب دیجیے:
 (۱) تصویر میں آپ کو کیا کیا نظر آ رہا ہے؟ (۲) کسان حسرت سے کس طرف
 دیکھ رہا ہے؟ (۳) بادلوں میں کیا کھائی دے رہا ہے؟ (۴) قطرے کو اور کیا کہتے ہیں؟
 ذیل کی نظم میں بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی مشکل میں ہو تو اُس کی مدد کرنا سب سے بڑی نیکی
 ہے۔ نیکی کے کام میں مشکلیں آتی ہیں مگر ہمیں ہمت نہیں ہارنا چاہیے۔ جب ہم کسی کام کا
 عزم کر لیں تو بہت سے لوگ ہمارے ساتھ ہو جاتے ہیں۔

جان پہچان

ڈاکٹر محمد اقبال ۶ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ انھیں بچپن ہی سے شاعری کا شوق تھا۔ انھوں نے ایک جلسے میں
 نظم نالہ بیتیم سننا کہ بڑی شہرت حاصل کی۔ ان کی شاعری میں حرکت و عمل کا پیغام ہے۔ انھوں نے قوم کو خودی اور مسلسل جدوجہد کی
 تعلیم دی ہے۔ بانگ درا، بانی جرمیں، اور ضرب کلیم، ان کے اردو لکھنام کے مجموعے ہیں۔ اقبال نے ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو وفات پائی۔ انھوں نے
 بچوں کے لیے بھی بہت سی نظمیں لکھی ہیں جیسے بچے کی دعا، ایک پہاڑ اور گلہری، مکڑا اور کھجور، ایک گائے اور بکری، وغیرہ۔ ایک بوند کی ہمت
 بھی بچوں کے لیے لکھی ہوئی ان کی ایک نظم ہے۔

کہتے ہیں ایک سال نہ بارش ہوئی کہیں
 گری سے آفتاب کی ، تنپے لگی زمیں
 تھا آسمان پر نہ کہیں ابر کا نشاں
 پانی ملا نہ جب تو ہوئیں خشک کھیتیاں
 منہ تک رہی تھی خشک زمیں آسمان کا
 امید ساتھ چھوڑ چکی تھی کسان کا
 بارش کی کچھ امید نہ تھی اُس غریب کو
 یہ حال تھا کہ جیسے کوئی سوگوار ہو
 ہر بار آسمان کی طرف دیکھتا تھا وہ
 بارش کے انتظار میں گھبرا رہا تھا وہ



نگاہ ایک ابر کا ٹکڑا نظر پڑا
پانی کی ایک بُند نے تاکا ادھر ادھر
ویران ہو گئی ہے جو کھیت غریب کی
میری یہ آرزو ہے کہ اس کا بھلا کروں
بُندوں نے جب سنی ، یہ سہیلی کی گفتگو
تو اک ذرا سی بُند ہے ، اتنا بڑا یہ کھیت
اُس بُند نے مگر یہ گڑ کر دیا جواب
نیکی کی راہ میں کبھی ہمت نہ ہاریے
قربان اپنی جان کروں گی کسان پر
لو ، میں چلی ، یہ کہہ کے روانہ ہوئی وہ بُند
دیکھا سہیلیوں نے تو حیران ہو گئیں
بولیں کہ چاہیے نہ سہیلی کو چھوڑنا
یہ کہہ کے ایک ساتھ وہ بُندیں روائیں ہوئیں
اجڑا ہوا جو کھیت تھا ، آخر ہرا ہوا
یہ صرف ایک بُند کی ہمت کا کام تھا

خلاصہ کلام

اگر بارش نہ ہو تو جاندار گرمی سے پریشان ہو جاتے ہیں، کھیت سوکھ جاتے ہیں، ایسے میں بارش کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ جب آسان پر بادل امداد آتے ہیں اور بارش کی بوندیں زمین پر پڑتی ہیں تو تمام انسان اور جاندار اطمینان کا سانس لیتے ہیں۔ اس نظم میں شاعر نے بتایا ہے کہ بارش کے برنسے سے پہلے جو پہلی بوندز میں پر پڑتی ہے وہ بڑی ہمت والی ہوتی ہے کیوں کہ اس سے حوصلہ پا کر دوسرا بوندیں بھی زمین پر برستی ہیں اور بارش ہونے لگتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی کام کو شروع کرنے اور منزل کو پانے کے لیے ہمت کی ضرورت ہوتی ہے۔

معنی و اشارات

سوگوار	- ڈکھی
نگاہ	- اچانک
گڑنا	- خراب ہونا، ناراض ہونا
مقدور	- طاقت، ہمت
یگانہ	- اکیلا، سب سے الگ خوبیوں والا
رفاقت	- دوستی
آفریں	- واہ واہ، شباباش!
چھینٹا	- ہلکی بارش

مشق



کھجور کی وجہ میں جواب لکھیے:

- ۱۔ علامہ اقبال کی شاعری ہمیں کیا پیغام دیتی ہے؟
- ۲۔ زمین کیوں تپنے لگی؟
- ۳۔ کھیتیاں کیوں خشک ہو گئی تھیں؟
- ۴۔ خشک زمین آسمان کو کیوں تک رہی تھی؟
- ۵۔ کسان آسمان کی طرف کیوں دیکھ رہا تھا؟
- ۶۔ کس کی کھیتی ویران ہو گئی؟
- ۷۔ بوند کی آرزو کیا تھی؟
- ۸۔ بوند کی کس بات نے سب سہیلیوں کو لا جواب کر دیا؟



وسعت میرے پیان کی



ان مصروعوں کا مطلب بتائیے:

- (الف) نیکی کی راہ میں کبھی ہمت نہ ہاریے
(ب) بوندوں کی انجمن میں بیگانہ ہوئی وہ بوند

درجہ بندی



کھجور کے اشعار کو غور سے پڑھیے اور نظم کے مطابق ترتیب وار لکھیے:

- نگاہ ایک ابر کا ٹکڑا نظر پڑا
- لاتی تھی اپنے ساتھ اڑا کر جسے ہوا
- ہر بار آسمان کی طرف دیکھتا تھا وہ
- باڑش کے انتظار میں گھبرا رہا تھا وہ
- میری یہ آرزو ہے کہ اس کا بھلا کروں
- یعنی برس کے کھیت کو اس کے، ہرا کروں
- پانی کی ایک بوند نے تاکا ادھر ادھر
- بوالی وہ، اُس کسان کی حالت کو دیکھ کر
- ویران ہو گئی ہے جو کھیتی غریب کی
- ہے آسمان پر نظر اس بدنصیب کی

تلاش و جستجو

کھر ذیل میں لکھے ہوئے جملوں کا مفہوم نظم کے جن مصروعوں میں آیا ہے، وہ مصروع لکھیے:

- ۱۔ اُمید کسان کا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔
- ۲۔ اُس کے کھیت کو برس کر ہرا کر دوں۔
- ۳۔ اپنی جان کسان پر قربان کر دوں گی۔
- ۴۔ رفاقت سے منہ موڑنا اچھا نہیں۔
- ۵۔ یہ کام صرف ایک بوند کی ہمت کا ہے۔

کھر درج ذیل فقروں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

منہ تکنا	ہمت نہ ہارنا	لا جواب کر دینا	ویران ہونا
----------	--------------	-----------------	------------

غور کر کے بتائیے

۱۔ نظم ایک بوند کی ہمت، اور ذیل کے شعر میں کون سی بات ایک جیسی ہے:
میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارروائی بنتا گیا

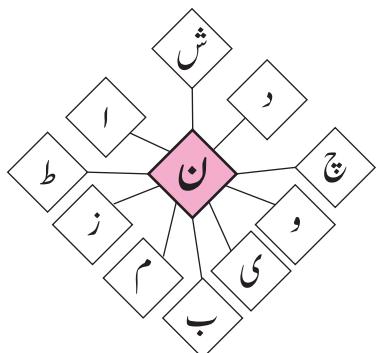
۲۔ ایک معمولی سی بوند ہمیں کیا درس دے رہی ہے؟

زور قلم

اس نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے اور کلاس میں اپنے دوستوں کو سنائیے۔

لفظوں کا کھیل

کھر دائرے میں دیے گئے حروف سے تین اور چار حرفاً زیادہ سے زیادہ الفاظ بنائیے۔ ہر لفظ میں حرف 'ن' کا آنا ضروری ہے۔



سرگرمی / منصوبہ:

۱۔ آپ چوتھی جماعت میں اسماعیل میر ٹھی کی نظم پانی کی حقیقت پڑھ پکھے ہیں۔ اپنی لابریری سے انھیں کی ایک اور نظم بارش کا قطرہ تلاش کر کے اپنی بیاض میں نقل کیجیے۔

۲۔ پانی کی اہمیت و افادیت سے متعلق مضامین حاصل کر کے پڑھیے اور اپنے گھر سے پانی بچاؤ مہم کا آغاز کیجیے۔

پہلی بات

خلیفہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک شخص قتل کے جرم میں گرفتار ہوا۔ جب اسے آپؐ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔ خلیفہ نے اسے سزا نے موت دی، مجرم نے وہ سزا قبول کر لی مگر اس نے حضرت عمرؓ سے تین دن کی مہلت مانگی۔ اس کے باپ نے مرتب وقت کچھ سونا اپنے چھوٹے بیٹے کے لیے مجرم کے سپرد کیا تھا جسے وہ لوٹانا چاہتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے مجرم سے ضامن مانگا تو حضرت ابوذر غفاریؓ نے اس کی ممانعت قبول کر لی۔ تیسرے دن شام ہونے تک اگر مجرم لوٹ کر نہ آتا تو اس کی جگہ ابوذر غفاریؓ کی موت کی سزا ہو جاتی۔ تیسرے دن لوگ مجرم کا انتظار کرنے لگے۔ جب شام تک بھی وہ لوٹ کر نہیں آیا تو لوگوں کی بے چینی بڑھنے لگی کہ شاید ابوذر غفاریؓ کو سزا ہو جائے مگر وہ شخص گھوڑا دوڑا تھا ہوا آپنچا۔ اس نے خلیفہ سے اپنا انصاف پورا کرنے کی درخواست کی۔ مجرم کے قول کا پاس رکھنے سے سارے لوگ خوش ہو گئے اور مدعا نے اسے معاف کر دیا۔ اس طرح وعدہ نہیں کی وجہ سے اس شخص کی جان فتح گئی اور حضرت عمرؓ کا انصاف بھی پورا ہوا۔ ذیل کی کہانی بھی اسی موضوع سے متعلق ہے۔

جان پیچان

اس کہانی کے مصنف پنڈت سدرش شرما کا اصل نام پنڈت بدرا ناتھ شرما ہے۔ وہ ۱۸۹۶ء میں سیال کوٹ میں پیدا ہوئے۔ اپنے عہد کے کامیاب افسانہ نگاروں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کے افسانوں میں سماج کے متوسط طبقے کے لوگوں کی زندگی کو پیش کیا گیا ہے۔ آسان زبان ان کے افسانوں کی خاص خوبی ہے۔ ان کی اہم تصانیف ’چندن‘، ’بہارستان‘، ’محبت کا انتقام‘، ’سدابہار پھول‘، وغیرہ ہیں۔ پنڈت سدرش کا انتقال ۱۹۶۷ء کو دہلی میں ہوا۔

ماں کو اپنے بیٹے اور کسان کو اپنے لہلہتے کھیت دیکھ کر جو خوشی ہوتی ہے، وہی خوشی بابا بھارتی کو اپنا گھوڑا دیکھ کر ہوتی تھی۔ گھوڑا بہت خوب صورت تھا۔ اس کے جوڑ کا گھوڑا سارے علاقوں میں نہ تھا۔ بابا بھارتی اسے سلطان کہہ کر پکارتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے مالش کرتے، خود انہ کھلاتے اور دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ انہوں نے روپیہ، مال، اسباب اور زمین وغیرہ سب کچھ چھوڑ دیا تھا۔ یہاں تک کہ انھیں شہری زندگی سے بھی نفرت ہو گئی تھی۔ اب گاؤں سے باہر وہ ایک چھوٹے سے مندر میں رہتے اور پوچا کرتے تھے۔ ”میں سلطان کے بغیر نہیں رہ سکوں گا“ انھیں وہم سا ہو گیا تھا۔

وہ اس کی چال پر فدا تھے۔ کہتے ہیں، ”ایسا چلتا ہے جیسے مور گھٹا کو دیکھ کر ناج رہا ہو۔“ جب تک شام کے وقت سلطان پر سوار ہو کر آٹھ دس میل کا چکر نہ لگا لیتے، انھیں چین نہ آتا۔

کھڑگ سنگھ اس علاقے کا مشہور ڈاکو تھا۔ لوگ اس کا نام سن کر کا نپتے تھے۔ سلطان کی تعریف اُس کے کانوں تک پہنچی۔ اس کا دل سلطان کو دیکھنے کے لیے بے چین ہو گیا۔ ایک دن وہ دوپہر کے وقت بابا بھارتی کے پاس پہنچا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔

بابا بھارتی نے پوچھا، ”کھڑگ سنگھ، کیا حال ہے؟“

کھڑگ سنگھ نے سر جھکا کر جواب دیا، ”آپ کی دعا سے اچھا ہوں۔“

”کہو، ادھر کیسے آئے؟“

”سلطان کی چاہ کھینچ لائی۔ بہت دنوں سے تمباخی، آج حاضر ہو سکا ہوں۔“

بابا بھارتی اور کھڑگ سنگھ اصطببل میں پہنچے۔ بابا نے گھوڑا دکھایا گھمنڈ سے۔ کھڑگ سنگھ نے گھوڑا دیکھا حیرت سے۔ اس نے سیکڑوں گھوڑے دیکھے تھے لیکن ایسا بانکا گھوڑا اس کی نظر سے کبھی نہ گزر رہتا۔ سو پہنچنے لگا، ”قسمت کی بات ہے۔ ایسا گھوڑا کھڑگ سنگھ کے پاس ہونا چاہیے تھا۔ اس سادھو کو ایسی چیزوں سے کیا فائدہ؟“

وہ بے صبری سے بولا، ”لیکن اس کی چال نہ دیکھی تو کیا؟“

بابا گھوڑے کو گھول کر باہر لے آئے۔ اس کی چال دیکھ کر کھڑگ سنگھ کے سینے پر سانپ لوٹ گیا۔ وہ ڈاکو تھا اور جو چیز اسے پسند آجائے اس پر وہ اپنا حق سمجھتا تھا۔ جاتے جاتے اس نے کہا، ”بابا جی، میں یہ گھوڑا آپ کے پاس نہ رہنے دوں گا۔“

بابا بھارتی ڈر گئے۔ انھیں رات کو نیند نہ آتی تھی۔ ساری رات اصطببل کی رکھواں میں کٹنے لگی۔ کھڑگ سنگھ کا خوف ہر وقت ان کے دل میں سماں رہتا۔ کئی ہفتے گزر گئے اور وہ نہ آیا۔ یہاں تک کہ بابا بھارتی کسی حد تک بے پرواہ ہو گئے۔

ایک دن شام کا وقت تھا۔ بابا بھارتی سلطان کی پشت پر سوار ہو کر سیر کرنے جا رہے تھے۔ اچانک ایک طرف سے آواز آئی، ”او بابا، اس غریب کی سنتے جانا۔“ آواز میں درد تھا۔ بابا نے گھوڑا روک لیا۔ دیکھا، ایک اپاہنج درخت کے سامنے میں بیٹھا کراہ رہا ہے۔ بولے، ”کیوں، تمھیں کیا دُکھ ہے؟“

اپاہنج نے ہاتھ جوڑ کر کہا، ”بابا، مجھ پر رحم کرو۔ میرا گاؤں یہاں سے تین میل دور ہے۔ مجھے وہاں جانا ہے، گھوڑے پر چڑھا لو۔ خدا تمھارا بھلا کرے گا۔“

”وہاں تمھارا کون ہے؟“

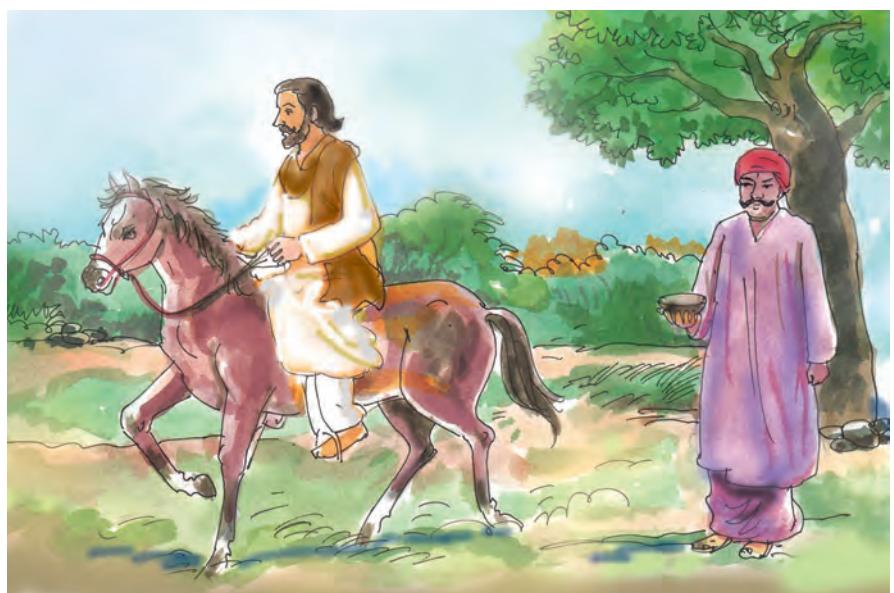
”درگا دت وید کا نام سنا ہوگا، میں ان کا سوتیلا بھائی ہوں۔“

بابا بھارتی نے گھوڑے سے اُتر کر اپاہنج کو گھوڑے پر سوار کیا اور خود اس کی لگام پکڑ کر دھیرے دھیرے چلنے لگے۔

اچانک انھیں ایک جھٹکا سالگا اور لگام ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب انھوں نے دیکھا کہ اپاہنج گھوڑے کی پشت پر تن کر بیٹھا ہے اور گھوڑے کو دوڑائے لیے جا رہا ہے۔ ان کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ یہ اپاہنج، ڈاکو کھڑگ سنگھ تھا۔

بابا بھارتی کچھ دیر تک چپ رہے اور اس کے بعد کچھ فیصلہ کر کے پوری طاقت سے چیخ کر بولے، ”ٹھہر جاؤ۔“

کھڑگ سنگھ ٹھہر گیا۔ بابا نے کہا، ”یہ گھوڑا تمھارا ہو چکا۔ میں تم سے اسے واپس کرنے کے لیے نہ کھوں گا لیکن کھڑگ سنگھ! ایک انتبا کرتا ہوں۔ اسے ٹھکرانہ دینا ورنہ



میرا دل ٹوٹ جائے گا۔“

”بابا جی حکم دیجیے۔ میں آپ کا غلام ہوں۔ صرف یہ گھوڑا نہ دوں گا۔“

”اب گھوڑے کا نام نہ لو۔ میں تم سے اس کے بارے میں کچھ نہ کہوں گا۔ میری گزارش صرف یہ ہے کہ اس واقعے کا کہیں ذکر نہ کرنا۔“

کھڑگ سنگھ کا منہ حیرت سے ٹھلا رہ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ اس گھوڑے کو لے کر یہاں سے بھاگنا پڑے گا لیکن بابا بھارتی نے خود ہی اس سے کہا، ”اس واقعے کو کسی سے بیان نہ کرنا۔“ اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ کھڑگ سنگھ نے بہت سوچا، بہت سر مارا لیکن کچھ نہ سمجھ سکا۔ ہار کر اس نے اپنی آنکھیں بابا بھارتی کے چہرے پر گاڑیں اور پوچھا، ”بابا جی! اس بات کو بتانے میں آپ کو کیا ڈر ہے؟“ یہ سن کر بابا بھارتی نے جواب دیا ”لوگوں کو اگر اس واقعے کا علم ہو گیا تو وہ کسی غریب اپائچ پر بھروسہ کریں گے۔“ یہ کہہ کر انہوں نے سلطان کی طرف سے اس طرح منہ پھیر لیا جیسے اُن کا اس سے کبھی کوئی تعلق ہی نہ رہا ہو۔

بابا بھارتی چلے گئے لیکن ان کے الفاظ کھڑگ سنگھ کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ سوچتا تھا، ”کیسا نیک خیال ہے۔ کتنا پاک جذبہ ہے! انھیں اس گھوڑے سے محبت تھی۔ اس کی رکھوالي میں وہ کئی رات سوئے نہیں لیکن آج اُن کے چہرے پر رخ و غم کا نشان تک نہیں تھا۔ انھیں صرف یہ خیال تھا کہ کہیں لوگ غریبوں پر بھروسہ کرنا نہ چھوڑ دیں۔ ایسا انسان انسان نہیں، فرشتہ ہے۔“

اسی رات کھڑگ سنگھ بابا بھارتی کے مندر میں پہنچا۔ آسمان میں تارے ٹھما رہے تھے۔ مندر کے اندر گھر اسکوت تھا۔ کھڑگ سنگھ سلطان کی لگام پکڑے ہوئے تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اصطبل کے پھاٹک پر پہنچا۔ پھاٹک کھلا پڑا تھا۔ کبھی بابا بھارتی لاٹھی لے کر خود پہرہ دیتے تھے لیکن آج کسی چوری، کسی ڈاک کا خوف نہ تھا۔ کھڑگ سنگھ نے آگے بڑھ کر سلطان کو اس کی جگہ باندھ دیا اور باہر نکل کر آہستہ سے پھاٹک بند کر دیا۔

صحح سوریے بابا بھارتی نے اپنی کٹیا سے باہر نکل کر ٹھنڈے پانی سے غسل کیا۔ اس کے بعد اس طرح جیسے کوئی خواب میں چل رہا ہو، ان کے پاؤں اصطبل کی طرف بڑھے لیکن پھاٹک پر پہنچ کر ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ رک گئے۔

گھوڑے نے اپنے آقا کے پاؤں کی چاپ پہچان لی اور زور سے ہنہنایا۔ اب بابا بھارتی حیرت اور خوشی سے دوڑتے ہوئے



اندر گھسے اور اپنے پیارے گھوڑے کے گلے سے لپٹ کر اس طرح رونے لگے جیسے کوئی باپ بہت دن کے پچھڑے ہوئے بیٹے سے مل رہا ہو۔ بار بار اس کی پشت پر ہاتھ پھیرتے، اس کے منہ پر تھلکیاں دیتے اور کہتے، ”اب کوئی غریبوں کی مدد سے منہ نہ موڑے گا۔“

معنی واشارات

سینے پر سانپ لوٹنا	- جلن، حسد کرنا	بھروسہ	- اعتبار
اپاہج	- معذور	گمان ہونا، شک ہونا	- وہم ہونا
دل ٹوٹنا	- دکھ ہونا، تکلیف ہونا	شار ہونا، قربان ہونا	- فدا ہونا
سر مارنا	- بہت غور و فکر کرنا، سوچنا	محبت، چاہت	- چاہ
سکوت	- خاموشی	گھوڑے باندھنے کی جگہ	- اصطبل

مشق



کھر ایک جملے میں جواب لکھیے:

- ۱۔ مصنف کی پیدائش کس سن میں ہوئی؟
- ۲۔ پنڈت سدرش نے اپنے افسانوں میں کن لوگوں کی زندگی کو پیش کیا ہے؟
- ۳۔ بابا بھارتی گھوڑے کو کس نام سے پکارتے تھے؟
- ۴۔ بابا بھارتی کے گھوڑے میں کیا خوبی تھی؟
- ۵۔ بابا بھارتی اپنے گھوڑے کی خدمت کس طرح کرتے تھے؟
- ۶۔ بابا بھارتی شہر چھوڑ کر کہاں رہنے لگے؟
- ۷۔ بابا بھارتی کو کیا وہم ہو گیا تھا؟
- ۸۔ کھڑگ سنگھ بابا بھارتی کے مندر میں کیوں آیا تھا؟
- ۹۔ بابا بھارتی نے اپاہج کے ساتھ کیا سلوک کیا؟
- ۱۰۔ اپاہج کے بھیس میں کون تھا؟

کھر مختصر جواب لکھیے:

- ۱۔ بابا بھارتی نے کھڑگ سنگھ سے یہ کیوں کہا کہ ”اس واقعے کو کسی سے بیان نہ کرنا۔“
- ۲۔ کھڑگ سنگھ کا منہ جیرت سے کیوں کھلا رہ گیا؟
- ۳۔ بابا بھارتی کے برتاو کا کھڑگ سنگھ پر کیا اثر ہوا؟

کھر وجہ بتائیے:

- ۱۔ بابا بھارتی کی ساری رات اصطبل کی رکھوالی میں کٹنے لگی۔
- ۲۔ کھڑگ سنگھ نے سلطان کو اس کی جگہ باندھ دیا۔

کھ تفصیل سے جواب لکھیے:

- ۱۔ کھڑگ سنگھ نے بابا بھارتی سے سلطان کو کس طرح حاصل کیا؟
- ۲۔ بابا بھارتی کے جانے کے بعد کھڑگ سنگھ ان کے بارے میں کیا سوچتا ہے؟
- ۳۔ گھوڑا اپس ملنے پر بابا بھارتی نے اپنی خوشی کا اظہار کس طرح کیا؟

کھ سبق سے اپنی پسند کے پنج جملے منتخب کر کے لکھیے۔



ان محاوروں کے معنی لفظ سے دیکھ کر لکھیے:

خیالی گھوڑے دوڑانا، گھوڑے پیچ کرسونا، گدھے گھوڑے برابر ہونا، گھوڑی چڑھنا، گھوڑے کو ایڑا گنا

آئیے، زبان سیکھیں



ضمیر اضافی:

• ان جملوں کو غور سے پڑھیے:

- ۱۔ حضرت عمرؓ کو اپنی رعایا کی خیر خیریت کی بہت فکر رہا کرتی تھی۔
- ۲۔ اسی روشنی میں ہم اپنے روزانہ کے کام کرتے ہیں۔
- ۳۔ اس نے اپنا سارا زیور اٹا رکراں کی جھوٹی میں ڈال دیا۔

پہلے جملے میں لفظ اپنی، جمع غائب کے لیے استعمال ہوا ہے۔ (بجائے ان کی)
 دوسرے جملے میں لفظ اپنے، جمع متکلم کے لیے استعمال ہوا ہے۔ (بجائے ہمارے)
 تیسਰے جملے میں لفظ اپنا، واحد غائب کے لیے استعمال ہوا ہے۔ (بجائے اس کا)
 اوپر کے تینوں جملوں میں الفاظ اپنی، اپنے، اپنا، ضمیر اضافی کہلاتے ہیں۔

• ضمیر اضافی کا درست استعمال کر کے جملوں کو دوبارہ لکھیے:

- ۱۔ ملک کے عوام ان کے علاقوں سے ان کے نمائندے منتخب کرتے ہیں۔
- ۲۔ ان کی صلاحیتوں کو کام میں لا کر ذا کر صاحب نے مسلمانوں کے اس تعلیمی ادارے کو خوب ترقی دی۔
- ۳۔ ذا کر صاحب نے ان کی بیگم صاحبہ سے کہا۔
- ۴۔ اسے اس کے کام میں مزہ آنا چاہیے۔
- ۵۔ اس نے نہرو جی سے اس کا قصور دریافت کیا۔

پہلی بات

آپ جماعت پنجم میں عمل تجیر اور عملِ تکنیف کے متعلق پڑھ چکے ہیں۔ سورج کی گرمی سے سمندروں اور دریاؤں کا پانی بخارات بن کر اُزتا ہے، اور جا کر سرد ہوتا اور بادلوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہ بادل بارش کی شکل میں زمین پر آتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ سردی کے موسم میں بخارات تکنیف کی وجہ سے کن چیزوں میں تبدیل ہوتے ہیں۔ کہر ہمیں کس وقت دکھائی دیتی ہے، شبنم ہمیں کہاں نظر آتی ہے۔ باغ میں پھولوں اور پتوں پر شبنم کے قدرے خوبصورت نظارہ پیش کرتے ہیں۔ شبنم کی اس خوبصورتی کو شاعر نے اپنی اس نظم میں مختلف چیزوں کی مثال سے بیان کیا ہے۔

جان پچان

روش صدیقی ۱۰ ارجولائی ۱۹۱۱ء کو جوالاپور (ضلع سہارنپور) میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصلی نام شاہد عزیز صدیقی تھا۔ روشن صدیقی کی اُردو، فارسی اور عربی کی تعلیم گھر پر ہوئی۔ انہوں نے ہندی، سنکریت اور انگریزی سے بھی واقفیت حاصل کی۔ روشن صدیقی سات سال کی عمر سے شاعری کرنے لگے تھے۔ انہوں نے غزووں کے علاوہ نظمیں بھی کی ہیں۔ ان کا انتقال ۲۲ جنوری ۱۹۷۴ء کو شاہجہان پور میں ہوا۔

کیا یہ تارے ہیں زمیں پر جو اُتر آئے ہیں
یا وہ موتی ہیں کہ جو چاند نے برسائے ہیں
کیا وہ ہیرے ہیں جو صحرانے پڑے پائے ہیں
فرش پر آئے نہ ہوں عرش کے ذرّات کہیں
اپنے آنسو تو نہیں بھنوں گئی رات کہیں
یہ کہانی بھی سنائی ہے زمیں نے اکثر
کہکشاں جاتی ہے جب پچھلے پھر اپنے گھر
چھینکتی جاتی ہے ہنستے ہوئے لاکھوں گوہر
اور ہر صبح کو یہ کھیل رچا جاتا ہے
ان کو خورشید کی پلکوں سے چُنا جاتا ہے
جس طرح باغ کے پھولوں کو چمن پیارا ہے
بن میں کھلتی ہیں جو کلیاں، انھیں بن پیارا ہے
یوں ہی شبنم کو بھی اپنا ہی وطن پیارا ہے
کہکشاں روز بلا کر اسے بہکاتی ہے
پر یہ دامن میں زمیں ہی کے سکون پاتی ہے



خلاصہ کلام

سردیوں کی صحیح پھولوں اور پتوں پر شبِ نم کے قطرے خوشنا دکھائی دیتے ہیں۔ ان قطروں پر جب سورج کی کرنیں پڑتی ہیں تو ان کا حسن دو بالا ہو جاتا ہے۔ ان قطروں کو شاعر نے تارے، موتی اور ہیرے کہا ہے۔ شبِ نم پانی کے ان بخارات سے بنتی ہے جو ہوا میں پائے جاتے ہیں۔ سردی سے یہ بخارات قطروں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ شاعر محسوس کرتا ہے کہ یہ قطرے شبِ نم کے نہیں بلکہ زمین پر تارے اُتر آئے ہیں یا چاند نے موتی برسائے ہیں۔ صحرائیں جب ریت پر سورج کی روشنی پڑتی ہے تو ریت کے ذرّات ہیروں کی طرح چکتے ہیں۔ اس لیے شاعر نے شبِ نم کو صحرائیں بکھرے ہوئے ہیرے کہا ہے۔ شبِ نم رات میں گرتی ہے اس لیے شاعر اسے رات کے آنسو کہتا ہے۔ زمین اکثر یہ کہانی سناتی ہے کہ رات کے آخری حصے میں کہکشاں لاکھوں گوہر بکھیرتی جاتی ہے جو صبح سورج کی گرمی سے اُڑ جاتے ہیں۔ جس طرح پھولوں کو چمن اور جنگل کی مکیوں کو جنگل پیارا ہوتا ہے اسی طرح شبِ نم کو بھی زمین پیاری ہے جو کہ اس کا دھن ہے، اس لیے وہ زمین کے دامن میں ہی سکون پاتی ہے۔

معنی واشارات

کھیل رچا جانا - کھیل کھیلا جانا

الن کو خورشید کی بلکوں سے چنا جاتا ہے - بلکوں سے چنانے سے مراد کسی نازک چیز کو چھانا، بڑی احتیاط سے اٹھانا ہے۔ شاعر نے سورج کی کرنوں کو پلکیں کہا ہے۔

مشق

کھ ایک جملے میں جواب لکھیے:

۱۔ شاعر کا اصلی نام کیا تھا؟

۲۔ شاعر جن زبانوں سے واقف تھے ان کے نام لکھیے۔

۳۔ شاعر شبِ نم کو کیا کہہ رہا ہے؟

۴۔ شبِ نم کو رات کے آنسو کیوں کہا گیا ہے؟

۵۔ زمین نے شبِ نم کے بارے میں کیا کہانی سنائی؟

۶۔ کہکشاں کے لاکھوں گوہر چیکنے سے کیا مراد ہے؟

۷۔ شبِ نم کے علاوہ اور کس کو اپنا وطن پیارا ہے؟

۸۔ شبِ نم کو سکون کہاں ملتا ہے؟

کھ پیچے دیے ہوئے لفظوں کو جملوں میں استعمال کیجیے:

شبِ نم صحراء کہکشاں خورشید ذرّات

لفظوں کا کھیل

کھ ذیل میں دیے ہوئے الفاظ پڑھیے۔ غیر متعلقہ لفظ کے گرد دائرہ بنائیے:

۱۔ ہیرے موتی خورشید گوہر

۲۔	باغ	صحرا	چٹان	ریگستان
۳۔	ندی	نالہ	پہاڑ	دریا
۴۔	سورج	چاند	چاندنی	تارے



کھڑے ذیل کے الفاظ کو حروف تحریک کے مطابق لکھیے:

تارے، موتی، زمین، چاند، ہیرے، صحرا، بات، رات، کہانی، پلکیں، گھر، باغ، لاکھوں، دامن، سکون

کھڑے ذیل میں دیے ہوئے بیانات سے ملتے جلتے مفہوم والے مصروع لکھیے:

۱۔ رات کہیں اپنے آنسو تو نہیں بھول گئی ہے۔

۲۔ ہر صبح سورج نکلنے پر شبتم غائب ہو جاتی ہے۔

۳۔ کہکشاں شبتم کو بہہ کاتی ہے۔

کھڑے ذیل کی چیزیں کہاں پائی جاتی ہیں:

موتی، ہیرے، تارے، کہکشاں، آنسو، پھول



۱۔ گرمی اور برسات کے موسم میں ہمیں شبتم کیوں نظر نہیں آتی؟

۲۔ برسات کے موسم میں کبھی کبھی آسمان پر ہمیں کیا نظر آتا ہے؟



اس نظم کو دوستوں کے ساتھ مل کر ترجمہ سے پڑھیے۔



قدرتی منظر پر ایک نظم تلاش کر کے لکھیے۔



سردی کے دنوں میں صبح سوریے باغ میں جا کر شبتم کا مشاہدہ کیجیے۔



سرگرمی / منصوبہ:

دوسری جماعت میں آپ شہزادی کی خدمت کہانی پڑھ پچکے ہیں۔ غور کر کے بتائیے کہ شہزادی کے ہاتھ لگاتے ہی شبتم کے قطرے کیوں بہہ جاتے تھے؟

پہلی بات



باغ کی اس تصویر میں ایک لڑکی گلاب کے پودے کے پاس کھڑی شاخ پر لگے ہوئے گلاب کو پکڑ کر سونگھ رہی ہے۔ پاس کے درخت پر کچھ پرنے چھپہار ہے ہیں۔ اس منتظر کو دیکھ کر چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ (۱) کیا پھول کو دیکھنے بغیر لڑکی پودے کے پاس آئی ہو گی؟ (۲) گلاب کے پودے میں پھولوں کے ساتھ کانٹے بھی لگے ہیں۔ پھول کو اپنے سے قریب لاتے ہوئے کیا یہ ممکن نہیں کہ کوئی کانٹا اس بچی کو چھپ گیا ہو؟ (۳) جسم کا کون سا عضو پھول کی مہک محسوس کرتا ہے؟ (۴) درخت پر جو پرنے چھپہار ہے ہیں، کیا پھول سونگھتی ہوئی لڑکی ان کی آواز بھی سن رہی ہے؟

ان سوالوں کے جوابات ہمیں اپنے حواسِ خمسہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں یعنی دیکھنا، چھونا، سونگھنا، چکھنا اور سمننا۔ ان کے بغیر عام انسان کی زندگی بے حس اور بے مزہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ ذیل میں ایک ایسی خاتون کی زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے جس نے بعض حواس سے محروم ہونے کے باوجود ہمت نہیں ہاری اور کسی رکاوٹ کو اپنی ترقی میں حائل نہیں ہونے دیا۔

کیٹ اور آرٹھر ایک پیاری سی بچی کے ماں باپ تھے۔ انھیں اپنی بیٹی سے بہت محبت تھی۔ ماں سوتے جا گئے بچی کو سینے سے لگائے رہتی۔ بچی جب تقریباً دو سال کی ہوئی تو اچانک بیمار ہو گئی۔ ماں باپ نے بچی کے علاج کے لیے بڑی دوڑ دھوپ کی۔ جب لڑکی صحت یا ب ہوئی تو ایک دن نہلاتے ہوئے ماں نے دیکھا کہ آنکھوں پر سے پانی بہنے کے باوجود بچی آنکھیں بند نہیں کرتی اور لوری گانے یا کسی چیز کے بجانے پر بھی وہ آواز کی طرف متوجہ نہیں ہوتی۔ اب تو ماں باپ دونوں پریشان ہو گئے۔ بچی کو پھر ڈاکٹروں کو بتایا گیا۔ ڈاکٹروں نے اس لڑکی کے اندھی اور بہری ہونے کا اعلان کر دیا اور کہا کہ شاید

بڑی ہو کر یہ گونگی بھی ہو جائے۔ بچپن ہی سے اندھی، گونگی اور بہری یہ لڑکی ہیلین کیلر تھی۔

ہیلین کیلر شامی امریکہ کے شہر ٹس کمپیا میں ۲۷ رجبون ۱۸۸۰ء کو پیدا ہوئیں۔ ان کے اس عجیب مرض سے والدین بڑے پریشان تھے۔ ہیلین کیلر کو لے کر وہ ڈاکٹر گراہم بیل کے پاس گئے۔ اس زمانے میں وہ بہرے پن کے مرض پر تحقیق کر رہے تھے۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ ہیلین کو اینی سلی وان کے سپرد کریں جو گونگوں کو بولنا سکھانے میں ماهر تھیں۔ والدین نے ایسا ہی کیا۔ اینی نے ہیلین کیلر کو بولنا سکھانے کے لیے کئی انوکھے طریقے اپنائے۔ وہ ہیلین کے ایک ہاتھ پر ٹھنڈا پانی ٹپکا تیں اور دوسری ہتھیلی پر لفظ 'پ-ا-ن-ہی' لکھتیں۔ یہ عملی مشق متواتر کی گئی۔ ہیلین کیلر نے قوت سے سمجھنے لگیں کہ ہتھیلی پر جو شے ٹپک رہی ہے اسے پانی کہتے



ہیں۔ سکھانے کے اس طریقے سے ہیلین کیلرنے ایک دن میں الفاظ یاد کر لیے۔ ان طریقوں سے چھے ماہ کی قلیل مدت میں ہیلین نے چھے سو چھیس الفاظ سیکھ لیے۔

ہیلین کیلرن جب دس برس کی ہوئیں تو انھیں انہوں کے پڑھنے کے طریقے یعنی بریل، حروف پر مہارت حاصل ہو چکی تھی اور کسی حد تک بولنا بھی انہوں نے سیکھ لیا تھا۔ چوبیس برس کی عمر میں وہ امریکہ کی پہلی انڈھی اور بہری گریجویٹ خاتون تھیں جنہوں نے امتیازی نمبرات کے ساتھ بی۔ اے۔ کی سند حاصل کی۔ ہیلین کیلرنے بڑی محنت و مشقت کے ساتھ اپنی تمام معدودیوں پر فتح حاصل کی اور دنیا کی تاریخ میں ایک ممتاز اور غیر معمولی عورت بن گئیں۔

ہیلین کیلرن کی ترقی اور عالمی شہرت میں ان کی استانی کا بڑا ہاتھ ہے۔ وہ ہیلین کے ساتھ انچاس برس رہیں۔ انہوں نے اسے لکھنا پڑھنا اور بولنا سکھایا۔ ان تمام صلاحیتوں اور قدرتی نعمتوں سے محروم رہنے کے باوجود ہیلین کیلر مایوسی کا شکار نہیں ہوئیں۔ ان کی استانی اینی نے بھی ہمت نہ ہاری۔ وہ ہیلین کو مسلسل پڑھاتی رہیں یہاں تک کہ وہ بولنا سیکھ گئیں۔ انہوں نے انگریزی کے ساتھ جرمی، لاطینی، یونانی اور فرانسیسی زبانوں پر اس قدر عبور حاصل کر لیا تھا کہ مختلف ملکوں میں لوگ ان کی تقریریں سن کر تعجب کرنے لگتے۔ ان زبانوں کے علاوہ ہیلین نے ریاضی، جغرافیہ اور دیگر علوم میں بھی مہارت پیدا کر لی تھی۔

بریل حروف کے سہارے ہیلین نے ٹائپ رائٹر کا استعمال بھی سیکھا۔ اسی کے سہارے وہ دنیا بھر کے لوگوں کو خطوط لکھتیں۔ اپنی تحریروں میں انہوں نے قدرتی مناظر اور اپنے اطراف کے ماحول کو بڑی پُرا اثر زبان میں بیان کیا ہے۔ حالانکہ یہ مناظر انہوں نے دیکھنے نہیں تھے۔ انہوں نے بریل میں لکھی دنیا کیئی اہم کتابوں کا مطالعہ کیا اور خود اپنی سوانح حیات بھی لکھی۔ وہ اپنی تحریروں کی وجہ سے اتنی مشہور ہوئیں کہ دنیا کے کئی ملکوں میں ان کی تحریروں کو محفوظ کر لیا گیا۔ انھیں پڑھ کر یقین ہی نہیں ہوتا کہ یہ کسی نابینا مصنفہ کی لکھی ہوئی تحریریں ہیں۔ اپنی آپ بیتی میں ہیلین کیلرنے ایک جگہ لکھا ہے:

کبھی کبھی میں اپنی سہیلیوں کا امتحان لیتی ہوں، یہ جانے کے لیے کہ وہ کیا دیکھتی ہیں۔ حال ہی میں میری ایک سہیلی جنگل کی سیر کے بعد واپس لوٹیں۔ میں نے ان سے پوچھا، ”آپ نے وہاں کیا کیا دیکھا؟“

”کچھ خاص نہیں،“ ان کا جواب تھا۔ سن کر مجھے تعجب نہیں ہوا کیونکہ میں اس طرح کے جوابوں کی عادی ہو چکی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ جن لوگوں کی آنکھیں ہوتی ہیں، وہ بہت کم دیکھتے ہیں۔

کیا ممکن ہے کہ کوئی جنگل میں گھنٹا بھر گھومے پھرے اور کوئی خاص چیز نہ دیکھے؟ سیکڑوں دلچسپ چیزیں ملتی ہیں جنہیں میں چھوڑ کر پہچان لیتی ہوں۔ میں لمس سے پہچان لیتی ہوں کہ پیڑوں کی چھالیں کیسی ہوتی ہیں۔ میں موسم بہار میں ٹھنڈیوں پر نئی کلیاں ڈھونڈتی ہوں۔ مجھے پھول کی پنگھڑیوں کو چھوٹنے اور ان کی بناوٹ کو محسوس کرنے میں بہت خوشی ہوتی ہے۔ مجھے قدرت کی صنای کا احساس ہوتا ہے۔ اس عالم میں جب کبھی میں کسی پیڑ کی ٹھنڈی پر ہاتھ رکھتی ہوں تو چڑیا کی میٹھی آواز میرے کانوں میں گونجنے لگتی ہے۔ اپنی انگلیوں کے بیچ جھرنے کے پانی کو بہتے اور اسے محسوس کرتے ہوئے مجھے بے انتہا سرسرت ہوتی ہے۔ بدلتے ہوئے موسم کا سماں میری زندگی میں نئے رنگ اور خوشیاں بھر جاتا ہے۔

کبھی کبھی میرا دل ان سب چیزوں کو دیکھنے کے لیے محل اٹھتا ہے۔ اگر مجھے ان چیزوں کو صرف چھوٹنے سے اتنی خوشی ملتی ہے تو ان کی خوبصورتی کو دیکھ کر تو میرا دل باغ باغ ہو جائے گا۔ لیکن جن لوگوں کی آنکھیں ہیں وہ بیچ بیچ بہت کم دیکھتے ہیں۔ اس دنیا

کے الگ الگ خوبصورت رنگ ان کے احساس کو نہیں چھوٹے! انسان اپنی صلاحیتوں کی کبھی قدر نہیں کرتا۔ وہ ہمیشہ اس چیز کی آس لگائے رہتا ہے جو اس کے پاس نہیں ہے۔

یہ کتنے ذکر کی بات ہے کہ آنکھوں کی نعمت کو لوگ حقیر سمجھتے ہیں۔ جبکہ اس نعمت کے ذریعے زندگی کی خوشیوں کو قوس قزح کی طرح رنگین بنایا جاسکتا ہے۔

ہیلین کیلر کو انسانی فلاخ و بہبود کے کاموں سے بڑی دلچسپی تھی۔ انھوں نے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی بقیہ زندگی لوگوں کی خدمت کے لیے وقف کر دی۔ اندھوں اور بہروں کی خدمت کو انھوں نے اپنا نسبت اعین بنالیا تھا۔ فلاجی کاموں کے لیے انھوں نے دنیا کے پچیس ممالک کا دورہ کیا اور وہاں کے اندھوں اور بہروں کو راحت پہنچائی۔ ان کی تقریروں سے معدوروں کی ڈھارس بندھتی اور ان کی ماہی امید میں بدل جاتی۔ خدمتِ خلق کے اس مقصد نے دنیا کے بڑے بڑے حکمرانوں کو متاثر کیا اور انھوں نے ہیلین کیلر کو ان کی خدمات کے اعتراض میں کئی اعزازات سے نوازا۔ انھیں امن کے نوبیل انعام سے بھی سرفراز کیا گیا۔ اس انعام کو لینے کے لیے جب وہ گنیں تو ان سے سوال کیا گیا کہ زندگی میں آپ کو سب سے زیادہ متاثر کرنے والی شخصیت کون ہے؟ ہیلین نے اپنی استانی کا نام بڑی عزّت اور احترام سے لیا۔ استاد اور شاگرد کی یہ جوڑی ساری دنیا میں بے مثال ہے اور جہاں ہیلین کا نام لیا جاتا ہے وہاں اپنی سُلی وان کو بھی یاد کیا جاتا ہے۔

ہیلین کیلر اور اپنی کی دوستی اتنی مشہور ہوئی کہ ان کی زندگی پر بہت سی فلمیں بھی بنائی گئیں۔ آج ہیلین کیلر کے نام پر سیکیڑوں فلاجی ادارے ساری دنیا میں معدوروں کی خدمت میں مصروف ہیں۔ ہیلین کی یاد کو زندہ رکھنے کے لیے مختلف ممالک میں ان کے نام کی شاہراہیں بنائی گئی ہیں۔ چوراہوں کو ان کا نام دیا گیا ہے۔ شماں امریکہ میں ہیلین کے وطن ٹس کمپیا میں ان کا مجسمہ نصب کیا گیا ہے۔ گونگے پن کی حالت میں ہتھیلی پر ٹسکنے والے پانی کے قطروں کے احتیاط سے پہلا لفظ پانی، سیخنے کے بعد مسلسل محنت و مشقت سے اپنے گونگے پن پر فتح پانے والی ہیلین کیلر کا انتقال ۱۹۶۸ء کو ہوا۔ اس وقت وہ اٹھا سی برس کی تھیں۔ آخر عمر تک وہ آنکھوں سے اندھی اور کانوں سے بہری رہیں۔ اپنی معدورویوں کے باوجود انھوں نے اندھوں بہروں کی فلاخ کے لیے ایسے کام کیے جو تمام ہوش و حواس کے مالک افراد سے بھی ممکن نہیں۔

معنی واشارات

سوائی حیات	- ایسی کتاب جس میں کسی کی زندگی کے حالات بیان کیے گئے ہوں۔	حقیقت کرنا	- حقیقت معلوم کرنا
لمس	- چھوٹنا	امتیازی	- اعلیٰ درجے کا
ضناعی	- بناؤٹ، کاری گری	معدوروی	- ایسی کم زوری یا بیماری جو انسان کو مجبور کر دے
وقف کر دینا	- دوسروں کے فائدے کے لیے کوئی چیز دے دینا	متاز	- اعلیٰ درجے کا
نصب اعین	- مقصد	علمی	- پوری دنیا سے متعلق
		عبور حاصل کرنا	- مکمل مہارت حاصل کرنا

مشق



مختصر جواب لکھیے:

- ۱۔ والدین نے ہیلین کیلر کو کس کے حوالے کیا اور کیوں؟
- ۲۔ ہیلین کیلر نے تعلیم میں کون ہی سندھی اور کس عمر میں؟
- ۳۔ معدودروں کی بھلانی کے لیے ہیلین کیلر نے کیا کام کیے؟
- ۴۔ ہیلین کیلر کو دنیا نے کس طرح یاد رکھا ہے؟

ایک جملے میں جواب لکھیے:

- ۱۔ ہیلین کیلر کے والدین کے نام کیا تھے؟
- ۲۔ ہیلین کیلر کوں سی زبانیں سیکھ گئیں؟
- ۳۔ ہیلین کیلر نے اپنی کتابیں کون سے حروف کی مدد سے لکھی ہیں؟

زور قلم



- سبق کے پہلے پیراگراف کو اپنے الفاظ میں لکھیے۔
- لکھیے کہ ہیلین کیلر نے قوتِ لمس کو کن حواس کے لیے استعمال کیا؟
- اپنے استاد سے معلوم کیجیے کہ ہیلین کیلر ہندوستان کب آئی تھیں اور یہاں انہوں نے کس سے ملاقات کی تھی۔
- لفظ 'کیلر' ایک یورپی نام ہے۔ اس کا تلفظ کر لزئے ہے۔ اسے کیلر نہیں پڑھنا چاہیے۔

وسعت میرے بیان کی



سبق کی روشنی میں درج ذیل جملوں کی وضاحت کیجیے۔

- ۱۔ جن لوگوں کی آنکھیں ہوتی ہیں، وہ بہت کم دیکھتے ہیں۔
- ۲۔ کیا ممکن ہے کہ کوئی جنگل میں گھٹنا بھر گھوے پھرے اور کوئی خاص چیز نہ دیکھے؟
- ۳۔ انسان اپنی صلاحیتوں کی بھی قدر نہیں کرتا۔

بات سے بات چلے



- ۱۔ ہم کن حواس کی مدد سے اپنے اطراف کو سمجھتے ہیں؟ ان حواس کے مختلف کاموں کے بارے میں گروہ میں گفتگو کیجیے۔
- ۲۔ استاد کی اہمیت سے متعلق کوئی واقعہ معلوم کر کے اپنی جماعت میں سنائیے۔

سیر بین

ہیلین کیلر کی زندگی پر بنائی گئی فلم کی سی ڈی حاصل کر کے جماعت میں دیکھیے۔

سرگرمی / منصوبہ:

ہندوستان کے کن لوگوں کو نوبیل پرائز ملا ہے؟ ان کے نام معلوم کیجیے۔ اس کے لیے آپ انٹرنیٹ کا سہارا لے سکتے ہیں۔

<https://archive.org>



چچا چھکن نے تیمارداری کی

امتیاز علی تاج



اس تصویر میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایک بچہ بستر پر لیٹا ہوا ہے۔ پنگ کے ایک طرف اس کی ماں بیٹھی ہے۔ اس کے ہاتھ میں دو اک شیشی ہے۔ آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ماں اپنے بیمار بچے کو دو والپار ہی ہے۔ بیمار بچوں کو وقت پر دوادیا، دودھ، موکھی کا رس پلانا، کپڑے بدلا، بستر ٹھیک کرنا جیسے کام والدہ کے سوا اچھے طریقے سے کوئی نہیں کر سکتا۔ ان سارے کاموں کو ہم تیمارداری کہتے ہیں۔ سبق پڑھ کر اندازہ ہو جاتا ہے کہ تیمارداری آسان کام نہیں ہے۔ کچھ دیر کے لیے چچا چھکن بھی تیمارداری کے لیے آ جاتے ہیں۔ اس دوران ان سے جو عجیب حرکتیں سر زد ہوتی ہیں انھیں بڑے دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ چچا اور پچھی کے نقش ہونے والی نوک جھونک بھی کافی دلچسپ ہے۔

پہلی بات

جان پچھان اس سبق کے مصنف امتیاز علی تاج ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۰ء کو پیدا ہوئے۔ وہ اردو کے معروف ادیب اور ڈراما نگار تھے۔ ان کا ڈراما انارکی اردو میں کافی مشہور ہے۔ اپنی کتاب 'چچا چھکن' میں انھوں نے چچا چھکن کو مرکزی کردار بنا کر بہت سی پڑاطف کہانیاں لکھی ہیں۔ ان کا انتقال ۱۹۷۴ء کو لاہور میں ہوا۔ اس سبق میں بچے کی بیماری، ماں کی محبت اور چچا چھکن کی عجیب و غریب حرکتوں کو بیان کیا گیا ہے۔

چچا چھکن دل میں بخوبی جانتے ہیں کہ تیمارداری ان کے بس کا روگ نہیں لیکن طبیعت کے ہاتھوں ایسے ناچار ہیں کہ ذرا سی بات میں تاؤ کھا جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک روز آگا پچھا سوچے بغیر تیمارداری کے میدان میں جو ہر دکھانے پر آ مادہ ہو گئے۔ بات یوں ہوئی کہ پچھلے دنوں للوغیریب کو نکلاموتی جھرا۔ شب برأت سے الگے روز جو ہلہلا کر بخار چڑھا ہے تو ایکس دن گزر گئے، ٹس سے مس نہ ہوا۔ گھر میں کام کرنے والی لے دے کے ایک پچھی، وہ غریب کیا کیا کریں؟ ہندیا چولہا دیکھیں، بچے سنہالیں یا ہر وقت بیمار کی پٹی سے لگی بیٹھی رہیں؟ میعادی بخار۔ تین ہفتے کی محنت نے ادھ موکر ڈالا۔ اکیسویں دن سے آس لگائے بیٹھی تھیں کہ بخار ٹوٹ جائے گا لیکن اکیسویں دن بھی آیا اور صاف گزر گیا۔

چچی تیرے پہ بیٹھی تو لیے سے للو کے جھانوا کر، ہی تھیں کہ چچا نے امامی کے ہاتھ پان کی ڈبیا اندر بھیج دی۔ ساتھ ہی کہلا بیجا، ”خوب اچھی طرح بھر دیں۔“ چچی فکر مند تو بیٹھی ہی تھیں، گھڑ کر بولیں، ”لے جا اٹھا کے پانداں۔ بھرتے رہیں گے آپ ہی۔“

پانداں کے جواب میں چچا خود آ موجود ہوئے۔ ”وہ پانداں بھیج دیا تم نے!“

چچی غصہ کڑوے گھونٹ کی طرح پی گئیں۔ صرف اتنا کہا، ”اور کیا بیمار کی چرپائی اٹھوا کر بھیجتی؟“

چچا کو اس کی شرح سمجھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ للو سے مخاطب ہو گئے، ”کیوں بے یار للو! بڑے ٹھاٹھ سے جھانواں کروار ہے ہو اُستاد! اب یہ کہو تم اٹھتے کب ہو؟“

چھی سے نہ رہا گیا۔ بولپس، ”جلدی اُٹھ بیٹھ بیٹھ! ابَا فکر کے مارے ڈبلے ہوئے جا رہے ہیں۔“

اب اتنے کھلے وار پر چپ رہنا بھلا چھا کے لیے کیسے ممکن تھا۔ بغیر سوچ سمجھے بولے، ”جا یے، آپ باور پی خانے میں تشریف لے جائیے۔ میں آپ کرلوں گا تیارداری۔“

چھا کوم زور حrif سمجھ کر چھی عام طور سے ایسی بات گول کر جایا کرتی ہیں لیکن اس وقت انھیں بھی نہ معلوم کیا ہوا۔ جیسی بیٹھی تھیں، ولیسی ہی اُٹھ کھڑی ہوئیں اور جھانوے کا تولیا چھا کے ہاتھ میں پکڑا، سیدھی باور پی خانے کو چل دیں۔ ان کے یوں اچانک اُٹھ کھڑے ہونے کی امید چھا کو بھی نہ تھی۔ جیران سے رہ گئے۔ ایک منٹ تو چپ چاپ تو لیے کو دیکھتے رہے۔ اللو سے کہنے لگے، ”دیکھتا ہے ان کی باتیں؟ سمجھتی ہیں بس انھیں ہی آتی ہے تیارداری، اور سب تو اپانج ہیں۔“

انماں کے چلے جانے سے اللو کچھ بکیدہ خاطر ہو گیا تھا۔ کروٹ لے کر پڑ رہا۔ چھا نے پوچھ لیا، ”کیوں بھتی، جھانوں کرتے رہیں؟“

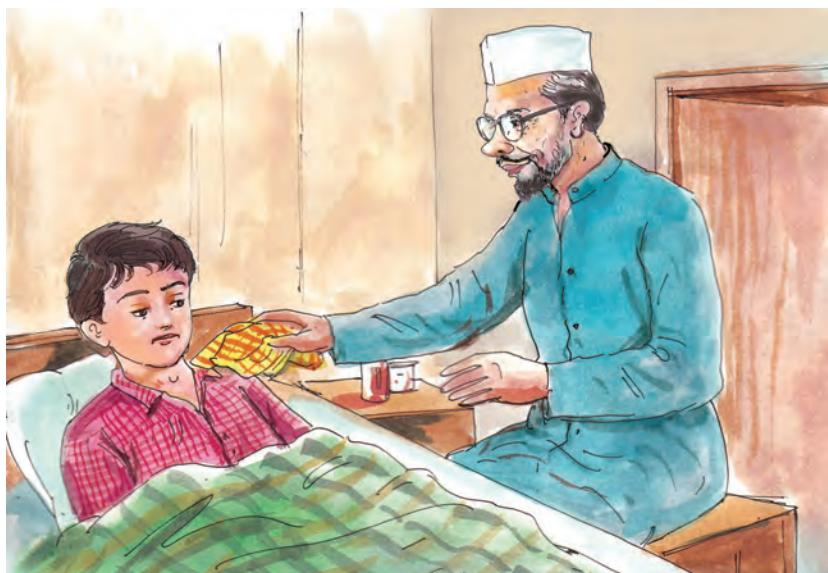
اللو نے منہ سے کچھ نہ کہا، سر ہلا کرہاں کر دی۔ چنانچہ چھا کے لیے اس کے سوا چارہ نہ رہا کہ جھانوں کریں اور بغیر کسی کی امداد کے کریں۔ بولے، ”ہم آپ کریں گے اپنے بیٹے کے جھانوں۔ اور تم کرو ہم سے باتیں۔“

کچھ دیر بعد تیارداری کا جوش کچھ سرد سا پڑ گیا۔ بڑی دیر تک منہ بنانا کر اپنا ہاتھ دباتے اور انگلیاں چھٹاتے رہے۔ حواس بجا ہوئے تو اللو کی طرف توجہ کی، ”سو گئے اللو؟ اللو! اوللوے، نیندا آگئی کیا؟ اچھا سور ہے ہو؟“

باہر چھی نے آوازن لی۔ چھن کے ہاتھ کھلا بھیجا، ”سونے نہ دینا۔ دوا کا وقت ہے۔ سرہانے چھوٹی میز پر دوا کی شیشی رکھی ہے۔ ایک خوراک دے دو۔“

چھا دوادینے کو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ شیشی ہاتھ میں لے کر لیبل پڑھا۔ ادھر ادھر دیکھا۔ ڈاڑھی کھجلائی۔ پیٹ سہلایا۔ بے تاب تھے کہ کسی کو امداد کے لیے پکاریں لیکن آج کے دن کسی کی امداد لینا غیرت کو گوارانہ تھا۔ مجبوراً خود ہی دوادینے پر آمادہ ہوئے۔ شیشی رکھ دوانکانے کے لیے پیالی لائے۔ کاگ نکالا۔ پہلے تو شیشی کو دانتوں میں پکڑ کر کاگ کو پیالے میں اُندھیلے کی کوشش فرمائی۔ اس کے بعد لا جوں کہ رکاگ میز پر رکھ دیا اور شیشی سے دوا اُندھیلئی شروع کی۔ بُند بُند بھرنکانے اور آنکھیں چندھیا چندھیا کر خوراک کا نشان دیکھ لیتے۔ ذرا سی دوانکانی باقی تھی کہ شیشی ذرا زیادہ اُندھل گئی۔ ڈیڑھ خوراک نکل آئی۔

چھا نے پہلے تو پیالی ڈیڑھی کی کہ زائد خوراک گرا دیں۔ پھر خیال آیا کہیں ضرورت سے زیادہ دوا گر کر خوراک کی مقدار کم نہ ہو جائے۔ چنانچہ ارادہ کیا کہ زائد دوا شیشی ہی میں ڈال کر اطمینان کر لیں۔ پیالی سے دوا شیشی میں اُندھیلی۔



آپ جائیے، پیالی کے چونچ تو ہوتی نہیں کہ دو اسید ہمی شیشی میں چلی جاتی۔ شیشی کے باہر بہہ کرنے پر پڑی۔ چچا نے ذرا دیر ہاتھ روک کر سوچا، اب کیا کریں؟ اس کے سوا چارہ نظر نہ آیا کہ پیالی میں جو دو باقی رہ گئی تھی، وہ بھی شیشی ہی میں انڈیل دین اور از سر نے ایک پوری خوراک نکالیں۔ چنانچہ یک لخت انڈیلی دو اشیشی میں تو زراسی گئی، باقی سب ہاتھ پر سے بہتی ہوئی فرش پر گر پڑی۔

چھٹن کے ہاتھ پچھی نے انار کے دانے نکال کر بھیجے تھے۔ وہ غریب کھڑا دوانکا نے کا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ اُسے آگئی تھی۔

سر پھیر کر لال پیلی آنکھوں سے اُسے گھوڑا۔ ”بد تیز کہیں کا۔ ہنستا کا ہے پر! پیٹ پیٹ کراؤ تو کردوں گا۔“

ہاتھ پونچھ پانچھ چچا نے شیشی کو جو دیکھا تو دوا آدھے نشان تک تھی۔ آدھی اس ادا لابدی میں ضائع ہو چکی تھی۔ اب کیا کریں۔ غور و خوض کے بعد طے کیا کہ بقیہ آدھی خوراک بھی ضائع کر دی جائے اور اس سے اگلی پوری خوراک نکالی جائے۔ چونکہ باقی خوراک مریض کو نہ دینی تھی بلکہ ضائع کرنی تھی اس لیے اسے احتیاط سے نکلنے کی ضرورت چچا کو نہ سوچی۔ دروازے میں جاشیشی ذرا بے فکری سے اٹھا دی۔

اب جوشیشی آنکھوں کے سامنے لا کر دیکھتے ہیں تو دوا پھر آدھے ہی نشان تک مگر اگلی خوراک سے اگلی خوراک کے۔ چچا جھنجھلا اُٹھے مگر کر کیا سکتے تھے۔ چھٹن کا قصور تو تھا نہیں کہ غل مچا مچا کر دل کی بھڑاس نکال لیتے۔ اگلی آدھی خوراک ضائع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ قصہ مختصر، کوئی آدھ گھنٹا اور پانچ خوراکیں ضائع کرنے کے بعد چچا خاطر خواہ طور پر دوانکا نے میں کامیاب ہوئے۔

للوکی آنکھ لگ گئی تھی، اُسے جگایا۔ وہ ٹھنکتا ہوا جا گا۔ بچے کے ٹھنکنے اور رونے سے چچا کی تیارداری پر حرف آتا تھا۔ دبی زبان میں اُسے چمکارا اور اس سے طرح طرح کے وعدے کیے۔ ”ایک تو جناب! ہم نے تمہارے لیے ڈور کی پوری رپل منگوائی ہے۔“ دوسرے گھنٹن سے کہا ہے کہ ایک درجن رنگ برنگ کی لکنیاں بنائے کر لائے۔ بس ادھر تم اچھے ہوئے اور ادھر پیچھے لڑانے کا سامان ہوا۔“ چچا چار پائی پر چڑھے۔ سہارادے کر للوکو اٹھایا۔ دوادینے لگے تو خیال آیا کہ کلی کے لیے پانی تو لائے ہی نہیں۔ اسے پھر لٹا بھاگے بھاگے پانی لینے چلے گئے۔ پانی کی پیالی میز پر رکھ کر پھر چار پائی پر چڑھے، للوکو اٹھایا۔ سمجھا بھجا کر بہ ہزار دقت دوا پینے پر آمادہ کیا۔ اب جناب نے کیا تماشا کیا کہ پانی کی پیالی تو اُس کے منہ سے لگا دی اور کلی کے لیے دوا کی پیالی ہاتھ پر سے بیٹھ رہے۔ جب اس نے خود ہی ٹھنک کر بتایا کہ یہ تو پانی ہے تو آپ کو اپنی غلطی معلوم ہوئی۔ ندامت تو کیا ہوتی ”اوہو“ کہہ کر پیالیاں بدلتیں اور دوا کی پیالی للوکو دی۔

خالی پیالی اُس کے ہاتھ سے لے کر کلی کے لیے پانی دیا تو اب اُگالدان کا خیال آیا۔ گھبرا کر اُگالدان لینے کو لپکے۔ بچے کا سر دھڑ سے تکیے پر آگرا۔ ادھر دوا سے اس کا منہ کڑوا، ادھر لگا سرکو دھچکا۔ زور زور سے رونے لگا۔ آپ کبھی اس کے آگے گلاں کرتے ہیں کبھی اُگالدان، کبھی انار کے دانے۔ مگر بیمار کی ضرر، وہ کسی چیز کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ ”امان امانتاں“ کہہ کر رونے جا رہا ہے۔ چچا گھبرا گھبرا کر کبھی للوکو دیکھتے ہیں، کبھی دروازے کو، کہ کہیں چھی نہ آ رہی ہوں۔ بچے کو کبھی لپٹاتے ہیں، کبھی مٹتی خوشامدیں کرتے ہیں مگر اس پر مطلق اثر نہیں ہوتا۔ مجبوراً بلند آواز میں کہنا شروع کیا، ”اب ہم نے تو دوا میں کڑوا ہٹ ملنا نہیں دی۔ ایسی ہی ہوتی ہیں ان ڈاکٹروں کی دوائیں۔ ہمارا کوئی قصور ہو تو ہم ذمے دار۔ یوں امانتاں ہی کو بلا نے کو جی چاہ رہا ہو تو تم جانو۔“

چچی باور پی خانے سے فارغ ہو کر چچا کے پانوں کی ڈبیا بھر رہی تھیں۔ وہیں سے بولیں، ”آئی بچے آئی۔“ اتنے میں چچی آئیں، للوٹنے رورو کر برا حال کر لیا۔ ہیچکی بندھ گئی۔ چچا کے ہاتھ پاؤں الگ پھوٹل گئے۔ اب ان سے تسلی بھی نہ دی جاتی تھی۔ الگ

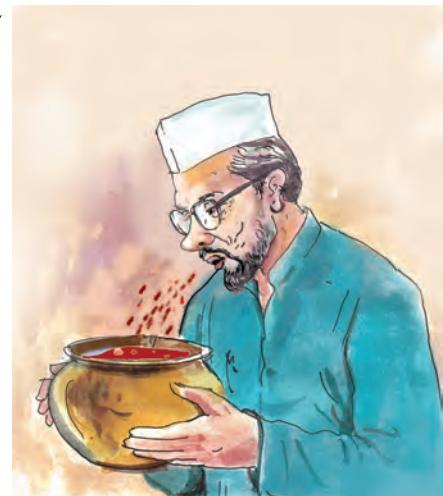
کھڑے سر اسیمہ نظر وہ اُسے دیکھ رہے تھے۔ منہ تک بات آتی تھی مگر نکل نہ سکتی تھی۔ دل اسادینے کو ہاتھ اٹھانا چاہتے تھے مگر نہ اٹھتا تھا۔ پچھی آئیں تو ان کے حواس بجا ہوئے۔ بولے، ”آپ ہی آپ رونے لگا۔ بس دوادی تھی۔“

پچھی نے پان میز پر رکھ دیے اور ”میرا چاند، میرا الال!“ کہتی ہوئی لپک کر سرہانے بیٹھ گئیں۔ پچھے کا سراپنی گود میں رکھ لیا اور سہلا نے لگیں۔ پچھے کوڈ راسکون ہوا تو چچا پان کی طرف متوجہ ہوئے۔ پان کھاتے ہوئے اپنے آپ سے کہنے لگے، ”رت ہی ماں کی لگ جائے تو یماردار غریب کیا کرے۔“

پچھی نے للو کے ماتھے پر ہاتھ پھیرا تو ٹھنڈا ٹھنڈا تھا۔ ہاتھ دیکھتے تو وہ بھی ٹھنڈے۔ بولیں، ”اے ہے! اسے تو ضعف کا دورہ پڑ گیا، پنڈا ٹھنڈا پڑا جا رہا ہے۔ رنگت بھی تو پیلی پڑ گئی ہے۔ ارے کوئی دودھ لاو، دودھ! پیچھے چولے پر رکھا ہے۔ بالائی ہٹا کر لانا۔“ یمارداری سے ابھی چچا کا باضابطہ چھٹکارا تو ہوانہ تھا۔ پیامی اٹھا، خود دودھ لینے روانہ ہو گئے۔ باور پچی خانے میں ماما آٹا گوندھ رہی تھی۔ دودھ نکانے کو اٹھنے لگی۔ پچھا کے منہ میں تھی پیک، ”اوی ہوں، اوی ہوں“ کر کے اسے روک دیا۔ دودھ جوش پر آ کر ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ اس پر آگئی تھی بالائی۔ پچھی نے کہا تھا کہ بالائی اُتار کر لانا۔ بالائی ہٹانے کو ایک پھونک جو مارتے ہیں تو پان کی ساری پیک دیکھی میں۔ دودھ کی اچھی خاصی چائے بن گئی۔

اب چچا کی حالت دیکھنے کے قابل تھی۔ کبھی دیکھی کو دیکھیں، کبھی کھوئے کھوئے ادھر ادھر دیکھیں۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا قصور کس کا ہے! ایک مرتبہ دیکھی نیچے رکھ دی، پھر اٹھائی۔ دودھ کو غور سے دیکھا۔ پھر نیچے رکھ دی۔ اٹھ کھڑے ہوئے۔ بیمار کے کمرے کی طرف چلے۔ پھر باور پچی خانے میں دیکھی کے قریب آکھڑے ہوئے اور ٹھوڑی کھجانے لگے۔ آخر سب کچھ چھوڑ چھاڑا بہار اپنے کمرے میں چلے گئے اور اندر سے چھپتی لگا لی۔ ایک منٹ بعد باہر نکلے اور دودھ کی دیکھی اٹھا، پھر اندر رُس گئے۔

اس واقعے سے گھر میں جو تکدر پیدا ہوا تھا، وہ للو کی صحبت یا بی سے پہلے رفع نہ ہوسکا۔



معنی واشارات

تاؤ کھانا	- غصے میں آنا
یمارداری	- بیمار کی دیکھ بھال
موتی جبرا	- خسرہ، چیپک کی قسم کی ایک بیماری
ٹھہلا کر بخار چڑھنا	- کچپنی کے ساتھ تیز بخار آنا
شرح	- مطلب
عیادت	- بیمار کی مزاج پُرسی
جھانواں کرنا	- کسی کھر دری چیز سے سہلانا
حریف	- دشمن، جس سے مقابلہ ہو

- رنجیدگی، یہاں مراد ہے تباہ	تکدر	- کم زوری	ضعف
- دور ہونا	رفع ہونا	- جنم	پنڈا

مشق



کھ ایک جملے میں جواب لکھیے:

- ۲۔ اللوکس وجہ سے بیمار پڑ گیا؟
- ۳۔ پچھنے کیوں کھلا بھیجا کہ اللوکوس نے نہ دیا جائے؟
- ۵۔ چھٹن کیوں ہنس پڑا؟

وسعت میرے بیان کی



کھ درج ذیل جملوں کی وضاحت کیجیے:

- ۱۔ پچا کو کم زور حرف سمجھ کر پچھی عام طور سے ایسی باتیں گول کر جایا کرتی ہیں۔
- ۲۔ پچے کے ٹھنکنے اور رونے سے پچا کی تیمارداری پر حرف آتا تھا۔
- ۳۔ پچھا کے ہاتھ پاؤں الگ پھوؤں گئے۔
- ۴۔ دودھ کی اچھی خاصی چائے بن گئی۔

کھ ذیل میں اس سبق کے محاورے دیے گئے ہیں۔ ان محاوروں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

تبکھانا ، جوہر دکھانا ، ادھ موکرنا ، فکر کے مارے دُبلا ہونا ، باتیں گول کر جانا ، حواس بجا ہونا ، چارہ نظر نہ آنا ، ہاتھ پاؤں پھولنا ، بھڑاس نکالنا ، لُس سے مس نہ ہونا

غور کر کے بتائیے

- ۱۔ پچا دودھ کی دیگھی اٹھا کر اپنے کمرے میں کیوں گھس گئے؟
- ۲۔ سب سے زیادہ پریشان کون ہوا؛ اللو، پچھی، پچھن کیا؟ اپنے جواب کی وجہ بھی بتائیے۔

کھ ذیل کے الفاظ کے لیے مناسب مقابل مختب کیجیے۔ حسب ضرورت اپنے استاد اسرپرست کی مدد لیجیے۔

۱۔ حکیم الامت :

(الف) پیشہ کے اعتبار سے حکیم یا ڈاکٹر (ب) قوم کو حکمت و دنانی کی باتیں بتانے والا (ج) قوم کا سردار

۲۔ تعزیت :

- ۱۔ (الف) کسی کے انتقال پر اس کے رشتہ داروں کو تسلی دینا (ب) بیمار کا حال پوچھنا (ج) مذہبی جلوں
- ۲۔ اللہ کو پیارا ہونا: (الف) اللہ کا پسندیدہ بندہ ہونا (ب) اللہ سے محبت کرنا (ج) انتقال کر جانا
- ۳۔ شہرخوشان : (الف) قبرستان (ب) ڈراما ہال (ج) ویران شہر



چچا چھکن کے بارے میں گروہ میں بات چیت کیجیے۔ ہر طالب علم بتائے کہ اسے چچا چھکن کی کون سی بات بہت عجیب لگی۔



سرگرمی / منصوبہ:

اپنے استاد / سرپرست سے معلوم کر کے پانچ مزاح نگاروں کے نام لکھیے۔

آئیے، زبان سیکھیں



اعراب:

تشدید، تنوین، جزم

ان لفظوں کو بلند آواز سے پڑھیے: ابا، رسمی، لتو، چکی۔ انھیں بولتے یا پڑھتے ہوئے لفظ ابا، میں دو مرتبہ 'ب'، کی آواز، رسمی میں دو مرتبہ 'س'، کی آواز، لتو میں دو مرتبہ 'ٹ'، کی آواز، چکی میں دو مرتبہ 'ک'، کی آواز ادا کی جاتی ہے لیکن لکھتے وقت ان آوازوں کو دوبار نہیں لکھا جاتا بلکہ ان پر 'س'، یہ علامت لگادیتے ہیں۔ اس علامت کو **تشدید** کہتے ہیں۔ ایسے دس الفاظ لکھیے جن پر تشدید لگائی جاتی ہے۔

اب ان الفاظ کو بلند آواز سے پڑھیے: فورا، قصد، نسل، نور۔ یاد رکھیے ان لفظوں پر دوز بر، دوزیر اور دوپیش لگانے کی وجہ سے نشان لگائے ہوئے حروف کے بعد ن، کی آواز ادا کی جاتی ہے یعنی 'فورن'، 'قصدن'، 'نسلن' بعد نسلن، 'نورن' علی نور، دوز بر، دوزیر اور دوپیش کی نشانیوں کو **تنوین** کہتے ہیں۔ اردو میں زیادہ تر دوز بر کی تنوین استعمال کی جاتی ہے۔

- ایسے ہی تین الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔

جزم: آپ پڑھ پکھے ہیں کہ لفظوں میں حروفِ علٹ (ا-و-ی) کے علاوہ اعراب (زبر، زیر، پیش) کی علامتیں بھی استعمال کی جاتی ہیں۔ جیسے الفاظ 'رس، دن، بُت، میں پہلی آوازیں۔ انھیں لفظوں کی دوسری آوازوں یعنی حروف پر کوئی حرکت (زبر، زیر، پیش) نہیں پائی جاتی اس لیے یہ آوازیں ساکن ہیں۔ ساکن حرف پر 'و، جزم علامت لگاتے ہیں۔ رُس، دُن، بُت، رَحْمَة، لِكُبِن، مُحْمَد لفظوں میں 'و، نشان لگائے گئے حروف ساکن ہیں۔ اردو میں لفظ کا آخری حرف ساکن ہوتا ہے لیکن اس پر جزم کی علامت نہیں لگائی جاتی۔

- دیے گئے لفظوں پر جزم لگائیے:
الفاظ، گرد، دشوار، قسمت

مزید ادبی مطالعے اور معلومات کے لیے ان ویب سائٹس کا استعمال کیجیے۔

- * <http://www.ranker.com>
- * <http://www.bbc.com/urdu>

- * <http://www.deoband.net>
- * <http://aiourdubooks.net>

پہلی بات

‘خط دُور دراز مقام پر رہنے والے دوستوں، رشته داروں کے حالات معلوم کرنے اور اپنے حالات سے انھیں باخبر کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔ خط لکھنے کا طریقہ قدیم زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ اُس وقت خط کبوتروں کے ذریعے بھیجے جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ خط پہنچانے کا ایک نظام قائم ہوا اور گھوڑوں، اونٹوں پر خطوط بھیجے جانے لگے۔ پھر موڑوں، ریلوے اور ہوائی جہازوں کے ذریعے ڈاک پہنچانے کا منتظام ہوا۔ حالات سے بہت جلد واقف کرنے کے لیے تارکے ذریعے پیغام بھیجنے کی مشین ایجاد ہوئی تو چار دن کی خبر ایک دو دن میں ملنے لگی۔ خط لکھنے کے ساتھ دُور دراز کے رشته داروں سے با تین کرنے اور حالات دریافت کرنے کے لیے ٹیلی فون ایجاد ہوا اور آج موبائل کے ذریعے ہم اپنے دوستوں اور رشته داروں سے براہ راست گفتگو کرتے ہیں۔ اس لیے اب خط نویسی کا رواج کم ہو گیا ہے۔

جان پیچان

مرزا اسداللہ خاں غالبت ۲۷ دسمبر ۱۸۶۹ء کو آگرہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا شمار اردو کے عظیم شعرا میں کیا جاتا ہے۔ وہ مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے درباری شاعر اور استاد تھے۔ غالبت کی شاعری کو عام طور پر بہت مشکل سمجھا جاتا ہے لیکن اردو میں جو خطوط انھوں نے اپنے دوستوں اور شاگردوں کو لکھے ہیں، ان سے پتا چلتا ہے کہ وہ نثر کا عمدہ نمونہ ہیں۔ ‘عودہ هندی’ اور ‘اردو ی محلی’ کے نام سے ان کے اردو خطوط شائع ہو چکے ہیں۔ ۱۵ افروری ۱۸۶۹ء کو دہلی میں ان کا انتقال ہوا۔

اردو میں مرزا غالبت نے جو خطوط لکھے ہیں، وہ اپنے آپ میں بالکل مختلف ہیں۔ ان کے خط لکھنے کا انداز ایسا تھا گویا دو شخص ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر با تین کر رہے ہوں۔ ذیل میں مرزا غالبت کے تین خطوط کے نمونے پیش کیے جا رہے ہیں جو انھوں نے اپنے شاگردوں کے نام لکھے ہیں۔



(۱)

مشی نبی بخش حقیر کے نام

بھائی صاحب!

بینہ کا یہ عالم ہے کہ جدھر دیکھیے، اُدھر دریا ہے۔ آفتاب کا نظر آنا، برق کا چمکنا ہے یعنی گاہے دکھائی دے جاتا ہے۔ شہر میں

مکان بہت گرتے ہیں۔ اس وقت بھی مینہ برس رہا ہے۔ خط لکھتا تو ہوں مگر دیکھیے ڈاک گھر کب جاوے۔ کہاں کو مل لڑھا کر بھج دوں گا۔

آم اب کے سال ایسے تباہ ہیں کہ اگر بہ مثل کوئی شخص درخت پر چڑھے اور ٹہنی سے توڑ کرو ہیں بیٹھ کر کھائے تو بھی سڑا ہوا اور گلا ہوا پائے۔

یہ تو سب کچھ ہے مگر تم کو تفتہ کی بھی کچھ خبر ہے۔ پتھر سنگھ اس کا لاؤ لایا میر گیا۔ ہائے، اس غریب کے دل پر کیا گزری ہو گی! تم اب خط لکھنے میں بہت دیر کرتے ہو۔ آٹھویں دن اگر ایک خط لکھتے رہو تو ایسا کیا مشکل ہے۔ یہاں دونوں اڑ کے اچھی طرح ہیں۔ اب وہاں کے اڑکوں کی خیر و عافیت لکھو۔

اسد

پنج شنبہ، ۲۶ نومبر ۱۸۵۵ء

(۲)

ہر گوپاں تفتہ کے نام

کیوں صاحب! روٹھے ہی رہو گے، یا کبھی منو گے بھی؟ اور اگر کسی طرح نہیں منتہ ہو تو روٹھنے کی وجہ تو لکھو۔ میں اس تھائی میں صرف خطوں کے سہارے جیتا ہوں یعنی جس کا خط آیا، میں نے جانا کہ وہ شخص تشریف لا یا۔ خدا کا احسان ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں جاتا جو اطراف و جوانب سے دو چار خط نہ آ رہتے ہوں۔ بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو بار ڈاک کا ہر کارہ خط لاتا ہے۔ ایک دو صبح کو اور ایک دوشام کو، میری دل لگی ہو جاتی ہے۔ دن ان کے پڑھنے اور جواب لکھنے میں گزر جاتا ہے۔ یہ کیا سبب؟ دس دس بارہ بارہ دن سے تمھارا خط نہیں آیا یعنی تم نہیں آئے۔ خط لکھو صاحب! نہ لکھنے کی وجہ لکھو۔ آدھ آنے میں بخُل نہ کرو۔ ایسا ہی ہے تو بیرنگ بھیجو۔

غالب

سوموار، ۷ دسمبر ۱۸۵۸ء

(۳)

میر مهدی مجرو ح کے نام

بھائی!

کیا پوچھتے ہو، کیا لکھوں؟ دل کی ہستی منحصر کئی ہنگاموں پر تھی۔ قلعہ، چاندنی چوک، ہر روز بازار جامع مسجد کا، ہر ہفتے سیر جمنا کے پل کی، ہر سال میلہ پھول والوں کا، یہ پانچوں باتیں اب نہیں رہیں۔ کہو، دل کی کہاں؟ ہاں کوئی شہر قلم روہند میں اس نام کا تھا۔ تم آتے ہو، چلے آؤ۔ جاں ثار خاں کے چھتے کی سڑک، خان جند کے کوچے کی سڑک دیکھ جاؤ۔ بلاقی گیم کے کوچ کا ڈھینا، جامع مسجد کے گرد ستر ستر گز گول میدانی کا نکلناسن جاؤ، غالبت افسر دہ کو دیکھ کر چلے جاؤ۔ میر اشرف علی کو دعا۔ میر نصیر الدین کو دعا۔ میر فضل علی کو دعا۔

غالب

۲ دسمبر سالِ حال (۱۸۵۹ء)

معنی و اشارات

- بیرنگ (خط)	- وہ خط جس پر پوسٹ کے ٹکٹ نہ لگائے گئے ہوں اور خط پانے والا اس کے پیسے ادا کرے (bearing)
- ہستی	- وجود
- پھول والوں کا میلہ	- دلی میں جنما کے کنارے لگنے والا میلہ
- قلم روہند	- ہندوستان کی حکومت
- ڈھینا	- گرجانا
- افردہ	- غمگین، ڈکھی

- گاہے	- کبھی کبھی
- کھہار	- ملازم
- کمبل	- جمعرات
- پنج شنبہ	- آس پاس
- اطراف و جوانب	- ڈالکیا، پوسٹ میں
- ہر کارہ	- لطف، مزہ
- دل گلی	- سنجھوتی
- بجل	-

مشق



کھجور ایک جملے میں جواب لکھیے:

- ۱۔ تار مشین کس کام آتی تھی؟
- ۲۔ آج ہم حالات جانے کے لیے خط کی بجائے کس چیز کا استعمال کرتے ہیں؟
- ۳۔ مرزا غالب کے خطوط کے مجموعے کس نام سے شائع ہوئے ہیں؟
- ۴۔ غالب کے نزدیک خطوں کی بڑی اہمیت تھی۔ سبق سے اس مفہوم کا جملہ تلاش کر کے لکھیے۔
- ۵۔ غالب کو روزانہ کتنے خط آتے تھے؟
- ۶۔ خط کون لاتا ہے؟
- ۷۔ غالب نے کون سی سڑکوں کے نام لکھے ہیں؟
- ۸۔ کون سا کوچہ ڈھنڈیا تھا؟

کھجور جواب لکھیے:

- ۱۔ غالب نے اپنے تینوں خطوط کس کے نام لکھے ہیں۔
- ۲۔ غالب نے اپنے خط میں بارش کے بارے میں کیا لکھا ہے؟
- ۳۔ مرزا غالب نے آموں کے بارے میں کیا لکھا ہے؟
- ۴۔ جس کا خط آیا میں نے جانا کہ وہ شخص تشریف لایا۔ اس جملے کی وضاحت کیجیے۔
- ۵۔ دلی کی ہستی کن ہنگاموں پر مختص تھی؟
- ۶۔ غالب نے دلی کے اجڑنے کا کیسا نقشہ کھینچا ہے؟
- ۷۔ غالب نے دلی کے مختلف مقامات کے نام لکھے ہیں۔ ان کی فہرست بنائیے۔
- ۸۔ غالب کے خطوط کی خصوصیات بیان کیجیے۔

کھ متصاد الفاظ کی جوڑیاں لگائے۔



غالب کی تحریر کا نمونہ



- | | |
|-------|---------|
| فیاضی | روٹھنا |
| دل گی | مراسلہ |
| منانا | بجل |
| مکالہ | سنجیدگی |

حضرت ولی نعمت آئی رحمت سلسلہ

بعد تسلیم معروض ہی کس زبان سے کہوتے اور کس قلم سے لکھوں کہ یہ ہفتہ عشرہ کس
تردد و تشویش سی بسر ٹھوا صی ہر روز شام تک جانبِ دنگران رہتا کہ ڈاک کا
ہر کارہ آزاد رحضرت کا نواز شنا مہ لار بارگے خدا کی مہربانی ہوئے از سرنو میرے
زندگانی ہوئے کہ مکمل چار کھڑرات گئی ڈاک نے ہر کارنی وہ عطا فت نامہ عالیٰ
دیا جسکو پڑھ کر رُوح تازہ رُک و پی میں دوڑ گئی نیند کسی سونا کسکاروشنی کا
سامنی بیٹھا اور اشعارِ تہذیت لکھنی لگا سات شعرِ سع مادہ حصولِ صحبتِ بہ
لکھہ لئی تب سویا اب سوقت وہ مسودہ ملتا کر کے ارسال کرنا ہوتا۔

تم سلسلہ رہو ہزار برس
ہر برس تک ہوئے چھ من ڈار

حضرت ولی نعمت آئی رحمت! سلامت۔

بعد تسلیم معروض ہے۔ کس زبان سے کہوں اور کس قلم سے لکھوں کہ یہ ہفتہ عشرہ کس ترد و تشویش سے بسر ہوا ہے۔ ہر روز شام تک جانبِ دنگران رہتا کہ ڈاک کا ہر کارہ آئے اور حضرت کا نوازش نامہ لائے۔ بارے، خدا کی مہربانی ہوئی۔ از سرنو میری زندگانی ہوئی کہ مکمل چار گھنی رات گئے ڈاک کے ہر کارے نے وہ عطا فت نامہ عالیٰ دیا جس کو پڑھ کر رُوح تازہ رُک و پے میں دوڑ گئی۔ نیند کس کی، سونا کس کا، رُوشنی کے سامنے بیٹھا اور اشعارِ تہذیت لکھنے لگا۔ سات شعرِ سع مادہ حصولِ صحبت جب لکھ لیے، تب سویا۔ اب اس وقت وہ مسودہ صاف کر کے ارسال کرتا ہوں۔

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن چھپاں ہزار

خیر و عافیت کا طالب غالب



اپنے دوست / سہیلی کو سادہ زبان میں خط لکھیے۔

خود آموزی



استاد اور سرپرستوں کی مدد سے غالب کے دیگر خطوطِ تلاش کر کے جماعت میں اجتماعی طور پر پڑھیے۔



نوں غنہ/نوں وصلی

ان لفظوں کو بلند آواز سے پڑھیے: لوگوں، جادوگروں، بچوں، نگاہیں، روشنیاں، جائیں، ہوں، یہاں آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ ان لفظوں کی آخری آواز ناک سے لکھتی ہے۔ ایسی آواز کو غنائی آواز کہتے ہیں اور جس حرف سے اسے لکھتے ہیں وہ **‘نوں غنہ’** کہلاتا ہے۔ اسے نقطے کے بغیر **‘نوں’** لکھتے ہیں۔

- اب ان لفظوں کو بلند آواز سے پڑھیے:

جھانک، اونٹ، پھینک، سینگ، دانت، ہنسی

ان لفظوں میں غنائی آواز لفظ کے پنج سنائی دیتی ہے۔ ایسے لفظوں کو لکھتے وقت **‘ن’** تو لکھا جاتا ہے مگر اس پر **‘v’** یہ علامت بناتے ہیں جیسے ماںگ، چھینگ، پھونگ، سانپ وغیرہ

- سبق پچاچھکن نے تیارداری کی سے نوں غنہ والے دس الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔

ذیل کے لفظوں میں بھی نوں پوری طرح بولا یا پڑھا نہیں جاتا ہے۔

پینگ، رنخ، بلند

ان الفاظ میں نوں کی آواز **‘ن’** کے بعد آنے والے حرف کی آواز سے مل جاتی ہے۔ ایسے نوں کو **‘نوں وصلی’** کہا جاتا ہے۔ اس پر بھی **‘v’** یہ نشان لگانا چاہیے۔

- سبق گھڑی سے نوں وصلی والے دس الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔

اضافی معلومات

ذیل کے جملے پڑھیے اور خط کشیدہ الفاظ پر غور کیجیے:

۱۔ اینٹ کا جواب پڑھ سے نہ دیا جائے، نہ **سہی**۔

۲۔ جملوں کی **صحیح** جوڑیاں تلاش کیجیے۔

۳۔ گلی میں فقیر صدرا لگا رہا ہے۔

۴۔ فقیر نے دعا دی، **سدا** خوش رہو۔

۵۔ **صورت** سے تو آدمی شریف دکھائی دیتا ہے۔

۶۔ **سورت** گجرات کا مشہور شہر ہے۔

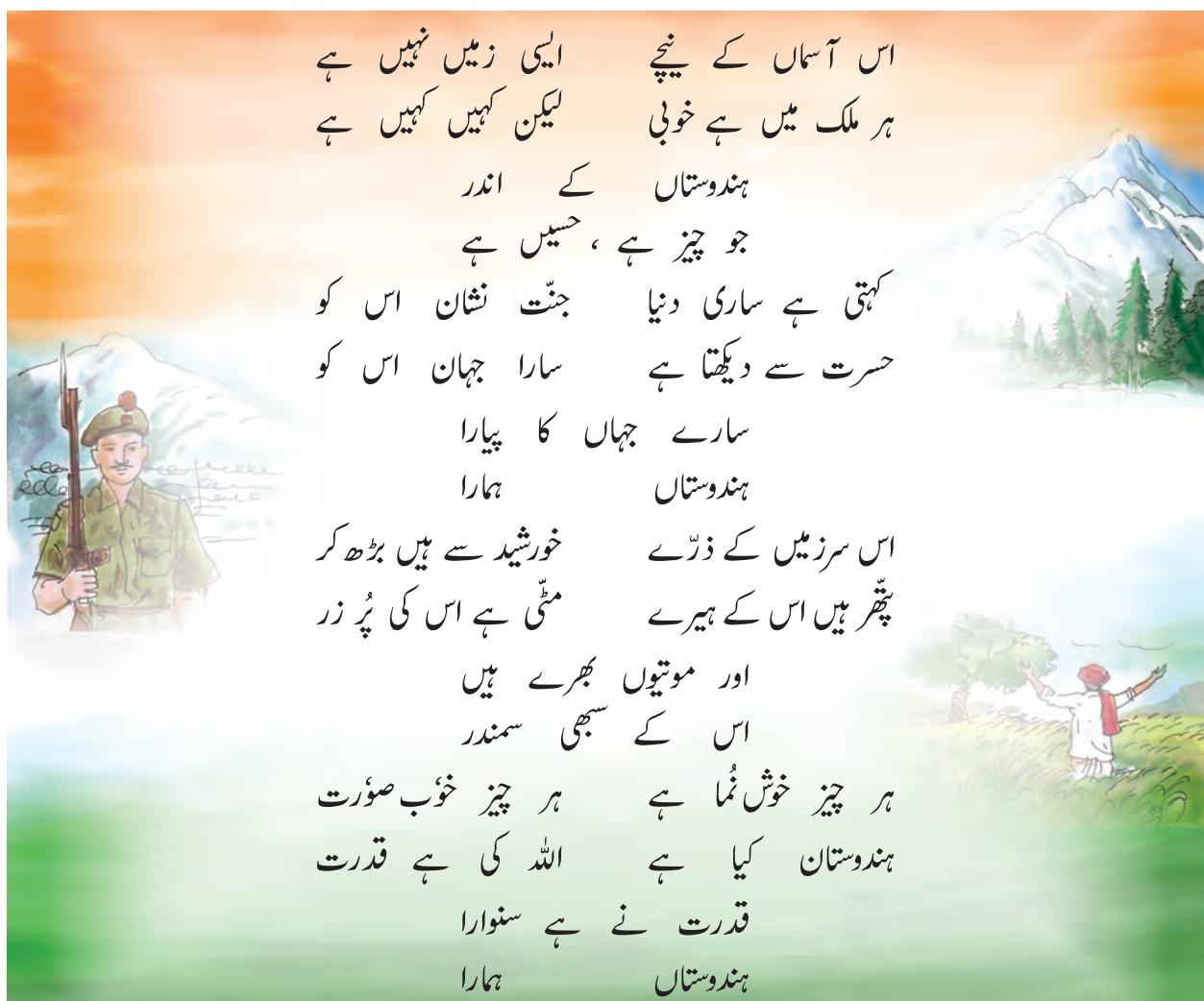
مندرجہ بالا جملوں میں **‘سہی’**-**صحیح**، **‘صدرا’**-**سدرا**، **‘صورت’**-**سورت**، **‘صورت-سورت’** کا اُرد و تلفظ ایک جیسا ہے مگر ان کے املا اور معنی میں فرق ہے۔ لغت میں آپ کو اس قسم کے بہت سارے الفاظ مل جائیں گے۔ جیسے چارا- چارہ، سینا- سینہ، ہمزہ- حمزہ، زن- ظن، وغیرہ۔ تعلیمی تاش کھیلتے وقت آپ بے آسانی ایسے الفاظ بنائے کرائے نمبرات میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

پہلی بات

ہم جس ملک میں رہتے ہیں، وہی ہمارا وطن ہے۔ وطن سے محبت ہمارا اخلاقی فرض ہے۔ جس چیز سے آدمی کو محبت ہو جاتی ہے، وہ اس کی تعریف کرتا ہے۔ ہم بھارت کی تعریف اسی وجہ سے کرتے ہیں کہ ہمیں اپنا ملک پیارا ہے۔ آپ روزانہ اسکول میں دعا کے بعد راشٹر گیت پڑھتے ہیں۔ اس میں بھی ہمارے ملک کی تعریف کی گئی ہے۔ اس گیت کو بہگالی زبان میں رابندر ناتھ ٹیگور نے لکھا تھا۔ اُردو کے مشہور شاعر اقبال نے بھی قومی ترانہ لکھا ہے، جو آج تک لوگوں کی زبانوں پر ہے اور نہایت ترنم کے ساتھ اسے گایا جاتا ہے۔

جان پچان

حفیظ جالندھری ۱۹۰۰ء کو جالندھر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولوی نسیم الدین حافظ قرآن تھے۔ حفیظ نے بھی اپنے والد کی طرح پہلے قرآن کو حفظ کیا، بعد میں انھوں نے انگریزی تعلیم حاصل کی۔ انھیں بچپن ہی سے شعرو شاعری کا شوق تھا۔ انھوں نے غزلیں، نظمیں اور گیت بھی لکھے لیکن شاہنامہ اسلام نے ان کی شہرت میں اضافہ کیا۔ یہ ایک طویل نظم ہے اور اس میں اسلامی تاریخ کو منظوم کیا گیا ہے۔ حفیظ جالندھری کا انتقال ۲۱ دسمبر ۱۹۸۲ء کو لاہور میں ہوا۔ ان کی مشہور کتابیں ”لغہ زار“، ”سوز و ساز“، ”تلخا بہ شیریں“، ”غیرہ ہیں۔



پھل اس میں رس بھرے ہیں اور پھول پیارے پیارے
 یہ پھول پھل خدا نے جنت سے ہیں اُتارے
 چھپ چھپ کے دیکھتے ہیں
 ان سب کو چاند تارے
 اس باغ کے پرندے کیا چھہا رہے ہیں
 سو شکر کر رہے ہیں یہ گیت گا رہے ہیں
 ہمارا ہندوستان
 ہمارا ہندوستان

خلاصہ کلام

ہمارا ہندوستان سارے جہاں سے اچھا ہے۔ اس کی ہر چیز خوب صورت ہے اس لیے ساری دنیا سے زمین کی جنت کہتی ہے۔ یہاں جو پھل پیدا ہوتے ہیں وہ بہت میٹھے اور رس بھرے ہوتے ہیں۔ اس کی زمین نہایت زرخیز ہے۔ یہاں کے سمندروں سے موئی نکلتے ہیں۔ یہ تمام قدرت کے کر شئے ہیں۔ یہاں کے باغوں میں چھپھانے والے پرندے گویا اللہ کا شکر ادا کر رہے ہیں۔

معنی و اشارات

- سونے سے بھرا ہوا	پُر زر	- جنت کے جیسا
- خوب صورت دکھائی دینے والا	خوش نما	- (کسی چیز کے نہ ملنے کا) افسوس کرنا حرث سے دیکھنا

مشق



کھ ایک جملے میں جواب لکھیے:

- ۱۔ حفیظ جالندھری کی طویل نظم کا نام لکھیے۔
- ۲۔ ہمارے ملک کے ذریعے ذریعے کو شاعرنے کیا کہا ہے؟
- ۳۔ ہندوستان کے سمندر کیسے ہیں؟
- ۴۔ ہندوستان کے پھول پھل کو چھپ چھپ کر کون دیکھتا ہے؟

کھ مختصر جواب لکھیے:

ہندوستان کی سر زمین کی خوبیاں بیان کیجیے۔



کھ ذیل کے بند کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں لکھیے۔

اس سرزیم کے ذرے خورشید سے ہیں بڑھ کر پتھر ہیں اس کے ہیرے مٹی ہے اس کی پُر زر اور موتویوں بھرے ہیں اس کے سبھی سمندر



ساری دنیا ہندوستان کو جنت نشان کیوں کہتی ہے؟

کھ درج ذیل نقوشوں میں سے صفت اور موصوف پہچان کر انھیں جدول بنائے اور علیحدہ علیحدہ لکھیے۔

جنت نشان ہندوستان ، پُر زر مٹی ، موتو بھرے سمندر ، رس بھرے پھل



اس نظم کو جماعت میں ترجمہ سے پڑھیے۔



اسی قسم کا کوئی اور قومی / وطنی ترانہ تلاش کر کے اپنی بیاض میں لکھیے۔



پرم ویر چکر بھارت کا سب سے بڑا فوجی اعزاز ہے۔ بری، بھری اور خلائی فوج کے سپاہیوں کو انتہائی غیر معمولی بہادری کا مظاہرہ کرنے پر یا اپنی جان کی قربانی پیش کرنے پر یا اعزاز تفویض کیا جاتا ہے۔ اس اعزاز سے اب تک صرف ایک افراد کو نوازا گیا ہے۔ ان میں سے چودہ کو یہ اعزاز بعد از مرگ دیا گیا۔



سرگرمی / منصوبہ:

پرم ویر چکر پانے والوں کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیجیے۔ اس کے لیے انٹرنیٹ پر مختلف سائنس دستیاب ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے www.paramvirchakra.com:

پہلی بات

سبق شروع کرنے سے پہلے آئے ہم علامہ اقبال کی نظم پڑھیں:

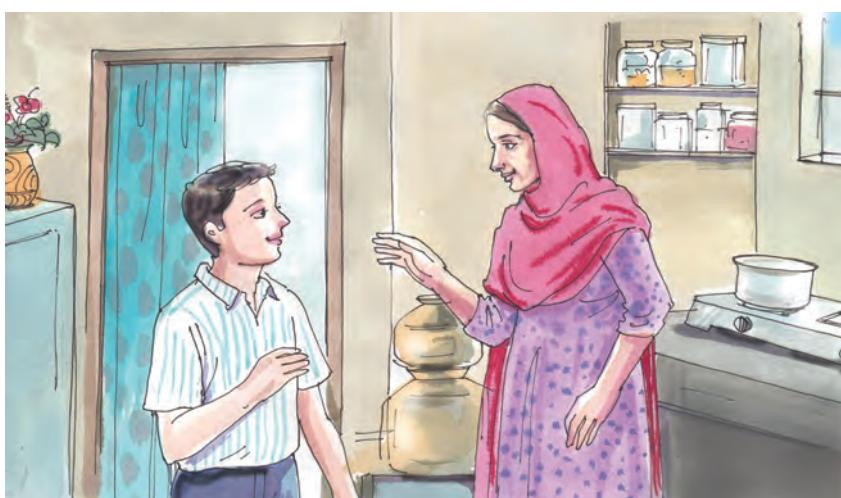
آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ
وہ باغ کی بہاریں ، وہ سب کا چھپھانا
آزادیاں کھاں وہ اب اپنے گھونسلے کی
کیا بدنصیب ہوں میں ، گھر کو ترس رہا ہوں
آئی بہار ، کلیاں پھولوں کی نہ رہی ہیں
آزاد مجھ کو کر دے ، او قید کرنے والے
میں بے زبان ہوں قیدی تو چھوڑ کر دعا لے

بعض لوگ گھر کی رونق بڑھانے کے لیے پرندوں کو پنجروں میں قید کر دیتے ہیں مثلاً طوطا، مینا جیسے پرندے جو ہمارے ساتھ رہ کر ہماری باتیں بھی سیکھ لیتے ہیں۔ انھیں پنجرے میں بند کر دینا ہمیں اچھا لگتا ہے مگر کیا قید کیا ہوا پرندہ ہمارے گھر میں خوش رہ سکتا ہے؟
‘بندروازے’ ایک ایسی ہی کہانی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ پرندوں کو پنجروں میں قید کر کے رکھنا ان پر ظلم ہے۔

جان پیچان

یہ کہانی مشہور ادیبہ واجہہ تبسم نے لکھی ہے جو ۱۹۳۵ء کو امراءٰ تی میں پیدا ہوئیں۔ حیدر آباد کے ماحول میں ان کی تعلیم و تربیت ہوئی۔ ناگپور یونیورسٹی سے انھوں نے اردو میں ایم۔ اے کیا تھا۔ اپنے شوہر کے ساتھ وہ ممبئی میں رہیں اور وہیں ۷۔ ۱۰ دسمبر ۲۰۱۰ء کو ممبئی میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے افسانوں کے تقریباً پندرہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں ‘آیا بست سکھی’، ‘شہر منوع’ اور ‘پھول کھلتے ہیں’ مشہور ہیں۔ بچوں کے لیے انھوں نے ‘بندروازے’ نامی کتاب بھی لکھی ہے۔

ممی کچن میں مصروف تھیں۔ باہر بچوں نے قیامت مچا رکھی تھی۔ ایک دوبار انھوں نے کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھا لیکن کچھ پلے نہ پڑا۔ لب ایسا لگتا تھا کہ پچھوڑے کوئی میلہ لگا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں دھبڑ دھبڑ کرتے سارے بچے کچن میں گھسے چلے آئے۔ آگے جاوید میاں تھے۔ ان کے ہاتھ میں ایک پنجروہ تھا۔



”ممی.....ممی ! پلیز چھے روپے“ پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان جاوید میاں بڑے زور زور سے کھرہ ہے تھے۔ ممی کچھ نہ سمجھ کر، ذرا جھلا کر بولپس، ”پہلے سانس تو ٹھیک کرلو۔ آخر ماجرا کیا ہے؟“
جاوید میاں ذرا سنبھل کر بولے، ”ممی.....ممی وہ ہم نے نا، وہ ہم

نے.....وہ مٹھو بیچنے والا آیا نا، تو اس سے پھرے روپے میں ایک مٹھو خریدا ہے۔ مگر اتنی پیاری باتیں کرتا ہے کہ بس.....وہ مٹھو والے نے پوچھا نام ممی کہ میاں مٹھو تمہارا نام کیا ہے؟ تو ممی....انسانوں کی طرح بولنے لگا، ”میرا نام میاں مٹھو ہے۔ مجھے بھوک لگی ہے۔ مجھے روٹی دو۔“ اور مارے جوش کے جاوید میاں اچھلنے لگے۔

ممی نے بڑی اُداس نگاہوں سے پنجھرے کو دیکھا۔ اس میں ایک بے بس اور تنہا جان، ہجوم کے شور سے سہی سہی کونے سے لگی بیٹھی تھی۔ وہ بولیں، ”نا بیٹا نا....ویسے پنجھرے کوئی بڑی بات نہیں لیکن خدا کے لیے ایک آزاد جان کو قیدی نہ بناو۔“

”ارے ممی آپ بھی کمال کرتی ہیں! اس میں آزادی اور قید کی کیا بات ہے؟ مزے سے کھائے پیے گا۔ عیش کرے گا۔ جسے کھانے پینے کو ملے، اسے آزادی اور قید سے کیا سروکار؟“

”نہیں! تم ابھی اتنے چھوٹے ہو کہ اتنی گہرائی تک پنجھ بھی نہیں سکتے کہ آزادی کیا ہے اور قید کیا....“

ممی تھیں کہ پچھلنے کا نام نہ لیتی تھیں۔ مجبور ہو کر جاوید میاں نے رونا شروع کر دیا جیسا کہ وہ ایسے موقعوں پر کیا کرتے تھے۔ ناچار ممی نے جا کر الماری کھوئی اور پنجھرے روپے بیٹھے کے حوالے کر دیے۔ جاوید میاں کے پیچھے ان کی ساری فوج شور مچاتی پکھلے لان پر چلی گئی۔

جب اسکول جانے کا وقت ہو گیا تو جاوید میاں پنجھرہ انگلی سے لٹکائے ممی کے پاس آئے اور بولے، ”ممی پلیز.....جب تک میں اسکول سے نہ آ جاؤں، اس کی حفاظت آپ کریں گی۔“

جاوید میاں اسکول سے لوٹے تو بستہ پھینک سیدھے پنجھرے کی طرف بھاگے۔ جب وہ قریب آگئے تو انہوں نے بڑی اُداس سے دیکھا کہ پانی کٹوری میں جوں کا توں موجود ہے اور تکاریاں، سبزیاں ساری ویسی کی ویسی رکھی ہیں۔ ان کا دل بجھ گیا۔ اُداس لبجھ میں انہوں نے ممی سے پوچھا، ”ممی اس نے تو کچھ بھی نہیں کھایا۔ پانی بھی نہیں پیا۔ ایسے تو یہ مر جائے گا۔“

”بیٹا! وہ اپنوں سے پچھڑ کر آیا ہے نا۔ ابھی اس کا دل کھانے پینے کو نہ چاہتا ہو گا۔“

جاوید میاں کے نہیں سے دماغ میں یہ بات نہ آئی کہ جب کسی کو کھانے پینے کے سارے سامان مہیا ہوں تو پھر یہ یاد وادا اور پچھڑنے والوں کا خیال کیا چیز ہوتی ہے۔ انہوں نے ذرا ناگواری سے پنجھرہ ہلا کر کہا، ”میاں مٹھو، آخر تھیں اور کیا چاہیے؟“ مٹھو ایک کونے سے دوسرے کونے میں چلا گیا۔ ان کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

جاوید میاں کے ناشتہ کرنے تک ان کے سارے دوست بھی کھاپی کر آ م وجود ہوئے اور سب نے پھر سے پنجھرے کو گھیر لیا۔

”بیولو تو میاں مٹھو تمہارا نام کیا ہے؟“ فوزی نے مسکرا کر پوچھا لیکن مٹھو نے کوئی جواب نہ دیا۔

پپو نے پنجھرے کو ایک جھکولا دیا۔ ”ارے بھائی، اپنا نام تو بتاؤ۔“ مٹھو پھر بھی خاموش ہی تھا۔

”یہ تو کچھ بولتا ہی نہیں،“ پنکی منہ ب سور کر بولی۔ ”بھائی جان، یہ بولنا بھول تو نہیں گیا۔“

جاوید میاں ذرا ابلجھ کر بولے، ”ایسے کیسے نہیں بولے گا! اس کے اچھوں کو بھی بولنا پڑے گا؟“ اور انہوں نے چلا کر کہا، ”میاں مٹھو، تمہارا نام کیا ہے؟“ مٹھو سہم گیا اور پھٹ پھٹا کر ادھر سے ادھر جا بیٹھا۔ بولا پھر بھی نہیں۔

بھوک کی برداشت نہ انسان کو ہے نہ جانور کو۔ دوسری صبح جب جاوید میاں بھاگے بھاگے مٹھو کے پاس پہنچے تو یہ دیکھ کر اُن کی خوشی کی حد نہ رہی کہ کٹوری میں پانی بھی کم تھا اور سبزی ترکاری بھی کتری ہوئی یہاں وہاں بکھری پڑی تھی۔ اور مٹھو میاں صبح کی ٹھنڈری

ہوا سے مست ہو کر میں میں کر رہے تھے۔

”یہ ہوئی ناکوئی بات!“ جاوید خوشی اور فخر سے چلائے۔

دین گزرے تو مٹھو بالکل جاوید میاں کا ہو کر رہ گیا۔ وہ اکثر ممی کو قائل کرنے کی کوشش کیا کرتے۔ ”ممی آپ تو کہتی تھیں ناکہ کسی پچھی کو قید نہیں کرنا چاہیے۔ وہ اپنوں سے بچھڑ جاتا ہے تو دنیا اُسے اچھی نہیں لگتی۔ اب دیکھیے نا، یہ پنجھرے میں رہتا ہے، مزے میں کھاتا پیتا ہے، باتیں کرتا ہے۔ بھی اس کا دل چاہتا ہو گا کہ آزاد ہو جائے؟“

”میں تو تب مانوں گی کہ تم اس کے پنجھرے کا دروازہ کھول دو اور وہ نہ اڑے.....“

تھوڑے دنوں بعد ممی کو خالہ امی نے بلوایا۔ اتوار کا دن تھا۔ سب کی چھٹی تھی۔ سب جانے کو راضی تھے۔ ممی نے دھیرے سے پوچھا، ”اچھا سب ہی جا رہے ہیں تو یہ بتاؤ تمھارے مٹھو کے پاس کون رہے گا؟“

”مٹھو کے پاس؟“ جاوید میاں حیرت سے بولے، ”کیوں اس کی کون سی ضرورت ہے؟ ہم اس کے پنجھرے میں کھانے پینے کا سارا سامان رکھ جائیں گے۔ بھوک لگے گی تو کھا لے گا، پیاس لگے گی تو پانی پی لے گا۔“

”وہ تو ہے بیٹا، لیکن بلی ویلی کا بھی ڈر رہتا ہے نا۔“

”تو ممی ہم اُسے اندر والے کمرے میں رکھ دیں گے۔“

”نہ بیٹا... اندر کیسے رکھ سکتے ہیں؟ جب پورا گھر ہی بند کر کے جائیں گے تو پتا نہیں ہمارے پیچھے اس پر کیا بیتے؟“

در اصل ممی تو کچھ اور ہی سوچ پیٹھی تھیں۔ اس لیئے نئی نئی باتیں نکال کر جاوید میاں کو مجبور کر رہی تھیں۔

”تو پھر ممی پنجھرہ ہی ساتھ نہ لے لیں؟“ جاوید میاں بے حد خوشی خوشی بولے۔

”ترکیب تو ٹھیک ہے..... لیکن یہ بھی سوچ لو کہ اگر وہاں کسی نے شرات میں پنجھرے کا دروازہ کھول دیا تو کیا ہو گا؟ ایک ایک کر کے جب ان کی ہر ترکیب رد ہوتی گئی تو ممی نے آخری تجویز پیش کی، ”بیٹے دن بھر کی توبات ہے، تم خود ہی کیوں نہ اپنے مٹھو کے پاس رہ جاؤ۔“

”میں..... میں اکیلا!؟“ وہ ذرا گھبراۓ۔

”کیوں اکیلے کیوں؟ مٹھو جو رہے گا.... اور پھر ہم تمھارے دن بھر کے کھانے پینے کا پورا سامان تمھارے کمرے میں رکھ جائیں گے۔ بس اتنا ہو گا کہ دروازے بند رہیں گے۔“

مٹھو سے جاوید میاں کو جو بے پناہ لگا تھا، اس نے اُنھیں اس ایثار پر آمادہ کر رہی لیا۔

سب لوگوں کے جاتے ہی سب سے پہلے جاوید میاں نے ڈٹ کر مٹھائی کھائی، پیٹ بھرا تو سستی نے آ گھیرا۔ وہ ذرا لیٹ گئے تو آنکھ لگ گئی۔ جاگے تو سمجھے بہت وقت پیٹ گیا ہو گا لیکن صرف آدھ ہی لھنٹا گز رہا۔ بڑی بوریت ہو رہی تھی۔ سوچا، ذرا اپنے دوستوں کے ساتھ کر کٹ ہی کھیل آئیں.... مگر دروازے تو بند ہیں۔ کیرم بورڈ، سانپ سیڑھی کھیل کر تو بہت سا وقت گزار جا سکتا ہے لیکن ان کھیلوں میں تو ساتھیوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ پہلی بار اس بھیانک اکیلے پن کے احساس کے ساتھ انہوں نے مٹھو کے پنجھرے کی طرف دیکھا۔ تنہا مٹھو پروں میں منہ ڈالے اونگھر رہا تھا۔

جاوید میاں نے کمرے کے ماحول پر ایک نظر ڈالی۔ ڈھیر ساری کھانے کی ایک سے ایک مزے دار چیزیں، پڑھنے کو کتابیں،



سننے کو گراموفون، کیا نہیں تھا؟ صرف دروازے ہی تو بند تھے.....

”پھر میرا دل کیوں نہیں لگتا؟“

جاوید میاں نے ایک بار چورنگا ہوں سے پھرے کی طرف دیکھا۔ مٹھو کے پاس بھی اُس کی ضرورت بھر کا سامان رکھا ہوا تھا۔ ان میں اور مٹھو میں کوئی بات ایک سی ضرور تھی۔ ایک بے کلی کا احساس تھا جو دل کو مسو سے جا رہا تھا۔ پھر ان کا چھوٹا سا دل ایک دم اپنے پپا، بھائیوں،

بہنوں اور سب سے بڑھ کر اپنی ممی کے لیے مچل اٹھا اور انہوں نے کونے میں منہ چھپا کر رونا شروع کر دیا۔ روتے روتے پتا نہیں کہ ان کی آنکھ پھر لگ گئی۔ جاگے تو دن ڈھل رہا تھا اور ان کی بھوک چمک اٹھی تھی۔ ان کی نگاہ سامنے جا پڑی۔ تنهائی کا مارا طوطا بھی سر جھکا کے مرچیں کتر کتر کر کھا رہا تھا۔ ان کے رکے ہوئے آنسو تیزی سے ابلیس لگے۔ وہ لپک کر اٹھے اور انہوں نے پھرے کا بند دروازہ ایک جھٹکے سے کھول دیا۔ طوطا کھڑکی کی راہ سیدھا باہر اڑتا چلا گیا۔ خوشی اور سکون کا ایسا احساس انھیں زندگی میں کبھی نہ ملا تھا۔ اُسی احساس نے ان کے آنسوؤں کو ایک بار اور راہ دے دی۔ وہ پھپک پھپک کر رونے لگے۔

باہر کار کے رکنے کی آواز آئی۔ پھر بند دروازے چڑھائے اور ایک ایک کر کے سب گھر میں داخل ہوئے۔ جاوید میاں

برسون کے پھرے ہوؤں کی طرح جا کر ایک دم ممی سے لپٹ گئے۔

خالی پنجھرہ دیکھ کر سوالوں کی بوچھار کیے دے رہے تھے۔

”مٹھو کہاں گیا؟“

”مٹھو کیسے اڑا؟“

”مٹھو کو کون لے گیا؟“

لیکن صرف ممی جانتی تھیں کہ مٹھو کیسے اڑا۔

معنی و اشارات

دل بجھنا	-	اداس ہونا	-	قیامت مچانا
مہیا ہونا	-	موجود ہونا	-	پلے نہ پڑنا
منہ بسورنا	-	بری صورت بنانا	-	ماجرہ
بے کلی	-	بے چینی	-	واقعہ
بھوک چمک اٹھنا	-	بہت بھوک لگنا	-	عیش کرنا
آنسوؤں کو راہ ملنا	-	رونما	-	سر و کار
			-	لکھنے کا نام نہ لینا
			-	نہ ماننا

مشق



کھر ایک جملے میں جواب لکھیے:

- ۱۔ کچن میں کون گھس آئے؟
- ۲۔ جاوید میاں مٹھو کیوں خریدنا چاہتے تھے؟
- ۳۔ ممی نے اداس نگاہوں سے پنجھرے کو کیوں دیکھا؟
- ۴۔ ممی چھے روپے دینے پر کیوں مجبور ہو گئیں؟
- ۵۔ جاوید میاں اسکول سے لوٹے تو پنجھرے میں کیا دیکھا؟
- ۶۔ ممی نے مٹھو کے بھوکارہنے کی کیا وجہ بتائی؟
- ۷۔ جاوید میاں کا دل کیوں بھگ گیا؟
- ۸۔ اتوار کے دن سب لوگ کہاں جا رہے تھے؟
- ۹۔ پوپنے مٹھو سے کیا پوچھا؟

کھر مختصر جواب لکھیے:

- ۱۔ جاوید میاں مٹھو کے پاس پہنچ کر کیوں خوش ہوئے؟
- ۲۔ جاوید میاں اور مٹھو میں کون سی باتیں ایک جیسی تھیں؟
- ۳۔ جاوید میاں پچک پچک کر کیوں روئے؟



غور کر کے بتائیے



- ۱۔ اس کہانی کا عنوان بند دروازے کیوں رکھا گیا ہے؟
- ۲۔ جاوید میاں کو گھر پر کیوں اکیلا چھوڑا گیا؟

لفظوں کا کھیل



کھر دیے گئے الفاظ کے گروہ میں غیر متعلق لفظ پیچان کر اسے دائرے سے باہر لکھیے:

کوہ
بلخ
کبوتر
مرغا

دیوان
سیر چھی
پنگ
کرسی صوفہ

دیوان خانہ
بنگلہ
بُنگرہ
گھر مکان

کرکٹ
لوڈو
شطرنج
کیرم تاش

لڈو
گھی
مکھن
دودھ دہی

اضافی معلومات



کھر اس سبق میں 'یاد واد' اور 'بیلی ویلی' جیسے مرکب الفاظ آئے ہیں۔ ان میں پہلا لفظ تو معنی دیتا ہے لیکن دوسرا لفظ کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ ایسے بے معنی الفاظ کو مہمل کہتے ہیں۔



جال لے کر اڑ جانے والے کبوتروں کی کہانی اپنے استاد / سرپرست کی مدد سے معلوم کر کے اپنی بیاض میں لکھیے۔

آئیے، زبان سیکھیں



مرکب الفاظ

- ذیل کے الفاظ کو توجہ سے پڑھیے:

حاجت روا، مردم شماری، حق پرسی، خبر گیری، باضابطہ، وضع قطع، غم خوار، بے طلب، سبزہ زار، سحر انگیز، دندانے دار، کس بل، من گھرت، خوش آواز، زمزمه پرداز، اپسیں ششل، صراط مستقیم۔

یہ سارے الفاظ آپ کی کتاب کے اسباق میں آئے ہیں۔ ان کی ایک خاص بناؤٹ ہے یعنی یہ دو دلفظوں سے مل کر بننے ہیں۔ ان میں وضع قطع / کس بل / اپسیں ششل ایسے جوڑ ہیں جن میں دونوں الفاظ الگ الگ معنی رکھتے ہیں مگر دونوں کے ساتھ میں آنے سے ان کے معنی بدل جاتے ہیں۔ مثلاً

وضع = بناؤٹ + قطع = کاٹ - وضع قطع = دکھاوا، ظاہری ٹھیلیہ

کس = مضبوطی + بل = طاقت - کس بل = ہمت، طاقت

اپسیں = خلا + ششل = ایک ہی راستے پر چلنے والی گاڑی - اپسیں ششل = خلائی جہاز

یہ تینوں مثالیں مرکب الفاظ کی ہیں۔

دیگر مثالیں: بیل گاڑی، پن پچھی، پوسٹ میں، رات دن، کتب خانہ، جگلت گرو، پھول بن، بال واڑی، میڈ یکل کیپ، وغیرہ

- مہمل لفظوں سے بنے پانچ مرکب فقرے لکھیے۔

- پڑھے گئے اسباق اور نظموں میں مرکب الفاظ کی دو دو مثالیں تلاش کر کے لکھیے۔

ہائے معنی

- ان لفظوں کو بلند آواز سے پڑھیے اور ان کی آخری آواز پر توجہ دیجیے:

بچہ، اندازہ، ہفتہ، شیشہ، پیالہ، سراہیہ، ضابطہ، پردہ

آپ نے سنا کہ ان لفظوں کے آخر میں 'آ' کی آواز سنائی دیتی ہے لیکن انھیں لکھتے وقت آخر میں 'الف' نہیں لکھتے بلکہ 'ہ' لکھتے ہیں (اندازہ / پردہ)۔ دوسرے لفظوں کے آخر میں بھی 'ہ' لکھتے ہیں جس کی شکل ذرا الگ ہے (بچہ، ہفتہ)۔ ایسی 'ہ' کو ہائے معنی کہتے ہیں (یعنی چھپی ہوئی ہ)۔



پڑھے گئے اسباق سے ہائے معنی، کی دوسری چار مثالیں تلاش کر کے لکھیے۔

پہلی بات

ہمارے سابق صدر اے۔ پی۔ جے۔ عبدالکلام نے نیشنل ایر و ناکس اینڈ اسپیس ایڈمنیسٹریشن (NASA) میں لگی ہوئی ایک تصویر دیکھی جس میں ٹیپو سلطان کی فوج کو انگریزوں سے جنگ کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ اور پس منظر میں چندر اکٹ پرواز کر رہے ہیں۔ عبدالکلام کہتے ہیں، ”بیسویں صدی میں ہندوستانی راکٹ کے ارتقا کو ٹیپو سلطان کے اٹھار ہوئیں صدی کے خواب کی تعبیر کہا جاسکتا ہے۔“ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب سے پہلے جنگوں میں راکٹ کا استعمال اٹھار ہوئیں صدی میں ٹیپو سلطان نے کیا۔ راکٹ میں بیٹھ کر خلا میں جانے والے کو کیا کہتے ہیں؟ ہندوستان کے کچھ خلابازوں کے نام بتائیے۔ اس سبق میں کپنا چاولہ کے خلاباز بننے کے واقعے کو بیان کیا گیا ہے جو ہندوستان کی پہلی خلاباز خاتون تھیں۔ سبق میں بتایا گیا ہے کہ انسان میں کچھ پانے کی خواہش، ہمت و حوصلہ اور مستقل مزاجی ہوتا وہ ضرور اپنی منزل کو پالیتا ہے۔



زمین اس کائنات کا ایک چھوٹا سا سیارہ ہے جس پر زندگی کی نشوونما کے سارے سامان موجود ہیں۔ سائنس نے انسانی زندگی کو بہتر بنانے اور اسے سنوارنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ نئی چیزوں کی کھوج اور طرح طرح کی ایجادات نے ہماری بہت سی مشکلات دور کر دی ہیں اور زندگی گزارنے کو آسان بنادیا ہے۔

زمین کے بعد سائنس کی ترقی نے آسمان کا رُخ کیا اور خلا میں پروازوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ زمین کے اوپر سامنے کلو میٹر تک ہوا موجود ہے لیکن

تقریباً ساڑھے تین سو کلو میٹر کے بعد اس کی خدمت ہو جاتی ہے۔ پھر دور دور تک خلا ہے جہاں نہ آواز ہے، نہ ہوا، نہ روشنی۔

روس نے ۱۹۵۷ء میں اپنا خلائی جہاز اسپوتنک اول خلا میں بھیج کر خلائی پرواز کی ابتداء کی۔ پھر لاریکا نامی کتنا خلا میں بھی۔ امریکہ نے بھی دو کتنے اور بندر خلا میں روانہ کیے۔ گویا یہ انسانوں کو خلا میں بھیجنے کی تیاری کی جا رہی تھی۔ ۱۹۶۹ء کو امریکہ کے اپولو-گیارہ کے ذریعے بھیجے گئے نیل آرم اسٹرائل نے پہلی مرتبہ چاند پر قدم رکھا۔ ان کے ساتھ دو خلاباز اور بھی تھے۔

خلائی تحقیقات کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ ہمارا ملک بھی اس میں شامل ہے۔ حیدر آباد کے رائیش شرما پہلے ہندوستانی خلاباز ہیں۔ ان کے خلا میں پہنچنے پر اس وقت کی وزیر اعظم اندر اگاندھی نے ان سے رابطہ قائم کر کے پوچھا تھا کہ وہاں سے ہمارا ہندوستان کیسا نظر آ رہا ہے؟ اس کے جواب میں رائیش شرما نے اقبال کا یہ مشہور مصروع دہرایا تھا:

سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا

ریاست ہریانہ کے شہر کرنال کی کلپنا چاولہ کو پہلی ہندوستانی خلاباز خاتون ہونے کا فخر حاصل ہے۔ وہ کیم جولائی ۱۹۶۱ء کو ایک متوسط خاندان میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد بنواری لال چاولہ ایک چھوٹے بیوپاری ہیں اور ماں ایک گھر پیلو خاتون۔ کلپنا ان کی چھوٹی بیٹی تھیں۔ عام سی دکھائی دینے والی سانوں اور دبیلی پتی کلپنا ڈھن کی پکی اور ارادے کی مضبوط تھیں۔ انھیں بچپن ہی سے مطالعہ کا شوق تھا اور موسیقی سے دلچسپی تھی۔ انھیں اپنی سہیلیوں کے ساتھ باغ میں گھومنا بھی پسند تھا۔

کلپنا نے کرنال بال نکتین اسکول میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر ۱۹۸۲ء میں پنجاب انجینئرنگ کالج چنڈی گڑھ سے ایروناٹک انجینئرنگ میں گرجویش کیا۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے وہ امریکہ چل گئیں۔ وہاں انھوں نے نیکس یونیورسٹی سے ایرو اسپسیس انجینئرنگ میں پوسٹ گرجویش اور اسی مضمون میں کولوریڈو یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی حاصل کی۔ کلپنا چاولہ نے اپنے تربیت دینے والے شخص سے شادی کر کے امریکہ کی شہریت حاصل کر لی۔

۱۹۸۸ء میں کلپنا چاولہ امریکہ کے خلائی تحقیقی مرکز 'ناسا' سے وابستہ ہوئیں۔ اس کے بعد کیلی فورنیا کی ایک کمپنی میں صدر اور تحقیقاتی سائنس داں کے طور پر کام کرنے کے لیے انھیں چُنایا۔ ان کے تحقیقی کاموں سے متاثر ہو کر 'ناسا' نے انھیں خلائی سفر کے لیے منتخب کیا تھا۔ ۱۹۹۷ء میں پہلی بار امریکی خلائی ایجننسی 'ناسا' کے اسپسیس شسل کے ذریعے انھیں خلا میں جانے کا موقع ملا۔ انھوں نے زمین کے گرد دو سو باون چکر لگائے اور پہنچنے لاکھ میل کا سفر کیا۔ اسی طرح انھوں نے خلا میں تین سو چھتھر گھنٹے اور چوتیس منٹ گزارے۔ دوسرے سفر کے دوران اس وقت کے وزیر اعظم اندر کمار گبرال نے کلپنا چاولہ سے بات چیت کرتے ہوئے جب انھیں اقبال کا یہ مصروع یاد دلایا۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

تو کلپنا چاولہ نے کہا تھا، ”ہاں میں نے بھی یہ سنا تھا لیکن آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں۔“ کلپنا نے اس سفر کے متعلق اپنے خیالات ان الفاظ میں بیان کیے تھے، ”میں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ میں کس ملک اور کس نسل سے تعلق رکھتی ہوں۔ خلائی تحقیقات انسانیت کی بھلائی کے لیے ہیں۔ میں نے خلا میں یہی عزم کیا تھا کہ مجھے اس کے لیے محنت کرنا ہے۔ اس سلسلے میں مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا، ضرور کروں گی۔“

کلپنا چاولہ دوسری بار ۱۶ اگسٹ ۲۰۰۳ء کو امریکی خلائی شسل 'کولمبیا' کے ذریعے خلا میں گئیں۔ ان کے ساتھ دیگر چھے خلاباز تھے جن میں ایک امریکی خاتون لاریل بھی تھیں۔ 'ناسا' کی جانب سے خلابازوں کو اس سفر میں کچھ چیزیں اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت دی گئی تھی۔ کلپنا اپنے ساتھ وہی شرط لے گئی تھیں جو ان کے اسکول یونی فارم کا حصہ تھا اور وہ قیص بھی جس پر ان کے انجینئرنگ کالج کا مونوگرام تھا۔ ان کے پاس دو چھوٹے میڈل بھی تھے۔ خلا میں سولہ دن رکنے اور اسی سے زیادہ تجربات کرنے کے بعد وہ زمین کی طرف لوٹ رہے تھے کہ ان کا شسل تین ہزار چھھ سو کلومیٹر کی بلندی پر آسمان میں ایک حادثہ کا شکار ہو گیا۔ اس حادثے میں ساتوں خلابازوں کی موت واقع ہو گئی۔



کلپنا چاولہ کو ان کی موت کے بعد ناسا، کی جانب سے اعزازات سے نواز گیا۔ حکومت ہند اور ریاستی حکومتوں نے ان کی یاد میں کئی اہم کام انجام دیے؛ ان کی یاد میں طلبہ کے لیے وظائف جاری کیے گئے۔ ۱۲ ستمبر ۲۰۰۲ء کو چھوڑے گئے بھارت کے مصنوعی سیارے کو کلپنا۔ ایک، کا نام دیا گیا۔ کلپنا چاولہ کی یہ خواہش تھی کہ ہندوستانی لڑکیاں ناسا، کے ذریعے تربیت حاصل کریں۔ ان کی کوشش کے نتیجے میں ۱۹۹۶ء سے ہر سال بھارت کی دولٹرکیوں کو تربیت حاصل کرنے کی اجازت دے دی گئی۔

اپنے اسکول کی تعلیم کے زمانے میں چاندستاروں کے چارٹ بنانا اور ڈرائیگ کے پیریڈ میں جہازوں کی تصویریں بنانا کلپنا چاولہ کا پسندیدہ مشغله تھا۔ کبھی جہازوں کو آسمان میں اڑتا ہوا دیکھ کر وہ اپنی سائکل تیز تیز دوڑاتی اور ان کا پیچھا کرنے کی کوشش کیا کرتی تھیں۔ انہوں نے آسمان کی سیر کا جو خواب دیکھا تھا، وہ پورا ہوا اور ان کا یہ قول صحیح ثابت ہوا:

”میں خلائی مشن کے لیے بنی ہوں اور اسی کے لیے مرسوں گی۔“

معنی و اشارات

ایرو اسپیس - خلا کا وہ حصہ جو زمین کی فضائی سے لگا ہوا ہے۔ ایرو ناٹکس - علم طیارہ سازی، ہوائی جہاز ڈیزائن کرنے، تیار کرنے اور بنانے کا علم	متوسط - درمیانی درجے کا اپسیس شٹل - خلائی گاڑی مونو گرام - مخصوص نشان
---	--

مشق



کہ ایک جملے میں جواب لکھیے:

- ۱۔ زمین کے اوپر کتنے کلومیٹر تک ہوا ہے؟
- ۲۔ روس نے خلائی پرواز کی ابتداء کس جہاز سے کی؟
- ۳۔ کلپنا چاولہ کو بچپن میں کون کون سے شوق تھے؟
- ۴۔ کلپنا چاولہ دوسری بار خلا میں کب گئی؟
- ۵۔ خلابازوں کی موت کس طرح واقع ہوئی؟
- ۶۔ کلپنا چاولہ کا کون سا قول صحیح ثابت ہوا؟

کہ مختصر جواب لکھیے:

- ۱۔ کلپنا چاولہ کس طرح ترقی کرتے ہوئے خلاباز بنتیں؟
- ۲۔ کلپنا چاولہ کی پہلی خلائی پرواز کی تفصیل لکھیے۔
- ۳۔ موت کے بعد حکومتوں نے کلپنا کی یاد میں کون سے کام انجام دیے؟
- ۴۔ اسکول کی تعلیم کے زمانے میں کلپنا کے کیا مشغله تھے؟

کہ کلپنا چاولہ نے ذیل کی تعلیم کہاں حاصل کی:

- ۱۔ ایرو ناٹک انجینئرنگ
- ۲۔ ایرو اسپیس انجینئرنگ
- ۳۔ ڈاکٹریٹ

کھ دیے ہوئے الفاظ کے لیے سبق میں کون سے ہم معنی الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

تلاش حیات بڑھو تری پگا رادہ انعام

کھ ذیل کے الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

فخر مطالعہ کائنات رابطہ



خلاٰی سفر کے دوران کلپنا چاولانے اپنے اسکول کی ٹی شرٹ اور انجینئرنگ کالج کی تمیص کیوں ساتھ رکھی تھی؟

کھ سائنس کی پانچ ایسی ایجادات کے نام لکھیے جن سے انسانی زندگی میں آسانیاں پیدا ہوئی ہیں۔



کھ دیے ہوئے مرمع میں ذیل کے الفاظ تلاش کر کے ان کے اطراف چوکون بنائیے: جیسے 'ناسا'

ل	م	ہ	ل	غ	ش	م
ا	ک	ٹ	ج	ا	د	ک
خ	ل	ا	ب	ا	ز	ء
ا	ر	پ	ح	م	ی	ی
ک	د	ی	ک	ا	پ	س
ا	ن	ن	ک	و	ڑ	پ
ج	س	ے	ل	ق	ع	ے
۱	ش	و	ر	ص	ط	س

کلپنا خلاٰباز لا یکا را کیش شش
اپلو زمین چاند اسپیس مشغله

سرگرمی / منصوبہ :

۱۔ نظامِ شمسی کے سیاروں کے نام لکھیے۔

۲۔ ہندوستان کے ذریعے خلاٰ میں چھوڑے گئے کوئی تین مصنوعی سیاروں کے نام لکھیے۔

۳۔ دنیا کے پانچ خلاٰ بازوں کی تصویریں جمع کیجیے۔

۴۔ استاد / سرپرست سے معلوم کیجیے کہ ڈاکٹر اے. پی. جے عبدالکلام کو میزائل میں کیوں کہتے ہیں؟



* خلاٰکی مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ دیکھیے:

<http://www.nasa.com>

<http://www.space.com>



یائے معروف / مجهول

ان لفظوں کو بلند آواز سے پڑھیے:

تفصیل، خلیفہ، ٹپک، شبیہ، کاری گر، قیمت، زنجیر، گھڑی، آبی، طبیعت

ان لفظوں میں حرف علت 'ی' جس طرح ادا کیا جاتا ہے، ایسی 'ی' کی آواز کو **یائے معروف** کہتے ہیں۔ لفظ کے آخر میں ہوتا یائے معروف کو 'گولی' لکھا جاتا ہے (جیسے گھڑی اور آبی وغیرہ)

اب ان لفظوں کو بلند آواز سے پڑھیے:

ایک، پیٹ، لیکن، بیکار، ریت، زیور، ڈھلنے، گزرنے، کٹورے

ان لفظوں میں حرف علت 'ی' کو جس طرح ادا کیا جاتا ہے، ایسی 'ی' کی آواز کو **یائے مجهول** کہتے ہیں۔ لفظ کے آخر میں ہوتا یائے مجهول کو بڑی 'ی' لکھا جاتا ہے (جیسے گزرنے، کٹورے، وغیرہ)

• سبق 'گھڑی' سے یائے معروف اور یائے مجهول والے لفظوں کو ڈھونڈ کر لکھیے۔

اضافی معلومات



سوچیے بھلا!

- کھڑگ سنگھ کس کی چاہ میں آیا تھا؟

- بھائیوں نے حضرت یوسفؐ کو چاہ میں پھینکا۔

دونوں جملوں میں لفظ چاہ کے معنی بتائیے۔

قدیم اردو میں ایسے دو معنی والے لفظوں کے کھیلوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ کھیل کے ایسے لفظوں کو دوختنہ کہتے ہیں۔ اس کھیل میں دو سوال ایسے دیے جاتے جن کا جواب ایک لفظ میں ہوتا مگر اس کے معنی الگ الگ ہوتے۔ مثلاً

جواب

گلانہ تھا۔

تلانہ تھا۔

محل نہ تھا۔

سوالات

۱۔ گوشت کیوں نہ کھایا؟ ڈوم کیوں نہ کگایا؟

۲۔ سموسہ کیوں نہ کھایا؟ جوتا کیوں نہ پہنا؟

۳۔ ڈمنی کیوں نہ ناپی؟ رانی کیوں نہ سوئی؟

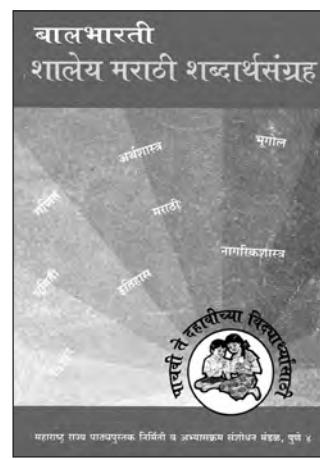
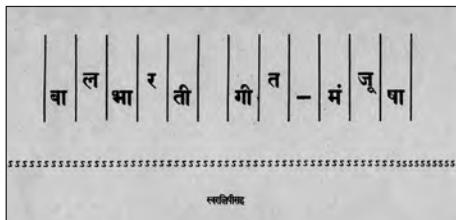
درج بالا جوابات میں لفظ 'گلا' کے دو معنی گلنا اور 'گلا' کے ہیں۔ 'تلا' کے معنی 'تلا ہوا' اور 'جوتے کا تلا' کے ہیں۔ اسی طرح 'محل' کے معنی 'موقع' اور 'بادشاہ کا گھر' کے ہیں۔

• آپ لغت سے ایسے دو معنی والے الفاظ تلاش کیجیے۔

इयत्ता ९ ली ते ८ वी साठीची पाठ्यपुस्तक मंडळाची वैशिष्ट्यपूर्ण पुस्तके

- मुलांसाठीच्या संस्कार कथा
- बालगीते
- उपयुक्त असा मराठी भाषा शब्दार्थ संग्रह
- सवाच्या संग्रही असावी अशी पुस्तके

- स्फूर्तींगी
- गीतमंजुषा
- निवडक कवी, लेखक यांच्या कथांनी युक्त पुस्त



पुस्तक मागणीसाठी www.ebalbharati.in, www.balbharati.in संकेतस्थळावर भेट द्या.



**साहित्य पाठ्यपुस्तक मंडळाच्या विभागीय भांडारांमध्ये
विक्रीसाठी उपलब्ध आहे.**



ebalbharati

विभागीय भांडारे संपर्क क्रमांक : पुणे - ☎ २५६५९४६५, कोल्हापूर- ☎ २४६८५७६, मुंबई (गोरेगाव)
- ☎ २८७७९८४२, पनवेल - ☎ २७४६२६४६५, नाशिक - ☎ २३९९५९९, औरंगाबाद - ☎ २३३२९७७, नागपूर - ☎ २५४७७९६/२५२३०७८, लातूर - ☎ २२०९३०, अमरावती - ☎ २५३०१६५

مہاراشٹر راجیہ پٹک نرمتی وابھیاس کرم سنشو دھن منڈل، پونه - ३११००२

₹ 46.00

बालभारती इयत्ता ६ वी (उर्दु)

